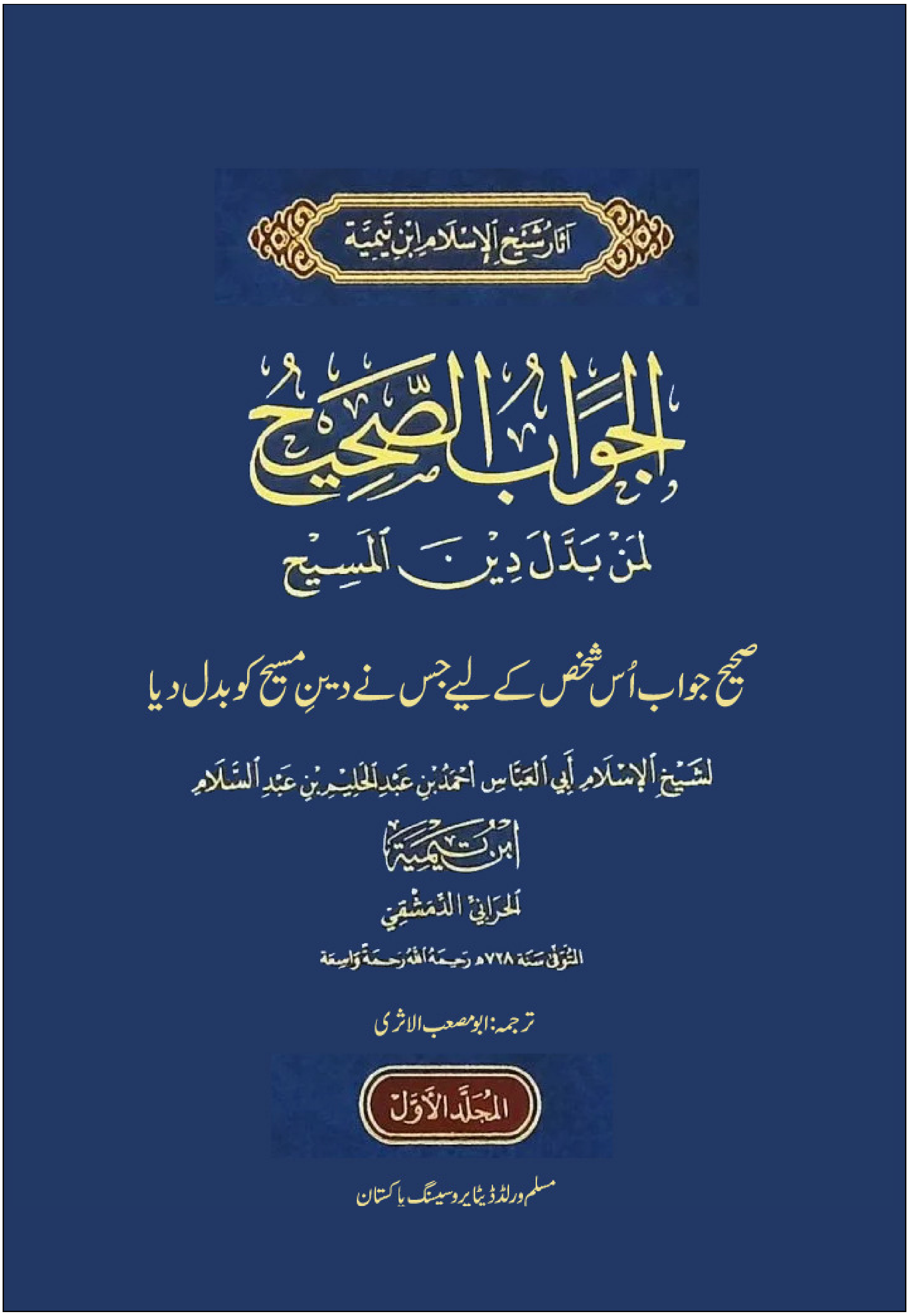

آثار شيخ الإسلام ابن تيمية
الجواب الصحيح
لمن بدل دين المسيح
صحیح جواب اُس شخص کے لیے جس نے دینِ مسیح کو بدل دیا
لشيخ الإسلام أبي العباس أحمد بن عبد الحليم بن عبد السلام
ابن تيمية
الحراني الدمشقي
المتوفى سنة ٧٢٨هـ رحمه الله رحمة واسعة
ترجمہ: ابومصعب الاثری
المجلد الأول
مسلم ورلڈ ڈیٹا پروسیسنگ پاکستان

مضامین کی فہرست

مقدمہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کی پرورش فرمانے والا ہے، بڑا مہربان نہایت رحم فرمانے والا ہے، روزِ جزا کا مالک ہے (سورۃ الفاتحہ: 2تا4)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّوْرَ ۖ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ (1)

سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے آسمان اور زمین بنائے اور اندھیرا اور اجالا بنایا، پھر بھی یہ کافر اوروں کو اپنے رب کے ساتھ برابر ٹھہراتے ہیں۔

{الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ} [الإسراء: 111]

اور کہہ دو سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس کی نہ کوئی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کا سلطنت میں شریک ہے اور نہ کوئی کمزوری کی وجہ سے اس کا مددگار ہے، اور اس کی بڑائی بیان کرتے رہو۔

وَاللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَاللَّهُ أَكْبَرُ، اللَّهُ أَكْبَرُ، وَلِلَّهِ الْحَمْدُ، اللَّهُ أَكْبَرُ كَبِيرًا، وَالْحَمْدُ لِلَّهِ كَثِيرًا، وَسُبْحَانَ اللَّهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا.

{الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجَا – قَيِّمًا لِيُنْذِرَ بَأْسًا شَدِيدًا مِنْ لَدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا حَسَنًا – مَاكِثِينَ فِيهِ أَبَدًا –

وَيُنْذِرَ الَّذِينَ قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا – مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ وَلَا لِآبَائِهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا} [الكهف: 1 – 5]

سب تعریف اللہ کے لیے جس نے اپنے بندہ پر کتاب اتاری اور اس میں ذرا بھی کجی نہیں رکھی۔ ٹھیک اتاری تاکہ اس سخت عذاب سے ڈرائے جو اس کے ہاں ہے اور ایمان داروں کو خوشخبری دے جو اچھے کام کرتے ہیں کہ ان کے لیے اچھا بدلہ ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور انہیں بھی ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے۔ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ان کے باپ دادا کے پاس تھی، کیسی سخت بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے، وہ لوگ بالکل جھوٹ کہتے ہیں۔

{الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْآخِرَةِ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ – يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا وَهُوَ الرَّحِيمُ الْغَفُورُ} [سبأ: 1 – 2]

سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے اور آخرت میں بھی اسی کے لیے سب تعریف ہے، اور وہ حکمت والا خبردار ہے۔ وہ جانتا ہے جو زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو اس میں سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے نازل ہوتا ہے اور جو اس میں چڑھتا ہے، اور وہ نہایت رحم والا بخشنے والا ہے

{الْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا أُولِي أَجْنِحَةٍ مَثْنَى وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ – مَا يَفْتَحِ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنْ بَعْدِهِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ} [فاطر: 1 – 2]

سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے فرشتوں کو رسول بنانے والا ہے جن کے دو دو تین تین چار چار پر ہیں، وہ پیدائش میں جو چاہے زیادہ کر دیتا ہے، بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ

بندوں کے لیے جو رحمت کھولتا ہے اسے کوئی بند نہیں کر سکتا، اور جسے وہ بند کر دے تو اس کے بعد کوئی کھولنے والا نہیں، اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، وہ ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے والا ہے جسے نہ اونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند۔

{لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ} [البقرة: 255]

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے سب اسی کا ہے، ایسا کون ہے جو اس کی اجازت کے سوا اس کے ہاں سفارش کر سکے، تمام حاضر اور غائب حالات کو جانتا ہے، اور سب اس کی معلومات میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا کہ وہ چاہے، اس کی کرسی سب آسمانوں اور زمین پر حاوی ہے، اور اللہ کو ان دونوں کی حفاظت کچھ گراں نہیں گزرتی، اور وہی سب سے برتر عظمت والا ہے۔

الْأَحَدُ، الصَّمَدُ، الَّذِي لَمْ يَلِدْ، وَلَمْ يُولَدْ، وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ، الْأَوَّلُ، الْآخِرُ، الظَّاهِرُ، الْبَاطِنُ، الْمَلِكُ، الْقُدُّوسُ، السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ، الْمُهَيْمِنُ، الْعَزِيزُ، الْجَبَّارُ، الْمُتَكَبِّرُ، الْخَالِقُ، الْبَارِئُ، الْمُصَوِّرُ، لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى، يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ، وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔

وہ احد ہے، بے نیاز ہے، نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا، اور نہ ہی کوئی اس کا ہمسر ہے۔ وہ اول ہے، وہ آخر ہے، وہ ظاہر ہے، وہ پوشیدہ ہے، وہ بادشاہ ہے، وہ پاک ہے، امن دینے والا ہے، امان دینے والا ہے، نگہبان ہے، زبردست ہے، جبروت والا ہے، بڑائی والا ہے، پیدا کرنے والا ہے، تخلیق کرنے والا ہے، صورت گر

ہے، اچھے اچھے نام اسی کے لیے ہیں۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کی تسبیح کرتے ہیں، اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں، اس نے انہیں ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے، اور گواہی کے لیے اللہ کافی ہے۔ اس نے انہیں قیامت سے پہلے سچائی کے ساتھ خوشخبری سنانے والا اور ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا، اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا۔ اس نے انہیں دونوں جہانوں جن اور انسان سب کی طرف بھیجا، خواہ وہ عرب ہوں یا عجمی، امی ہوں یا اہل کتاب، اور ان پر نازل کیا۔

{أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ ذَلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ} [الزمر: 23]

اللہ ہی نے بہترین کلام نازل کیا ہے یعنی کتاب باہم ملتی جلتی ہے (اس کی آیات) دہرائی جاتی ہیں جس سے خدا ترس لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں، پھر ان کی کھالیں نرم ہو جاتی ہیں اور دل یاد الٰہی کی طرف راغب ہوتے ہیں، یہی اللہ کی ہدایت ہے اس کے ذریعے سے جسے چاہے راہ پر لے آتا ہے، اور جسے اللہ گمراہ کر دے اسے راہ پر لانے والا کوئی نہیں۔

یہ ایک ایسی کتاب ہے جسے اس نے نازل کیا تاکہ لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے ان کے رب کے حکم سے اور انہیں ہدایت بخشے:

{إِلَى صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ – اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ} [إبراهيم: 1 – 2]

غالب تعریف کیے ہوئے راستہ کی طرف۔ یعنی اللہ جس کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

اس کتاب کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے انہیں سیدھے راستے کی ہدایت فرمائی، اس کی راہ جو آسمانوں اور زمین میں ہر چیز کا مالک ہے، اور یہی وہ راستہ ہے ان لوگوں کا جن پر اللہ نے انعام فرمایا، یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کا۔ اور یہی اللہ کا وہ دین ہے جس پر اس سے پہلے بھی تمام رسولوں کو بھیجا گیا تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

{شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ} [الشورى: 13]

تمہارے لیے وہی دین مقرر کیا جس کا نوح کو حکم دیا تھا اور اسی راستہ کی ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے اور اسی کا ہم نے ابراھیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا، کہ اسی دین پر قائم رہو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔

وَقَالَ تَعَالَى: {يَاأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ – وَإِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ} [المؤمنون: 51 – 52]

اے رسولو! ستھری چیزیں کھاؤ اور اچھے کام کرو، بے شک میں جانتا ہوں جو تم کرتے ہو۔ اور بے شک یہ تمہاری جماعت ایک ہی جماعت ہے اور میں تم سب کا رب ہوں پس مجھ سے ڈرو۔

وَقَالَ فِي الْآيَةِ الْأُخْرَى: {وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ – فَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ} [المؤمنون: 52 – 53]

پھر انہوں نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لیا، ہر ایک جماعت اس ٹکڑے پر جو ان کے پاس ہے خوش ہونے والے ہیں۔

وَقَالَ تَعَالَى: {وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ} [الأنبياء: 25]

اور ہم نے تم سے پہلے ایسا کوئی رسول نہیں بھیجا جس کی طرف یہ وحی نہ کی ہو کہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں سو میری ہی عبادت کرو۔

وَقَالَ تَعَالَى: {وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اُعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُمْ مَنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ} [النحل: 36]

اور البتہ تحقیق ہم نے ہر امت میں یہ پیغام دے کر رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچو، پھر ان میں سے بعض کو اللہ نے ہدایت دی اور بعض پر گمراہی ثابت ہوئی، پھر ملک میں پھر کر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا۔

{أَنْزَلَ عَلَيْهِ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ، فَصَدَّقَ كِتَابُهُ مَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنْ كُتُبِ السَّمَاءِ، وَأَمَرَ بِالْإِيمَانِ بِجَمِيعِ الْأَنْبِيَاءِ، كَمَا قَالَ تَعَالَى: {قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَى وَعِيسَى وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ – فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ} [البقرة: 136 – 137]

کہہ دو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہم پر اتارا گیا اور جو ابراھیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر اتارا گیا اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا، ہم کسی ایک میں ان میں سے فرق نہیں کرتے، اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔ پس اگر وہ بھی ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تو وہ بھی ہدایت پا گئے، اور اگر وہ نہ مانیں تو وہی ضد میں پڑے ہوئے ہیں، سو تمہیں ان سے اللہ کافی ہے اور وہی سننے والا جاننے والا ہے۔

وہ اپنے سامنے موجود کتاب پر پورا انحصار کرتے تھے، اور یہ اصول ہر کتاب پر یکساں طور پر لاگو ہوتا تھا۔ وہ ہر کتاب کے لیے گواہ، حاکم اور امانت دار تھے، اور کتاب میں موجود صحیح خبروں کی مانند گواہی دیتے تھے۔

اور انہوں نے پہلی کتاب میں موجود دین کے بنیادی اصولوں اور جامع شریعتوں کو قائم کر دیا، وہ شریعتیں جن پر تمام رسول متفق تھے، جیسا کہ وہ وصایا جو سورۃ الانعام کے آخر، سورۃ الاعراف کے آغاز، سورۂ سبحان اور دیگر اسی نوعیت کی مکی سورہ جات میں بیان کی گئی ہیں۔

قَالَ تَعَالَى:

{قُلْ هَلُمَّ شُهَدَاءَكُمُ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ هَذَا فَإِنْ شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ — قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ — وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّى يَبْلُغَ أَشُدَّهُ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَى وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ — وَأَنَّ هَذَا صِرَا ـِي

مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ}

[الأنعام: 150 – 153]

ان سے کہہ دو کہ اپنے گواہ لاؤ جو اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ نے ان چیزوں کو حرام کیا ہے، پھر اگر وہ ایسی گواہی دیں تو تم ان کا اعتبار نہ کرنا، اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرنا جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے اور جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور وہ اوروں کو اپنے رب کے برابر کرتے ہیں۔ کہہ دو آؤ میں تمہیں سنا دوں جو تمہارے رب نے تم پر حرام کیا ہے، یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو، اور تنگدستی کے سبب اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، ہم تمہیں اور انہیں رزق دیں گے، اور بے حیائی کے ظاہر اور پوشیدہ کاموں کے قریب نہ جاؤ، اور ناحق کسی جان کو قتل نہ کرو جس کا قتل اللہ نے حرام کیا ہے، (اللہ) تمہیں یہ حکم دیتا ہے تاکہ تم سمجھ جاؤ۔ اور سوائے کسی بہتر طریقہ کے یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچے، اور ناپ اور تول کو انصاف سے پورا کرو، ہم کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے، اور جب بات کہو تو انصاف سے کہو اگرچہ رشتہ داری ہو، اور اللہ کا عہد پورا کرو، (اللہ نے) تمہیں یہ حکم دیا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اور بے شک یہی میرا سیدھا راستہ ہے سو اسی کا اتباع کرو، اور دوسرے راستوں پر مت چلو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے ہٹا دیں گے، (اللہ نے) تمہیں اسی کا حکم دیا ہے تاکہ تم پرہیز گار ہو جاؤ۔

وَقَالَ تَعَالَى:

{قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ – فَرِيقًا هَدَى وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ إِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيَاطِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ مُهْتَدُونَ – يَابَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا

وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ – قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ} [الأعراف: 29 – 32]

کہہ دو میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے، اور ہر نماز کے وقت اپنے منہ سیدھے کرو اور اس کے خالص فرمانبردار ہو کر اسے پکارو، جس طرح تمہیں پہلے پیدا کیا ہے اسی طرح دوبارہ پیدا ہو گے۔ ایک جماعت کو ہدایت دی اور ایک جماعت پر گمراہی ثابت ہو چکی، انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا دوست بنایا ہے اور خیال کرتے ہیں کہ وہ ہدایت پر ہیں۔ اے آدم کی اولاد تم مسجد کی حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو اور کھاؤ اور پیئو اور حد سے نہ نکلو، بے شک اللہ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ کہہ دو اللہ کی زینت کو کس نے حرام کیا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے واسطے پیدا کی ہے اور کس نے کھانے کی ستھری چیزیں (حرام کیں)، کہہ دو دنیا کی زندگی میں یہ نعمتیں اصل میں ایمان والوں کے لیے ہیں قیامت کے دن خالص انہیں کے لیے ہو جائیں گی، اسی طرح ہم آیتیں مفصل بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لیے جو سمجھتے ہیں۔

وَقَالَ تَعَالَى:

{وَقَضَى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا – وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا – رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا فِي نُفُوسِكُمْ إِنْ تَكُونُوا صَالِحِينَ فَإِنَّهُ كَانَ لِلْأَوَّابِينَ غَفُورًا – وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ وَالْمِسْكِينَ وَابْنَ السَّبِيلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا – إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا – وَإِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِنْ رَبِّكَ تَرْجُوهَا فَقُلْ لَهُمْ قَوْلًا مَيْسُورًا – وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَى عُنُقِكَ وَلَا

تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَحْسُورًا – إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا – وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا – وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَا إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا – وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهِ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا – وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّى يَبْلُغَ أَشُدَّهُ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا – وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا – وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا – وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا – كُلُّ ذَلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا – ذَلِكَ مِمَّا أَوْحَى إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتُلْقَى فِي جَهَنَّمَ مَلُومًا مَدْحُورًا} [الإسراء: 23 – 39]

اور تیرا رب فیصلہ کر چکا ہے اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو، اور اگر تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف بھی نہ کہو اور نہ انہیں جھڑکو اور ان سے ادب سے بات کرو۔ اور ان کے سامنے شفقت سے عاجزی کے ساتھ جھکے رہو اور کہو اے میرے رب جس طرح انہوں نے مجھے بچپن سے پالا ہے اسی طرح تو بھی ان پر رحم فرما۔ جو تمہارے دلوں میں ہے تمہارا رب خوب جانتا ہے، اگر تم نیک ہو گے تو وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے۔ اور رشتہ دار اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق دے دو اور مال کو بے جا خرچ نہ کرو۔ بے شک بے جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا ناشکر گزار ہے۔ اور اگر تجھے اپنے رب کے فضل کے انتظار میں کہ جس کی تجھے امید ہے منہ پھیرنا پڑے تو ان سے نرم بات کہہ دے۔ اور اپنا ہاتھ اپنی گردن کے ساتھ بندھا ہوا نہ رکھ اور نہ

اسے کھول دے بالکل ہی کھول دینا پھر تو پشیمان تہی دست ہو کر بیٹھ رہے گا۔ بے شک تیرا رب جس کے لیے چاہے رزق کشادہ کرتا ہے اور تنگ بھی کرتا ہے، بے شک وہ اپنے بندوں کو جاننے والا دیکھنے والا ہے۔ اور اپنی اولاد کو تنگ دستی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم انہیں بھی رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی، بے شک ان کا قتل کرنا بڑا گناہ ہے۔ اور زنا کے قریب نہ جاؤ، بے شک وہ بے حیائی ہے اور بری راہ ہے۔ اور جس جان کو قتل کرنا اللہ نے حرام کر دیا ہے اسے ناحق قتل نہ کرنا، اور جو کوئی ظلم سے مارا جائے تو ہم نے اس کے ولی کے واسطے اختیار دے دیا ہے لہٰذا قصاص میں زیادتی نہ کرے، بے شک اس کی مدد کی گئی ہے۔ اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر جس طریقہ سے بہتر ہو جب تک وہ اپنی جوانی کو پہنچے، اور عہد کو پورا کرو، بے شک عہد کی بازپرس ہو گی۔ اور ناپ تول کر دو تو پورا ناپو اور صحیح ترازو سے تول کر دو، یہ بہتر ہے اور انجام بھی اس کا اچھا ہے۔ اور جس بات کی تجھے خبر نہیں اس کے پیچھے نہ پڑ، بے شک کان اور آنکھ اور دل ہر ایک سے بازپرس ہو گی۔ اور زمین پر اتراتا ہوا نہ چل، بے شک تو نہ زمین کو پھاڑ ڈالے گا اور نہ لمبائی میں پہاڑوں تک پہنچے گا۔ ان میں سے ہر ایک بات تیرے رب کے ہاں ناپسند ہے۔ یہ اس حکمت میں سے ہے جسے تیرے رب نے تیری طرف وحی کیا ہے، اور اللہ کے ساتھ اور کسی کو معبود نہ بنا ورنہ تو ملزم مردود بنا کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

پس انبیاء اور مرسلین کا دین ایک ہی ہے، اگرچہ ہر ایک کے لیے تورات، انجیل اور قرآن میں ایک مخصوص شریعت اور طریقۂ عمل مقرر ہے، اور اسی مفہوم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: متفق علیہ حدیث میں، جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «ہم، اہلِ انبیاء، کا دین ایک ہی ہے، اور میں سب سے زیادہ حق دار ہوں حضرت عیسیٰ ابن مریم پر، کیونکہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں آیا۔»

پس مرسلین کا دین مشرکین اور بدعت کرنے والے فرقوں کے دین سے مختلف ہے، جنہوں نے اپنے دین کو بانٹ دیا اور گروہوں میں بٹ گئے۔

قَالَ تَعَالَى: {فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ – مُنِيبِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ – مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ} [الروم: 30 – 32]

سو تو ایک طرف کا ہو کر دین پر سیدھا منہ کیے چلا جا، اللہ کی دی ہوئی قابلیت پر جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی بناوٹ میں ردوبدل نہیں، یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر آدمی نہیں جانتے۔ اسی کی طرف رجوع کیے رہو اور اس سے ڈرو اور نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔ جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کئی فرقے ہو گئے، سب فرقے اسی سے خوش ہیں جو ان کے پاس ہے۔

وَقَالَ تَعَالَى: {وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ – يَاأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ – وَإِنَّ هَذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ – فَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ} [المؤمنون: 50 – 53]

اور ہم نے مریم کے بیٹے اور اس کی ماں کو نشانی بنایا تھا اور انہیں ایک ٹیلہ پر جگہ دی جہاں ٹھہرنے کا موقع اور پانی جاری تھا۔ اے رسولو! ستھری چیزیں کھاؤ اور اچھے کام کرو، بے شک میں جانتا ہوں جو تم کرتے ہو۔ اور بے شک یہ تمہاری جماعت ایک ہی جماعت ہے اور میں تم سب کا رب ہوں پس مجھ سے ڈرو۔ پھر انہوں

نے اپنے دین کو آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر لیا، ہر ایک جماعت اس ٹکڑے پر جو ان کے پاس ہے خوش ہونے والے ہیں۔

وَقَالَ تَعَالَى: {شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ} [الشورى: 13]

تمہارے لیے وہی دین مقرر کیا جس کا نوح کو حکم دیا تھا اور اسی راستہ کی ہم نے آپ کی طرف وحی کی ہے اور اسی کا ہم نے ابراھیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا، کہ اسی دین پر قائم رہو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا، جس چیز کی طرف آپ مشرکوں کو بلاتے ہیں وہ ان پر گراں گزرتی ہے، اللہ جسے چاہے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اسے راہ دکھاتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصی امتیازات عطا فرمائے، جن کے ذریعے آپ تمام انبیاء اور مرسلین سے ممتاز ہوئے، اور آپ کے لیے ایک شریعت اور ایک طریقۂ عمل مقرر فرمایا، جو سب شریعتوں میں بہترین اور سب مناہج میں کامل ترین ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی امت کو تمام انسانوں میں بہترین امت قرار دیا، حالانکہ امتوں کی تعداد ستر ہے، اور یہ سب سے بہتر اور سب سے معزز امت ہے، اللہ کے نزدیک تمام اقوام میں۔ اللہ نے انہیں اپنی کتاب اور اپنے رسول کے ذریعے ہدایت دی تاکہ وہ اس حق میں رہنمائی حاصل کریں جس میں ان سے پہلی امتیں اختلاف کرتی رہی تھیں، اور انہیں عدل و اعتدال کی بنیاد پر ایک وسط امت بنایا۔ یہی امت توحیدِ اللہ، اس کے

اسماء وصفات، رسولوں اور کتابوں پر ایمان، اور دین کے تمام شرائع میں اعتدال اختیار کرتی ہے، خواہ وہ حکم ہو یا نہی، حلال ہو یا حرام۔

پس اللہ تعالیٰ نے انہیں نیکی کے کام کرنے کا حکم دیا اور برائی سے روکا، ان کے لیے پاکیزہ چیزیں حلال کیں اور ناپاک چیزیں حرام قرار دیں۔ اس نے ان پر پاکیزہ اشیاء میں سے کوئی چیز حرام نہیں کی جیسا کہ یہودیوں پر حرام کی گئی تھی، اور ان کے لیے ناپاک چیزوں میں سے کچھ بھی حلال نہیں کی جیسا کہ نصاری نے حلال قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں طہارت و نجاست کے سلسلے میں بھی تنگ نہیں کیا جیسا کہ یہودیوں کے ساتھ کیا گیا، اور نہ ہی جنابت و نجاست کے معاملے میں ان پر سختی کی، جیسا کہ نصاری نے اپنی شریعت میں رفع کیا، جس کی وجہ سے وہ وضو یا غسل کے بغیر عبادت کرتے ہیں، اور نماز میں نجاست سے اجتناب نہیں کرتے۔ بلکہ ان کے بہت سے عبادت گزار ایسے ہیں جو نجاست کے مباشرت کو قرب واطاعت کا حصہ سمجھتے ہیں، یہاں تک کہ راہب کی فضائل میں کہا جاتا ہے: ''چالیس سال تک اس نے پانی کو ہاتھ نہیں لگایا۔'' اسی لیے انہوں نے ختنہ کو بھی ترک کر دیا۔ حالانکہ یہ شریعت حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام اور ان کے پیروکاروں کی شریعت ہی ہے۔

اور جب یہودیوں کے ہاں عورت حیض میں ہو، تو وہ نہ اس کے ساتھ کھاتے ہیں، نہ اس کے ساتھ پیتے ہیں، اور نہ کسی ایک گھر میں اس کے ساتھ بیٹھتے ہیں، جبکہ نصاری حیض والی عورت کے ساتھ مباشرت کو حرام نہیں سمجھتے۔

اور یہودی نجاست کو دور کرنے کی اہمیت نہیں دیتے تھے، بلکہ اگر ان کے کسی کپڑے کو نجاست لگ جائے تو وہ اسے قینچی سے کاٹ کر صاف کر لیتے تھے، جبکہ نصرانیوں کے ہاں کوئی چیز ایسی نہیں جسے نجس سمجھا جائے اور جس کا کھانا یا نماز میں شامل ہونا حرام ہو۔

اسی لیے مسلمان شریعت میں وسط و اعتدال اختیار کرنے والے ہیں؛ انہوں نے اپنی شریعت کے منسوخ ہونے کو اس لیے نہیں جھٹلایا کہ پرانی شریعت منسوخ ہو گئی، جیسا کہ یہودی کرتے ہیں، نہ ہی انہوں نے اپنی محکم شریعت میں کسی چیز کو بدل ڈالا، اور نہ ہی ایسی شریعت ایجاد کی جس کی اجازت اللہ تعالیٰ نے نہیں دی، جیسا کہ نصاری کرتے ہیں۔ نہ ہی انہوں نے انبیاء اور صالحین کے ساتھ غلو کیا، جیسا کہ نصاری کرتے ہیں، اور نہ ہی ان کے حقوق کو کم کیا، جیسا کہ یہودی کرتے ہیں۔ نہ ہی انہوں نے خالق سبحانہ و تعالیٰ کو مخلوق کی خصوصیات، نقائص یا کمزوریوں جیسے فقر، بخیل، یا عاجزی سے متصف قرار دیا، جیسا کہ یہودی کرتے ہیں، اور نہ ہی مخلوق کو خالق سبحانہ و تعالیٰ کی ایسی خصوصیات سے مزین سمجھا جو بے مثال ہیں، جیسا کہ نصاری کرتے ہیں۔ نہ ہی انہوں نے عبادت سے تکبر کیا، جیسا کہ یہودی کرتے ہیں، اور نہ ہی عبادت میں کسی کو شریک ٹھہرایا، جیسا کہ نصاری کرتے ہیں۔

اہلِ سنت والجماعت کا اسلام میں وہی مقام ہے جو اہلِ اسلام کا دیگر ادیان والوں میں ہے۔ پس وہ اللہ عزوجل کی صفات کے باب میں معتدل راستہ اختیار کرنے والے ہیں، جو نفی اور تعطیل کرنے والوں (جہمیہ و معتزلہ وغیرہ) اور تشبیہ و تمثیل دینے والوں (مجسمہ و مشبہہ وغیرہ) کے درمیان ایک متوسط جماعت ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا اثبات اسی طرح کرتے ہیں جس طرح اللہ نے اپنی ذات کے لیے انہیں ثابت کیا ہے اور جیسے اس کے رسولوں نے اس کی صفات بیان کی ہیں، بغیر کسی تعطیل (صفات کا انکار) اور تمثیل (مخلوق سے

تشبیہ) کے۔ یہ اس لیے کہ کمال کی صفات کا اثبات ہو اور اللہ تعالیٰ کو ہر اس چیز سے پاک قرار دیا جائے کہ اس کی صفات میں کوئی اس کا ہمسر یا مثل ہو۔ پس ان کا عقیدہ اثباتِ صفات بغیر تمثیل کے ہے اور تنزیہ (پاک قرار دینا) بغیر تعطیل کے ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ} (کوئی چیز بھی اس کی مثل نہیں ہے) جو تشبیہ و تمثیل دینے والوں کے رد میں ہے، اور پھر فرمایا: {وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ}(اور وہی خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے) جو تعطیل اور انکار کرنے والوں کے رد میں ہے۔

وَقَالَ تَعَالَىٰ: {قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ – اللَّهُ الصَّمَدُ – لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ – وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ} [الإخلاص: 1 – 4]

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: آپ کہہ دیجیے کہ وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے، نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا، اور نہ ہی کوئی اس کا ہمسر ہے۔

''صمد'' وہ بزرگ سردار ہے جو کمال کی تمام صفات کا مستحق ہے، اور ''احد'' وہ ہے جس کا کوئی ہمسر یا مثل نہیں۔ نیز وہ (اہل سنت والجماعت) اللہ عز وجل کے افعال کے باب میں بھی متوسط راستہ اختیار کرنے والے ہیں جو قدر کے منکر معتزلہ اور ان جبریہ کے درمیان ہیں جو اللہ کی حکمت، رحمت اور عدل کا انکار کرتے ہیں اور اللہ کے حکم و نہی، ثواب و عقاب کے مقابلے میں تقدیر کو حجت ٹھہراتے ہیں۔

(اسی طرح) وعدہ و وعید (ثواب و عقاب) کے باب میں بھی وہ (اہل سنت والجماعت) اعتدال کا راستہ اختیار کرتے ہیں، جو وعیدیہ (جیسے خوارج اور معتزلہ) کے موقف، جن کا یہ قول ہے کہ نافرمان مسلمان ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے، اور مرجئہ کے موقف، جو بعض وعیدوں (اللہ کے عذاب کی دھمکیوں) اور اس تفصیل کا انکار کرتے ہیں جو اللہ نے نیکوکاروں کو بدکاروں پر عطا فرمائی ہے، کے درمیان ہیں۔

(اہل سنت والجماعت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں بھی اعتدال کی راہ پر ہیں۔ یہ راستہ ان غالی لوگوں کے بیچ میں ہے جو ان میں سے بعض کو الوہیت یا نبوّت یا عصمت کا درجہ دیتے ہیں، اور ان تنکّر اور سختی اختیار کرنے والوں کے بیچ میں ہے جو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کافر یا فاسق کہتے ہیں۔ حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی اس اُمت کے افضل ترین افراد ہیں۔

اللہ سبحانہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام لوگوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ایسی نعمت عطا فرمائی، کیا ہی عظیم نعمت ہے!

قَالَ تَعَالَى {وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ} [الأنبياء: 107]

اور ہم نے تو تمہیں تمام جہان کے لوگوں کے حق میں رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

وَقَالَ تَعَالَى {أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا نِعْمَةَ اللَّهِ كُفْرًا} [إبراهيم: 28]

کیا تو نے انہیں نہیں دیکھا کہ جنہوں نے اللہ کی نعمت کے بدلے میں ناشکری کی اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں اتارا۔

وہ لوگ (یہودی و نصاریٰ وغیرہ) ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمانا اللہ تعالیٰ کی سب سے عظیم نعمت ہے جو اس نے اپنے بندوں پر کی۔ اللہ تعالیٰ نے آخری رسول، متقین کے امام اور تمام اولادِ آدم کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے وہ تمام فضائل جمع فرما دیے جو دیگر امتوں میں تقسیم تھے، اور اپنے فضل سے انہیں طرح طرح کی بزرگیوں سے مزید نوازا، بلکہ انہیں اپنی رحمت کا دوگنا حصہ عطا فرمایا، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ وہ تمہیں اپنی رحمت سے دوہرا حصہ دے گا اور تمہیں ایسا نور عطا کرے گا تم اس کے

ذریعہ سے چلو اور تمہیں معاف کر دے گا، اور اللہ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔ تاکہ اہلِ کتاب یہ نہ سمجھیں کہ (مسلمان) اللہ کے فضل میں سے کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے، اور یہ کہ فضل تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہے دے، اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔} [سورۃ الحدید: 28-29]

صحیحین (بخاری و مسلم) میں حضرت ابن عمر اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «بے شک تمہاری (دنیوی) مدت گزشتہ امتوں کے مقابلے میں اس قدر ہے جتنی عصر سے سورج غروب ہونے تک کا وقت ہے۔ اور تمہاری مثال اور یہود و نصاریٰ کی مثال ایسے ہے جیسے ایک شخص نے مزدور رکھے اور کہا: کون آدھے دن تک میرے لیے ایک ایک قیراط پر کام کرے گا؟ چنانچہ یہودیوں نے آدھے دن تک (ایک ایک قیراط پر) کام کیا۔ پھر اس نے کہا: کون آدھے دن سے لے کر عصر تک میرے لیے ایک ایک قیراط پر کام کرے گا؟ چنانچہ نصاریٰ نے آدھے دن سے لے کر عصر تک ایک ایک قیراط پر کام کیا۔ پھر اس نے کہا: کون عصر سے لے کر سورج غروب ہونے تک دو دو قیراط پر کام کرے گا؟ سنو! تم وہ لوگ ہو جو عصر سے لے کر سورج غروب ہونے تک کام کرتے ہو۔ سنو! تمہارے لیے اجر دوگنا ہے۔ اس پر یہود و نصاریٰ ناراض ہوئے اور کہنے لگے: ہم نے زیادہ کام کیا اور کم اجر ملا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں نے تمہارے حق میں سے کسی چیز میں تم پر ظلم کیا؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ تو میرا فضل ہے، جسے چاہوں دے دوں۔»

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کے لیے دین کو کامل کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے وقت میں مبعوث فرمایا جب رسولوں کے آنے کا سلسلہ موقوف تھا، کفر کا غلبہ تھا اور راہِ ہدایت کے نشانات مٹ چکے تھے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ایمان کے دھندلائے ہوئے نشانات کو پھر سے زندہ کیا، بتوں، آگ اور صلیب کے پجاریوں سمیت مشرکین کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے قلع قمع کیا گیا، شک وشبہ میں مبتلا اہل کتاب کے کافروں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ذلیل کیا گیا، اپنے پسندیدہ دین کے مینارے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے قائم کیے، اپنے برگزیدہ اور چنے ہوئے بندوں کا ذکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بلند کیا، وہ کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ظاہر کیا جو اہل کتاب کے ہاں مخفی تھا، اور جس چیز میں انہوں نے راہِ صواب سے انحراف کیا تھا اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے واضح فرمایا، تورات، زبور اور انجیل کی سچائی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ثابت کیا اور ان سے تحریف و تبدیلی کے باطل اضافات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے دور کیا۔

یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا طریقہ اور سنت رہی ہے کہ رسولوں کو مسلسل بھیجتا رہا اور انہیں تمام مخلوق تک عام کرتا رہا، یہاں تک کہ ہر امت میں ایک رسول بھیجا تا کہ اپنی ہدایت اور اپنی حجت قائم کر دے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اور ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا (یہ پیغام دے کر) کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔} [سورۃ النحل: 36]

وَقَالَ تَعَالَى: {إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ} [فاطر: 24]

بے شک ہم نے آپ کو سچا دین دے کر خوشخبری اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، اور کوئی امت نہیں گزری مگر اس میں ایک ڈرانے والا گزر چکا ہے۔

وَقَالَ تَعَالَى: {ثُمَّ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَى} [المؤمنون: 44]

پھر ہم اپنے رسول لگاتار بھیجتے رہے۔

وَقَالَ تَعَالَى: {إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَوْحَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَى وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا – وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا – رُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا} [النساء: 163 – 165]

ہم نے تیری طرف وحی بھیجی جیسے ہم نے وحی بھیجی نوح پر اور ان نبیوں پر جو اس کے بعد آئے، اور ہم نے وحی بھیجی ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان پر، اور ہم نے داؤد کو زبور دی۔ اور (ہم نے بھیجے) ایسے رسول جن کا حال اس سے پہلے ہم تمہیں سنا چکے ہیں اور ایسے رسول جن کے متعلق ہم نے تمہیں نہیں بتایا، اور اللہ نے موسیٰ سے خاص طور پر کلام فرمایا۔ (ہم نے بھیجے) پیغمبر خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تاکہ ان لوگوں کا اللہ پر پیغمبروں کے بعد الزام نہ رہے، اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

اور جب حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِّي هُدًى فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَى – وَمَنْ أَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنْكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَى – قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيرًا – قَالَ كَذَلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيتَهَا وَكَذَلِكَ الْيَوْمَ تُنْسَى – وَكَذَلِكَ نَجْزِي مَنْ أَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِآيَاتِ رَبِّهِ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَشَدُّ وَأَبْقَى} [طه: 123 – 127]

فرمایا تم دونوں یہاں سے نکل جاؤ، تم میں سے ایک دوسرے کا دشمن ہے، پھر اگر تمہیں میری طرف سے ہدایت پہنچے، پھر جو میری ہدایت پر چلے گا تو گمراہ نہیں ہوگا اور نہ تکلیف اٹھائے گا۔ اور جو میرے ذکر سے منہ پھیرے گا تو اس کی زندگی بھی تنگ ہوگی اور اسے قیامت کے دن اندھا کر کے اٹھائیں گے۔ کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا حالانکہ میں بینا تھا۔ فرمائے گا اسی طرح تیرے پاس ہماری آیتیں پہنچی تھیں پھر تو نے انھیں بھلا دیا تھا، اور اسی طرح آج تو بھی بھلا یا گیا ہے۔ اور اسی طرح ہم بدلہ دیں گے جو حد سے نکلا اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہیں لیا، اور البتہ آخرت کا عذاب بڑا سخت اور دیر پا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دوزخ والوں کے بارے میں فرمایا: **{كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ – قَالُوا بَلَى قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ – وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ} [الملك: 8 – 10]**

جب اس میں ایک گروہ ڈالا جائے گا تو ان سے دوزخ کے داروغہ پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔ وہ کہیں گے ہاں بے شک ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا پر ہم نے جھٹلا دیا اور کہہ دیا کہ اللہ نے کچھ بھی نازل نہیں کیا، تم خود بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔ اور کہیں گے کہ اگر ہم نے سنا یا سمجھا ہوتا تو ہم دوزخیوں میں نہ ہوتے۔

وَقَالَ تَعَالَى: {وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا} [الإسراء: 15]

اور ہم عذاب نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو نہیں بھیج لیتے۔

وَقَالَ تَعَالَى: {يَامَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي وَيُنْذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا قَالُوا شَهِدْنَا عَلَى أَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ

كَانُوا كَافِرِينَ – ذَلِكَ أَنْ لَمْ يَكُنْ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَى بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا غَافِلُونَ} [الأنعام: 130 – 131]

اے جنوں اور انسانوں کی جماعت! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے تھے جو تمہیں میرے احکام سناتے تھے اور وہ تمہیں ڈراتے تھے اس دن کی ملاقات سے، کہیں گے ہم اپنے گناہ کا اقرار کرتے ہیں، اور انہیں دنیا کی زندگی نے دھوکہ دیا ہے اور اپنے اوپر گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے۔ یہ اس لیے ہوا کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم کرنے کے باوجود ہلاک نہیں کیا کرتا اس حال میں کہ وہ بے خبر ہوں۔

فصل: تمام انبیاء کا دین ایک ہی ہے اور وہ اسلام ہے۔ وہ دین جو اللہ نے اپنے لیے پسند فرمایا ہے وہ دینِ اسلام ہے

وہ اس کا پسندیدہ دین جو اس نے اپنے لیے پسند فرمایا ہے وہ دینِ اسلام ہے، جس پر چلانے کے لیے اللہ نے اگلے اور پچھلے تمام رسول بھیجے، وہ کسی کا بھی دین قبول نہیں کرتا، خواہ وہ اگلے ہوں یا پچھلے، سوائے اسلام کے۔

وہی دین تمام انبیاء اور ان کے پیروکاروں کا دین ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حواریوں تک کے بارے میں اس کی خبر دی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

{وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يَاقَوْمِ إِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَقَامِي وَتَذْكِيرِي بِآيَاتِ اللَّهِ فَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُونِ – فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ} [يونس: 71 – 72]

اور انہیں نوح کا حال سنا، جب اس نے اپنی قوم سے کہا کہ اے قوم! اگر تمہیں میرا تم لوگوں میں رہنا اور اللہ کی آیتوں سے نصیحت کرنا ناگوار ہو تو میں اللہ پر بھروسہ کرتا ہوں، اب تم سب مل کر اپنا کام مقرر کرو اور اپنے شریکوں کو جمع کرو پھر تمہیں اپنے کام میں شبہ نہ رہے تو پھر وہ کام میرے ساتھ کر گزرو اور مجھے مہلت نہ دو۔ پھر اگر منہ پھیرو تو میں نے تم سے کچھ معاوضہ نہیں مانگا، میرا معاوضہ اللہ پر ہے، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ فرمانبرداروں میں سے رہوں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: **{وَمَنْ يَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهُ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ – إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ – وَوَصَّى بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يَابَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَى لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ} [البقرة: 130 – 132]**

کون ہے جو ملت ابراہیمی سے روگردانی کرے سوائے اس کے جو خود ہی احمق ہو، اور ہم نے تو اسے دنیا میں بھی بزرگی دی تھی، اور بے شک وہ آخرت میں بھی اچھے لوگوں میں سے ہوگا۔ جب اسے اس کے رب نے کہا فرمانبردار ہو جا تو کہا میں جہانوں کا پروردگار کا فرمانبردار ہوں۔ اور اسی بات کی ابراہیم اور یعقوب نے بھی اپنے بیٹوں کو وصیت کی کہ اے میرے بیٹو بے شک اللہ نے تمہارے لیے یہ دین چن لیا سو تم ہرگز نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف الصدیق علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

{رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَلِيِّي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ} [يوسف: 101]

اے میرے رب! تو نے مجھے کچھ حکومت دی ہے اور مجھے خوابوں کی تعبیر کا علم بھی سکھلایا ہے، اے آسمانو ں اور زمین کے بنانے والے! دنیا اور آخرت میں تو ہی میرا کارساز ہے، تو مجھے اسلام پر موت دے اور مجھے نیک بختوں میں شامل کر دے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

{يَاقَوْمِ إِنْ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللَّهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا إِنْ كُنْتُمْ مُسْلِمِينَ} [يونس: 84]

موسیٰ نے کہا اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو اسی پر بھروسہ کرو اگر تم فرمانبردار ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ساحروں کے بارے میں خبر دی کہ انہوں نے فرعون سے کہا:

{وَمَا تَنْقِمُ مِنَّا إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِآيَاتِ رَبِّنَا لَمَّا جَاءَتْنَا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَتَوَفَّنَا مُسْلِمِينَ} [الأعراف: 126]

اور تمہیں ہم سے یہی دشمنی ہے کہ ہم نے اپنے رب کی نشانیوں کو مان لیا جب وہ ہمارے پاس آئیں، اے ہمارے رب! ہمارے اوپر صبر ڈال اور ہمیں مسلمان کرکے موت دے۔

اللہ تعالیٰ نے یمن کی ملکہ بلقیس کے بارے میں فرمایا:

{رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ} [النمل: 44]

اے میرے رب میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا تھا اور میں سلیمان کے ساتھ اللہ کی فرمانبردار ہوئی جو سارے جہاں کا رب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے انبیاء کے بارے میں فرمایا:

{إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا} [المائدة: 44]

ہم نے تورات نازل کی کہ اس میں ہدایت اور روشنی ہے، اس پر اللہ کے فرمانبردار پیغمبر یہود کو حکم کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا:

{فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ آمَنَّا بِاللَّهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ} [آل عمران: 52]

جب عیسیٰ (علیہ السلام) نے بنی اسرائیل کا کفر معلوم کیا تو کہا کہ اللہ کی راہ میں میرا کون مدد گار ہے؟ حواریوں نے کہا ہم اللہ کے دین کی مدد کرنے والے ہیں، ہم اللہ پر یقین لائے، اور تو گواہ رہ کہ ہم فرمانبردار ہونے والے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فریا:

{وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي وَبِرَسُولِي قَالُوا آمَنَّا وَاشْهَدْ بِأَنَّنَا مُسْلِمُونَ} [المائدة: 111]

اور جب میں نے حواریوں کے دل میں ڈال دیا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ تو کہنے لگے کہ ہم ایمان لائے اور تو گواہ رہے کہ ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں۔

پس یہی دین اگلے اور پچھلے تمام انبیاء اور ان کے پیروکاروں کا دین ہے، یعنی دینِ اسلام۔ اور وہ صرف اللہ کی عبادت کرنا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ اور ہر زمان و مکان میں اللہ تعالیٰ کی عبادت اس کے رسولوں علیہم السلام کی اطاعت کے ذریعے ہی ہوتی ہے۔

جو شخص اللہ کی عبادت ان کے رسولوں لائے ہوئے طریقے کے خلاف کرے، وہ در حقیقت اس کا عبادت گزار نہیں ہو سکتا، جیسے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا:

{أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ} [الشورى: 21]

کیاان کے اور شریک ہیں جنہوں نے ان کے لیے دین کا وہ طریقہ نکالا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی۔

اس کا مومن وہی ہو سکتا ہے جو اس کے رسولوں کی اطاعت کے ذریعے اس کی عبادت کرے۔ اور اس کا مومن اور عبادت گزار وہی ہو سکتا ہے جو تمام رسولوں پر ایمان لائے اور جس رسول کی طرف اسے بھیجا گیا اس کی اطاعت کرے۔ پس ہر رسول کی اطاعت اس وقت تک واجب رہے گی جب تک اس کے بعد کوئی رسول نہ آجائے، تو پھر اطاعت دوسرے رسول کے لیے ہو گی۔

اللہ تعالیٰ نے فریا:

{وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ} [النساء: 64]

اور ہم نے کبھی کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسی واسطے کہ اللہ کے حکم سے اس کی تابعداری کی جائے۔

جس نے رسولوں میں فرق کیا(یعنی بعض کو مانا اور بعض کو نہیں)۔

جس نے اس کے رسولوں میں تفریق کی اور بعض پر ایمان لایا اور بعض کا انکار کیا، وہ کافر ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا – أُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا – وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ أُولَئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أُجُورَهُمْ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا} [النساء: 150 – 152]

بے شک ایسے لوگ جو اللہ اور اس کے رسولوں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان فرق رکھیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعضوں پر ایمان لائے ہیں اور بعضوں کے منکر ہیں اور چاہتے ہیں کہ کفر اور ایمان کے درمیان ایک راہ نکالیں۔ ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں، اور ہم نے کافروں کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور رسولوں پر اور ان (کو ماننے) میں فرق نہ کیا تو ان لوگوں کو اللہ جلد ان کے ثواب دے گا، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی رسول نہیں ہے، نہ ہی کوئی ایسا ہے جو دین کو از سر نو لائے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ دین کی تجدید کے لیے ایسے اسباب وذرائع قائم فرماتا رہتا ہے جو اس کے ظہور کا تقاضا کرتے ہیں، جیسا کہ اس نے کتاب میں اس کا وعدہ فرمایا ہے۔ ان (اسباب و ذرائع) کے ذریعے ایمان کے محاسن اور اس کی خوبیوں کو ظاہر کرتا ہے، کفر کی قباحتوں اور اس کے مفاسد کو پہچنواتا ہے۔

ایمان کے ظہور کے اسباب میں سے حق کے مخالفین کا ظہور

ایمان ودین کے ظہور، اور رسولوں کی خبروں کی حقیقت کو واضح کرنے کے سب سے بڑے اسباب میں سے ان کھلے باطل کے لوگوں کا ظہور ہے جو ان (رسولوں) کے مخالف ہیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ – وَلِتَ ْغَى إِلَيْهِ أَفْئِدَةُ الَّذِينَ َ يُؤْمِنُونَ بِا ٓخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوا مَا هُمْ مُقْتَرِفُونَ – أَفَغَيْرَ اللَّهِ أَبْتَغِي حَكَمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ

إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَ ّلًا وَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنَزَّلٌ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ – وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ ِدْقًا وَعَدْ ً مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ}

[ا ٔنعام: 112 – 115]

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے شر پسند آدمیوں اور جنوں کو دشمن بنایا جو کہ ایک دوسرے کو طمع کی باتیں فریب دینے کے لیے سکھاتے ہیں، اور اگر تیرا رب چاہتا تو یہ کام نہ کرتے، پس تو چھوڑ دے انہیں اور جو جھوٹ وہ بناتے ہیں۔ اور تاکہ ان طمع کی ہوئی باتوں کی طرف ان لوگوں کے دل مائل ہوں جنہیں آخرت پر یقین نہیں اور تاکہ وہ لوگ ان باتوں کو پسند کریں اور تاکہ وہ کریں جو (برے کام) وہ کر رہے ہیں۔ کیا میں اللہ کے سوا اور کسی کو منصف بناؤں حالانکہ اس نے تمہاری طرف ایک واضح کتاب اتاری ہے، اور جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ ٹھیک تیرے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہے، پس تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو۔ اور تیرے رب کی باتیں سچائی اور انصاف کی انتہائی حد تک پہنچی ہوئی ہیں، اس کی باتوں کو کوئی بدل نہیں سکتا، اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَالَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا – يَاوَيْلَتَى لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا – لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي وَكَانَ الشَّيْ َانُ لِلْإِنْسَانِ خَذُولًا – وَقَالَ الرَّسُولُ يَارَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا – وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ وَكَفَى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا} [الفرقان: 27 – 31]

اور اس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھائے گا کہے گا اے کاش میں بھی رسول کے ساتھ راہ چلتا۔ ہائے میری شامت! کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اسی نے تو نصیحت کے آنے کے بعد مجھے بہکا دیا، اور

شیطان تو انسان کو رسوا کرنے والا ہی ہے۔ اور رسول کہے گا اے میرے رب بے شک میری قوم نے اس قرآن کو نظر انداز کر رکھا تھا۔ اور ہم اسی طرح مجرموں کو ہر ایک نبی کا دشمن بناتے رہے ہیں اور ہدایت کرنے اور مدد کرنے کے لیے تیرا رب کافی ہے۔

یہ اس لیے کہ جب حق کا انکار کیا جاتا ہے اور اس کے مقابلے میں شبہات پیش کیے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ حق کی حمایت میں ایسی واضح نشانیاں اور دلائل قائم کر دیتا ہے جن کے ذریعے حق کو حق ثابت کرتا ہے اور باطل کو باطل۔ یہ اس طرح کہ وہ حق کے واضح دلائل و براہین کو ظاہر فرما دیتا ہے اس کے مقابلے میں پیش کیے گئے باطل حجج کی دھجیاں اڑا دیتا ہے۔

قرآن کا معاملہ یہ ہے کہ جب مشرکوں نے اس کو جھٹلایا اور ہر ممکن طریقے سے اسے باطل کرنے کی کوشش کی، حالانکہ اس نے انہیں پہلے اس جیسا لانے کی دعوت دی، پھر دس سورتیں لانے کی، پھر صرف ایک سورت لانے کی۔ یہ سب کچھ عقل رکھنے والوں کے لیے ان کی عاجزی و ناتوانی کی دلیل بن گیا کہ وہ کتنی ہی سعی اور مضبوط اسباب کے باوجود اس کا مقابلہ کرنے سے قاصر رہے۔ اگر وہ بغیر مخالفت اور باطل پر اصرار کے اس کی پیروی کرتے تو ان کی اس مخالفت پر قادر نہ ہونے کی دلیل واضح نہ ہوتی جس سے کامل حجت قائم ہوتی ہے۔

اسی طرح جب ساحروں نے موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کی تو اللہ نے ان کی لائی ہوئی چیز کو باطل کر دیا۔ یہ اس امر کی وضاحت تھی جس کے ذریعے اللہ تبارک و تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی لائی ہوئی چیز کی سچائی کو واضح فرما دیا۔ اور یہ ان فرقوں میں سے ہے جو انبیاء کی نشانیوں اور ان کے معجزوں کے درمیان ہیں، ان کے درمیان جو چیز ساحروں کے کرتبوں اور شیطان کے تصرفات سے مشابہت رکھتی ہے۔ بے شک ان دونوں

کے درمیان متعدد فرق ہیں، جن میں سے ایک وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان میں ذکر فرمایا: {هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ – تَنَزَّلُ عَلَى كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ} [الشعراء: 221 – 222]

کیا میں تمہیں بتاؤں کہ شیاطین کس پر اترتے ہیں؟ ہر جھوٹے گناہگار پر اترتے ہیں۔

ان میں سے ایکفرقوہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تحدی (چیلنج) کی آیتوں میں واضح فرمایا ہے، کہ انبیاء علیہم السلام کی نشانیوں (معجزات) کا اس جیسے سے، بلکہ اس سے بڑھ کر سے بھی، مقابلہ ممکن نہیں، نہ ہی کوئی شخص انہیں باطل کر سکتا ہے؛ برخلاف ساحروں اور شیاطین کے کرتبوں کے کہ ان کا ان جیسے سے یا ان سے زیادہ قوی سے مقابلہ ممکن ہے، اور انہیں باطل کیا جا سکتا ہے۔

حق کے دشمنوں کی جھوٹے دعووں کے ذریعے مخالفت

اسی طرح انبیاء کے دیگر دشمن جو مجرمین ہیں، خواہ وہ انسانوں میں سے ہوں یا جنوں میں سے، جو ایک دوسرے کو خوش نما باتیں سنا کر دھوکہ دیتے ہیں۔ جب وہ اپنے دلائل ظاہر کرتے ہیں جن سے وہ رسول کے دین کے مخالف اپنے دین کے حق میں دلیل پکڑتے ہیں، اس میں منقول و معقول کو ملا کر گمراہ کن رنگ چڑھاتے ہیں — تو یہ بھی ایمان کے ظہور کے اسباب میں سے ہیں، جس کے ظہور کا وعدہ اللہ نے پورے دین پر اسے غالب کرنے کا کیا ہے، اولاً بیان، حجت اور برہان کے ذریعے پھر تلوار، ہاتھ اور نیزے کے ذریعے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ وَرُسُلَهُ بِالْغَيْبِ إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ} [الحديد: 25]

البتہ ہم نے اپنے رسولوں کو نشانیاں دے کر بھیجا اور ان کے ہمراہ ہم نے کتاب اور ترازوئے (عدل) بھی بھیجی تاکہ لوگ انصاف کو قائم رکھیں، اور ہم نے لوہا بھی اتارا جس میں سخت جنگ کے سامان اور لوگوں کے فائدے بھی ہیں اور تاکہ اللہ معلوم کرے کہ کون اس کی اور اس کے رسولوں کی غائبانہ مدد کرتا ہے، بے شک اللہ بڑا زورآور غالب ہے۔

یہ ظہورِ ایمان ان آیات اور دلائل کے ذریعے ہوتا ہے جو اللہ تبارک و تعالیٰ قائم فرماتا ہے، جن کے ذریعے حق، باطل سے، خالی، بے بنیاد سے، ہدایت، گمراہی سے، سچ، محال سے، گمراہی، راہِ راست سے، صلاح، فساد سے، خطا، درستی سے ظاہر ہو جاتے ہیں۔ یہ مردوں کے لیے ایک آزمائش کی مانند ہے جو خبیث اور طیب میں تمیز کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **{مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَى مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّى يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ}** اللہ مسلمانوں کو اس حالت پر رکھنا نہیں چاہتا جس پر تم اب ہو جب تک کہ ناپاک کو پاک سے جدا نہ کردے۔[آل عمران: 179]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{الم - أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يُتْرَكُوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ - وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ - أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ أَنْ يَسْبِقُونَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ} [العنكبوت: 1 - 4]

ال مٓ۔ کیالوگ خیال کرتے ہیں یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لائے ہیں چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی۔اور جو لوگ ان سے پہلے گزر چکے ہیں ہم نے انہیں بھی آزمایا تھا، سو اللہ انہیں ضرور معلوم کرے گا جو سچے ہیں اور ان کو بھی جو جھوٹے ہیں۔ کیا وہ لوگ جو برے کام کرتے ہیں یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے قابو سے نکل جائیں گے، برا ہے جو فیصلہ کرتے ہیں۔

فتنہ امتحان اور آزمائش کو کہتے ہیں، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: {إِنْ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَاءُ وَتَهْدِي مَنْ تَشَاءُ} یہ سب تیری آزمائش ہے، جسے تو چاہے اس سے گمراہ کر دے اور جسے چاہے سیدھا رکھے[الأعراف: 155]

یعنی تیرا امتحان اور تیری آزمائش، جس کے ذریعے تو انہیں گمراہ کرتا ہے جنہوں نے رسولوں کی مخالفت کی، انہیں ہدایت دیتا ہے جنہوں نے ان کی پیروی کی۔

انسان کے لیے فتنہ سونے کے امتحان کی مانند ہے جب اسے آزمائش کی بھٹی میں ڈالا جاتا ہے۔ وہ فتنہ اچھے اور برے میں تمیز کرتا ہے۔ حق خالص سونے کی مانند ہے، جتنا اس کی آزمائش ہوتی ہے، اس کی خالصیت اور خوبی میں اضافہ ہوتا ہے۔ باطل ملاوٹ والے چمکدار دھات کی مانند ہے، جب اس کی آزمائش ہوتی ہے تو اس کا فساد ظاہر ہو جاتا ہے۔

دینِ حق یہ ہے کہ جب کوئی دیکھنے والا اس میں غور کرتا ہے اس کے بارے میں مناظرہ کرتا ہے تو اس پر براہین ظاہر ہو جاتے ہیں، اس سے یقین مضبوط ہوتا ہے، اور اس سے ایمان والوں کا ایمان بڑھتا ہے، اس کا نور اہلِ عالم کے سینوں میں چمکنے لگتا ہے۔

دینِ باطل یہ ہے کہ جب کوئی اس کے بارے میں جھگڑتا ہے اس کے جھکے ہوئے تنے کو سیدھا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے لوگ کھڑے کر دیتا ہے جو حق کو باطل پر دے مارتے ہیں۔

وہ حق اس باطل کو کچل دیتا ہے تو وہ نیست و نابود ہو جاتا ہے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس کا حامی احمق، جھوٹا اور بے وزن ہے۔ اس باطل میں قبح، فساد، حلول، اتحاد، تضاد، الحاد، کفر، گمراہی، جہل اور محال ناقابل قبول چیزیں ایسی ظاہر ہو جاتی ہیں جن کے ذریعے عام لوگوں پر یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اس کے پیروکار گمراہوں میں سے سب سے زیادہ گمراہ ہیں۔ یہاں تک کہ اس میں ایسا فساد ظاہر ہو جاتا ہے جسے اکثر بندے نہیں جانتے تھے۔ اس کی وجہ سے غفلت کی نیند سے وہ شخص بیدار ہو جاتا ہے جو گمراہی اور ہدایت میں تمیز نہیں کر سکتا تھا۔ علم وایمان کے ذریعے وہ شخص زندہ ہو جاتا ہے جس کا دل مردہ تھا وہ ان نعمت یافتہ لوگوں کی معروف بات کو نہیں پہچانتا تھا جن پر اللہ نے انعام کیا، یعنی نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور صالحین کو، اس منکر برائی کا انکار نہیں کرتا تھا جو اللہ کے غضب یافتہ اور گمراہ لوگوں کی صفت ہے۔ کیونکہ اللہ نے اپنی کتاب میں یہود و نصاریٰ کو جو عیب لگائے ہیں، جیسے خواہش کے خلاف حق کو جھٹلانا، اسے قبول کرنے سے تکبر کرنا، اہل حق سے حسد کرنا، ان پر ظلم کرنا، گمراہی کے راستے کی پیروی کرنا، بخل اور بزدلی دکھانا، دلوں کی سختی، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو مخلوق کی عیوب اور نقائص سے متصف کرنا، اس کی ان صفات کا انکار کرنا جو اس نے اپنے لیے بیان کی ہیں۔ جو کمال کی صفات ہیں خاص اسی کی ذات کے لیے ہیں جن میں کوئی مخلوق اس کی مثل نہیں، انبیاء و صالحین میں غلو کرنے رب العالمین کی عبادت میں شرک کرنے، حلول و اتحاد کا قول (کہنے) کے مانند ہیں جو بندہ مخلوق کو ہی رب العباد بنا دیتا ہے، اور دین کے اعمال میں انبیاء و مرسلین کی شریعت سے نکل جانے، محض دل کی خواہش، ذوق و وجد پر دین میں عمل کرنے کا، بغیر اس علم کی پیروی کے

جو اللہ نے اپنی واضح کتاب میں نازل فرمایا ہے، علماء وعبادت گزاروں کے بڑوں کو ایسے رب بنا لینے کا جن کی پیروی اس دین میں کی جائے جو انہوں نے خود گھڑ لیا ہو جو انبیاء علیہم السلام کے دین کے خلاف ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ}انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ کے سوا خدا بنا لیا ہے اور مسیح مریم کے بیٹے کو بھی، حالانکہ انہیں حکم یہی ہوا تھا کہ ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔ [التوبة: 31]

صریح عقل اور صحیح منقول کے مخالف ہونے کے باوجود، اسے الٰہی نزول یا قدسی کشفیں سمجھا جائے، حالانکہ وہ مردود شیطان کے وسوسوں میں سے ہو، یہاں تک کہ اس کا مالک ان لوگوں میں سے ہو جائے جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا: {وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ}اور کہیں گے کہ اگر ہم نے سنا یا سمجھا ہوتا تو ہم دوزخیوں میں نہ ہوتے۔[الملک: 10]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ}اور ہم نے دوزخ کے لیے بہت سے جن اور آدمی پیدا کیے ہیں، ان کے دل ہیں کہ ان سے سمجھتے نہیں، اور آنکھیں ہیں کہ ان سے دیکھتے نہیں، اور کان ہیں کہ ان سے سنتے نہیں، وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی گمراہی میں زیادہ ہیں۔ [الاعراف: 179]

اس کے علاوہ دیگر قسم کے بدعات اور گمراہیوں تک، جن کے ذریعے اللہ نے دونوں اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کو ملامت فرمایاہے۔ پس بے شک یہ وہ چیزیں ہیں جن سے اللہ نے اس بر گزیدہ امت کو ڈرایا ہے، اور جو کچھ ان (پچھلی امتوں) پر نازل ہوا اسے بصیرت والوں کے لیے عبرت کا سامان بنادیا۔

یہود و نصاریٰ کی بدعات کی پیروی سے ڈرانا

بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے کہ یہ بدعات اس امت کے بعض لوگوں میں واقع ہو کر رہیں گی، اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی خبر دی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہمیشہ ایک جماعت حق پر قائم رہے گی، انہیں ان کی مخالفت کرنے والا یا انہیں تنہا چھوڑنے والا کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا، یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔ اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت گمراہی پر جمع نہیں ہو گی، دوسری امتیں اس پر غالب نہیں آسکیں گی، بلکہ وہ ہمیشہ نصرت یافتہ اور اپنے ہدایت یافتہ، مددگار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتی رہے گی۔

لیکن اس میں ایسے لوگ ضرور ہوں گے جو یہود، نصاریٰ، رومیوں اور مجوسیوں کی راہوں کی پیروی کریں گے، جیساکہ صحیحین (بخاری و مسلم) میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «تم ضرور پہلی امتوں کی روشوں کی ایک ایک بال کے برابر پیروی کروگے، یہاں تک کہ اگر وہ (سامنے والے) گوہ کے بل میں گھسے تو تم بھی اس میں گھس جاؤ گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا یہود و نصاریٰ (مراد ہیں)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اور پھر کون؟»۔

صحیحین (بخاری و مسلم)ہی میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «میری امت پہلی امتوں کے نقش قدم پر ایک ایک بالشت اور ایک ایک ہاتھ برابر چلے گی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا فارس اور روم (مراد ہیں)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں میں سے ہیں تو وہی ہیں»۔

اسلام ظاہر کرنے والوں میں منافق بھی ہوں گے، منافق جہنم کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے، یہود و نصاریٰ کے بھی نیچے۔ اس لیے یہودیوں اور عیسائیوں کو اللہ نے جن باتوں پر ملامت کی ہے، وہ اسلام سے منسوب ایسے منافقوں میں بھی پائی جاسکتی ہیں جو ظاہر میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہر چیز پر ایمان کا اظہار کرتے ہیں باطن میں اس کے خلاف ہوتے ہیں، جیسے باطنیہ کے ملحد ہیں، ان لوگوں کا تو ذکر ہی کیا جو ان میں سے کھلم کھلا الحاد کا اظہار کرتے ہیں۔

یہ بعض باتیں اہل بدعت میں بھی پائی جاتی ہیں، ان لوگوں میں سے جو باطن و ظاہر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمومِ رسالت کا اقرار کرتے ہیں، لیکن ان پر بھی وہی بعض باتیں مشتبہ ہو گئیں جو ان (پچھلی قوموں) پر مشتبہ ہوئی تھیں، چنانچہ انہوں نے متشابہ کی پیروی کی اور محکم کو چھوڑ دیا، جیسے خوارج اور دیگر اہلِ ہوا و ہوس۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفات میں مخلوقات کے ساتھ اس کے اتحاد کے قول میں نصاریٰ نے جو گمراہی اختیار کی ہے، اس میں ان کے ساتھ ان اہل بدعت میں سے بہت سے لوگ شریک ہیں، بلکہ ملحدین میں سے تو ایسے بھی ہیں جو نصاریٰ سے بھی زیادہ گمراہ ہیں۔

حلول واتحاد کی دو قسمیں ہیں: ایک عام اور دوسرا خاص۔

عام وہ ہے جیسے وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ اپنی ذات کے ساتھ ہر جگہ موجود (حلول) ہے، یا اس کا وجود مخلوقات کے وجود ہی کا نام ہے۔

خاص وہ ہے جیسے وہ لوگ جو بعض اہل بیت، جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ میں حلول واتحاد کا عقیدہ رکھتے ہیں، مثال کے طور پر نصیریہ اور ان جیسے دوسرے، یا بعض ایسے لوگوں میں جو اہل بیت سے منسوب ہیں، جیسے حاکم وغیرہ، مثال کے طور پر دروزاوران جیسے دوسرے۔ یا بعض ایسے لوگوں میں جنہیں شیخ سمجھا جاتاہے، جیسے حلاجیہ اوران جیسے دوسرے۔

جس نے عام حلول واتحاد کا قول کیا، اس کی گمراہی نصاریٰ کی گمراہی سے بھی زیادہ وسیع اور عام ہے۔ اسی طرح جس نے بنی آدم کی روحوں، یاان کے اعمال، یاان کی باتوں، یاان کی آوازوں، یاان کے مصاحف کے سیاہی، یااس جیسی چیزوں کے قدیم ہونے کا قول کیا، تواس کے قول میں نصاریٰ کے قول کاایک حصہ موجود ہے۔

نصاریٰ کے دین کی حقیقت اوراس کے بطلان (باطل ہونے) کو جاننے کے ذریعے، اہلِ الحاد وبدعت کے ان اقوال کابطلان بھی معلوم ہو جاتاہے جوان (نصاریٰ) کے اقوال سے مشابہ ہیں۔

جب ایمان اور قرآن کانور آتاہے تواللہ اس کے ذریعے ہراس چیز کومٹادیتاہے جواس کے مخالف ہو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا}اور کہہ دو کہ حق آیااور باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے ہی والا تھا۔[الِاسراء: 81]

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حق کی فضیلتوں اور خوبیوں میں سے ایسی چیزوں کو واضح فرمادیا جن کے ذریعے وہ حق ثابت اور قائم ہونے کا مستحق ٹھہرا۔

کتاب کی تالیف کا سبب

دین کی نصرت اور اس کے ظہور کے اسباب میں سے یہ بھی تھا کہ قبرص سے ایک کتاب موصول ہوئی جس میں نصاریٰ کے دین کے حق میں ایسی دلیلیں تھیں جن سے ان کے دین کے علما اور ان کی ملت کے فضلا قدیم وجدید دونوں زمانوں میں حجت کرتے ہیں، خواہ وہ سمعی (نقلی) ہوں یا عقلی۔ پس اس بات نے تقاضا کیا کہ ہم ایسا جواب ذکر کریں جس سے فیصلہ کن بات واضح ہو خطا و صواب میں تمیز ہو سکے؛ تاکہ صاحبانِ عقل اس سے مستفید ہوں اور وہ میزان و کتاب (حق و باطل کی پیمائش اور فرق) ظاہر ہو جس کے ساتھ اللہ نے اپنے رسول بھیجے ہیں۔

میں (مصنف) ان (نصاریٰ) کے ذکر کردہ اقوال کو ان ہی کے الفاظ میں بعینہٖ فصل در فصل بیان کرتا ہوں، اور ہر فصل کے بعد اس کے مناسب جواب کو اصولاً و فروعاً، اور عقداً و حلاً (یعنی مسئلہ کی بندش اور اس کے حل کے طور پر) بیان کرتا ہوں۔

جو کچھ انہوں نے اس کتاب میں ذکر کیا ہے وہ ان کی وہ بنیادی دلیل ہے جس پر ان کے علما اس زمانے میں اور اس زمانے سے پہلے اعتماد کرتے رہے ہیں، اگرچہ حالات کے مطابق بعض دوسروں پر کچھ اضافے بھی کر سکتے ہیں۔ کیونکہ ہم نے یہ پایا ہے کہ وہ اس رسالے پر اس (زمانے) سے پہلے بھی اعتماد کرتے تھے، ان کے علما آپس میں اسے نقل کرتے تھے، اس کی قدیم نقلیں موجود ہیں، یہ پولس راہب، صیدا کے انطاکی اسقف کی طرف منسوب ہے، اس نے اسے اپنے ایک دوست کے نام لکھا تھا، اس کی عیسائیت کی نصرت میں دیگر تصانیف بھی ہیں۔ ذکر کیا جاتا ہے کہ جب وہ روم، قسطنطنیہ، ملاوطہ (ملاطیہ) کے علاقوں اور بعض فرنگی و

رومی علاقوں کی سفر پر گیاان خطوں کے معزز لوگوں، فضلا اور علماء سے ملاان سے مکالمہ کیا تو اس نے اس رسالے کی بہت تعریف کی اور اس کا نام رکھا: ''المنطقیہ الدولہ خانی المبرہن عن الاعتقاد الصحیح والرأی المستقیم'' (یعنی عقلی اور منطقی انداز میں صحیح عقیدہ اور راست رائے پر دلالت کرنے والی کتاب)۔

پولس کے رسالے میں کیے گئے دعوؤں کا خلاصہ

اس رسالے کا مواد چھ فصلوں پر مشتمل ہے:

پہلی فصل: ان کا دعویٰ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان (اہل کتاب) کی طرف نہیں بلکہ جاہلیت کے دور کے عربوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے، اور ان کا دعویٰ ہے کہ قرآن میں اس پر دلالت کرنے والی آیات موجود ہیں عقل بھی اسی کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

دوسری فصل: ان کا دعویٰ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن میں ان کے اس دین کی تعریف کی ہے جس پر وہ (اب) ہیں، اس کی اس طرح تعریف کی ہے جس نے ان کے لیے اس پر قائم رہنا لازم کر دیا ہے۔

تیسری فصل: ان کا دعویٰ ہے کہ متقدمین انبیاء کی نبوتوں، جیسے تورات، زبور، انجیل اور دیگر نبوتوں نے ان کے اس دین کی گواہی دی ہے جس پر وہ (اہل کتاب) ہیں – اقانیم، تثلیث اور اتحاد وغیرہ کے اعتبار سے – کہ وہ حق اور درست ہے، لہٰذا اس پر مضبوطی سے قائم رہنا واجب ہے اس سے ہٹنا جائز نہیں جب تک کہ اسے منسوخ کرنے والی کوئی شرعی دلیل یا اسے رد کرنے والی کوئی عقلی دلیل موجود نہ ہو۔

چوتھی فصل: اس میں ان دعووں کو عقلی دلائل کے ساتھ ثابت کرنا ہے، یہ کہ جس تثلیث پر وہ قائم ہیں وہ عقلی نظر اور منقول شرع دونوں سے ثابت ہے، یہ دعویٰ اصولوں کے موافق ہے۔

پانچویں فصل: ان کا دعویٰ ہے کہ وہ موحد (ایک اللہ کے قائل) ہیں، ان الفاظ کے بارے میں معذرت جو وہ بولتے ہیں جن سے خداؤں کی کثرت ظاہر ہوتی ہے، جیسے اقانیم کے الفاظ۔ کیونکہ یہ بھی انہی قسم کے الفاظ میں سے ہے جو مسلمانوں کے ہاں ان نصوص میں ہیں جن سے تشبیہ و تجسیم ظاہر ہوتا ہے۔

چھٹی فصل: یہ کہ مسیح علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے بعد انتہائی کمال کے ساتھ آئے، لہٰذا نہایت و کمال کے بعد ایسی شریعت کی ضرورت نہیں جو انتہا سے بڑھ کر ہو، بلکہ اس کے بعد آنے والی شریعت غیر مقبول ہو گی۔

مصنف کا طریقہ کار: ان کے باطل دعوؤں کا رد

ہم ـــــ اللہ کا شکر اور احسان ہے ـــــ یہ واضح کریں گے کہ ان کی ہر وہ دلیل خواہ سمعی (نقلی) ہو جو قرآن سے لی گئی ہو، یا قرآن سے پہلے کی کتابوں سے، یا عقلی ہو، ان میں سے کسی میں بھی ان کے لیے کوئی حجت نہیں ہے۔ بلکہ تمام کتابیں قرآن اور عقل کے ساتھ مل کر ان پر حجت ہیں، ان کے لیے نہیں۔ بلکہ عام طور پر جو کچھ وہ انبیاء کے نصوص اور عقلی دلائل سے دلیل لاتے ہیں، وہ خود ان پر حجت ہے، اس سے ان کے قول کا فساد ظاہر ہو جاتا ہے، نیز ان تمام دیگر نبوی نصوص اور عقلی پیمانوں سے بھی جو ان کے قول کو باطل کرتے ہیں۔

اسی طرح عام طور پر اہل بدعت جو کچھ اللہ عزوجل کی کتابوں سے دلیل لاتے ہیں، تو انہی نصوص میں ایسی شہادتیں موجود ہوتی ہیں جو واضح کرتی ہیں کہ ان کے لیے ان میں کوئی حجت نہیں، بلکہ وہی نصوص عین ان پر حجت ہیں، جیسا کہ اہل بدعت وہوا پرستوں دیگر اہل قبلہ کے رد میں اس کی مثالیں بیان کی گئی ہیں۔

بے شک عام طور پر اس قوم (نصاریٰ) کے پاس محض متشابہ الفاظ ہیں جن سے انہوں نے تمسک کیا ہے، اس گمان کی بنا پر کہ یہ ان کے موقف پر دلالت کرتی ہیں، وہ محکم، صریح اور واضح الفاظ سے ہٹ گئے ہیں، اس کے ساتھ ساتھ ان میں خواہشاتِ نفس بھی شامل ہیں۔

یہی حال اہلِ باطن (باطنیہ وغیرہ) کا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {**إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدَى**} وہ محض وہم اور اپنی خواہش کی پیروی کرتے ہیں، حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کے ہاں سے ہدایت آچکی ہے۔[النجم: 23]

وہ جہالت اور ظلم میں ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {**وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا – لِيُعَذِّبَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ وَيَتُوبَ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا**} اور اسے انسان نے اٹھا لیا، بے شک وہ بڑا ظالم بڑا نادان تھا۔ تاکہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور مومن مردوں اور مومن عورتوں پر مہربانی کرے، اور اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔[الاحزاب: 72 – 73]

مومن وہ ہیں جن پر اللہ نے جہالت اور ظلم سے توبہ قبول فرمائی۔ وہ انبیاء علیہم السلام کے پیروکار ہیں۔ بے شک انبیاء علیہم السلام علم اور عدل کے ساتھ مبعوث کیے گئے تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {**وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَى – مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى – وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى – إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى**} ستارے کی قسم ہے جب وہ ڈوبنے لگے۔ تمہارا رفیق نہ گمراہ ہوا ہے اور نہ بہکا ہے۔ اور نہ وہ اپنی خواہش سے کچھ کہتا ہے۔ یہ تو وحی ہے جو اس پر آتی ہے۔[النجم: 1 – 4]

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے یہ بات کھول کر واضح فرمادی کہ وہ نہ گمراہ ہے اور نہ جاہل، نہ ایسا بہکا ہوا ہے جو اپنی خواہشِ نفس کی پیروی کرتا ہو، نہ ہی وہ اپنی خواہش سے کچھ بولتا ہے؛ بلکہ اس کا ہر قول وحی ہے جو اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کی طرف وحی فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا} وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اسے ہر ایک دین پر غالب کرے، اور اللہ کی شہادت کافی ہے۔[الفتح: 28]

یقیناً ہدایت اپنے اندر نفع بخش علم کو سموئے ہوئے ہے، دینِ حق اپنے اندر عملِ صالح کو شامل رکھتا ہے، اس کی بنیاد عدل پر قائم ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ} البتہ ہم نے اپنے رسولوں کو نشانیاں دے کر بھیجا اور ان کے ہمراہ ہم نے کتاب اور ترازوئے (عدل) بھی بھیجی تاکہ لوگ انصاف کو قائم رکھیں[الحدید: 25]

عدل کی اصل بنیاد اللہ تعالیٰ کے حق میں عدل قائم کرنا ہے، اور وہ یہ ہے کہ اسی کی اکیلے عبادت کی جائے، اس کا کوئی شریک نہ ٹھہرایا جائے؛ کیونکہ شرک بہت بڑا ظلم ہے، جیسا کہ لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: {يَابُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ} اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا کہ بیٹا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، بے شک شرک کرنا بڑا بھاری ظلم ہے۔[لقمان: 13]

صحیحین میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: {الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ} جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں ظلم کی آمیزش نہیں کی۔[الانعام: 82] جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر

یہ بات گراں گزری، انہوں نے عرض کیا: ہم میں سے کون ہے جس نے اپنی جان پر ظلم نہ کیا ہو؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بات وہ نہیں ہے جیسا تم سمجھ رہے ہو، بلکہ اس سے مراد شرک ہے۔ کیا تم نے اس نیک بندے (لقمان) کا یہ قول نہیں سنا: بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے ؟۔

چونکہ انبیاء کے پیروکار ہی اہلِ علم اور اہلِ عدل ہوتے ہیں، اس لیے اہلِ اسلام اہلِ سنت کا کفار اور اہلِ بدعت کے ساتھ کلام بھی علم اور عدل کی بنیاد پر ہوتا ہے، نہ کہ محض گمان پر نہ ہی نفسانی خواہشات کے تابع؛ اسی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «قاضی تین قسم کے ہیں: دو آگ میں ہیں اور ایک جنت میں۔ وہ شخص جس نے حق کو پہچانا اسی کے مطابق فیصلہ کیا، وہ جنت میں ہے؛ وہ شخص جس نے حق کو جان لیا مگر اس کے خلاف فیصلہ کیا، وہ آگ میں ہے؛ اور وہ شخص جس نے لوگوں کے درمیان جہالت کی بنیاد پر فیصلہ کیا، وہ بھی آگ میں ہے۔» اسے ابوداود اور دیگر محدثین نے روایت کیا ہے۔

پس جب وہ شخص جو لوگوں کے درمیان مال، جانوں اور عزتوں کے معاملات میں فیصلہ کرتا ہے، اگر عالم اور عادل نہ ہو تو آگ میں ہو گا، تو پھر اس شخص کا کیا حال ہو گا جو ملتوں، ادیان، اصولِ ایمان، معارفِ الٰہیہ اور کلی معالم کے بارے میں بغیر علم بغیر عدل کے حکم لگاتا ہے؟ اہل بدعت اور خواہشات کے تابع لوگ وہ ہیں جو مشتبہ اور مشکوک امور سے چمٹ جاتے ہیں، انبیاء کے نصوصِ محکم و صریح کو چھوڑ دیتے ہیں، مشترکہ، مشتبہ اندازِ معیار ور آراء کے ساتھ منسلک رہتے ہیں، ان دونوں کے درمیان موجود واضح فرق کو نظر انداز کر دیتے ہیں جو الحاق واستواء کی نفی یا اثبات میں مانع ہیں، بالکل ویسے ہی جیسے کفار کے معاملے میں ہوتا ہے۔ باقی اہل بدعت اور خواہشات کے تابع لوگ وہ ہیں جو مخلوق کو خالق کے ساتھ مشابہ قرار دیتے ہیں، اور خالق کو مخلوق کے ساتھ، اللہ کے لیے مثال دیتے ہیں طعنے اور مذاق کے انداز میں۔

جس کے بارے میں انہوں نے کفر اختیار کیا

اس کی وجہ یہ ہے کہ نصاریٰ کا باطل دین در حقیقت ایک بدعت پر مبنی دین ہے، جسے انہوں نے مسیح علیہ السلام کے بعد خود گھڑ لیا، اسی کے ذریعے انہوں نے مسیح علیہ السلام کے دین کو بدل ڈالا۔ چنانچہ ان میں سے وہ لوگ گمراہ ہوئے جنہوں نے شریعتِ مسیح سے منہ موڑ کر اس چیز کو اختیار کر لیا جسے انہوں نے خود ایجاد کیا تھا۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا تو انہوں نے آپ ﷺ کا بھی انکار کر دیا؛ یوں ان کا کفر اور ان کی گمراہی ان دو پہلوؤں سے واقع ہوئی: اوّل، پہلے رسول کے دین میں تبدیلی کرنا، دوم، دوسرے رسول کی تکذیب کرنا۔

جس طرح یہود کا کفر اس بنا پر تھا کہ انہوں نے مسیح علیہ السلام کی بعثت سے پہلے تورات کے احکام میں تبدیلی کی، پھر اس کے بعد انہوں نے مسیح علیہ السلام کی تکذیب کی۔

ہم ان شاء اللہ یہ بات واضح کریں گے کہ نصاریٰ جس تثلیث اور اتحاد پر قائم ہیں، اس پر اللہ کی کتابوں میں سے کسی چیز کی کوئی دلالت نہیں؛ نہ انجیل ہیں نہ ہی اس کے علاوہ کسی اور کتاب میں۔ بلکہ یہ کتابیں اس کے بالکل برعکس پر دلالت کرتی ہیں۔ نیز اس پر عقل بھی کوئی دلیل قائم نہیں کرتی، بلکہ عقلِ صریح اور انبیاء علیہم السلام کی نصوص، دونوں اس کے نقیض پر دلالت کرتی ہیں۔ مزید برآں، اسی طرح ان کے دین کی عام شریعتیں بھی نئی گھڑی ہوئی بدعت پر مبنی ہیں، جنہیں مسیح علیہ السلام نے ہر گز مشروع نہیں فرمایا۔

پھر محمد ﷺ کی تکذیب کرنا یہی ان کا وہ کفرِ معروف ہے جو ہر مسلمان کے نزدیک معلوم و متحقق ہے؛ یہ کفر یہود کے مسیح علیہ السلام کے ساتھ کفر کی مانند ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ سنگین ہے۔

یہ لوگ یہود کی تکفیر میں اس حد تک مبالغہ کرتے ہیں جو خود یہود کے حق میں مستحق تکفیر سے بھی بڑھ کر ہے؛ اس لیے کہ یہود یہ دعویٰ کرتے تھے کہ مسیح علیہ السلام ایک جادو گر اور جھوٹے ہیں، بلکہ وہ یہ بھی کہتے تھے کہ وہ معاذ اللہ ناجائز اولاد ہیں؛ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں اپنے اس ارشاد کے ذریعے خبر دی ہے:

{وَقَوْلِهِمْ عَلَى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا} [النساء: 156]

اور ان کے قول مریم پر بڑا بہتان باندھنے کے سبب سے۔

نصاریٰ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اللہ ہی ہے جس نے اولین وآخرین کو پیدا فرمایا، اور یہ کہ وہی روزِ جزا کا حاکم ہے، پس اِن دو امتوں (یہود و نصاریٰ) کے عقائد اس معاملے میں نہایت شدید تضاد، مخالفت اور مقابلہ پر مبنی تھے۔ اسی وجہ سے ہر امت دوسری کو اس کی مستحق مقدار سے زیادہ مذمت کرتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارَى عَلَى شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصَارَى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَى شَيْءٍ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ كَذَلِكَ قَالَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ فَاللَّهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ} [البقرة: 113]

اور یہود کہتے ہیں کہ نصاریٰ ٹھیک راہ پر نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہودی راہِ حق پر نہیں ہیں حالانکہ وہ سب کتاب پڑھتے ہیں، ایسی ہی باتیں وہ لوگ بھی کہتے ہیں جو بے علم ہیں، پھر اللہ قیامت کے دن ان باتوں کا کہ جس میں وہ جھگڑ رہے ہیں خود فیصلہ کرے گا۔

محمد بن اسحاق نے، محمد بن ابی محمد جو زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مولیٰ تھے سے، انہوں نے عکرمہ یا سعید بن جبیر سے، انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: جب نجران کے نصاریٰ کا وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو یہود کے احبار بھی ان کے پاس آ پہنچے۔ چنانچہ یہ سب رسول اللہ ﷺ کے سامنے آپس میں جھگڑ پڑے۔ اس موقع پر رافع بن حُرَیمِلَہ نے کہا: تم کسی چیز پر نہیں ہو؛ اس نے عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل دونوں کا انکار کیا۔ اس پر نجران کے نصاریٰ میں سے ایک شخص نے یہود سے کہا: تم بھی کسی چیز پر نہیں ہو؛ اس نے موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کیا اور تورات کا کفر کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے اسی قول کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی: ﴿**وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارَى عَلَى شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصَارَى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَى شَيْءٍ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ**﴾ **[البقرة: 113]** اور یہود نے کہا: نصاریٰ کسی چیز پر نہیں، اور نصاریٰ نے کہا: یہود کسی چیز پر نہیں، حالانکہ وہ کتاب پڑھتے ہیں۔ [البقرہ: 113]

انہوں نے فرمایا: ہر ایک اپنی کتاب میں کفر کی تصدیق کرتا ہے؛ یعنی یہود عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کرتے ہیں، حالانکہ ان کے پاس تورات موجود ہے، جس میں وہ باتیں شامل ہیں جن پر اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے انہیں عیسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کرنے کا حکم دیا تھا۔ انجیل میں بھی وہ باتیں ہیں جن میں عیسیٰ علیہ

السلام نے موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کی ہے اور تورات میں جو کچھ اللہ کی جانب سے آیا، اس کی تصدیق کی ہے۔ پھر بھی ہر ایک اپنی کتاب میں موجود ساتھ والے صاحب کی بات کا انکار کرتا ہے۔

قتادہ نے فرمایا: ﴿وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارَى عَلَى شَيْءٍ﴾، لیکن حقیقت یہ ہے کہ نصاریٰ کے ابتدائی لوگ واقعی کسی چیز پر قائم تھے؛ مگر بعد میں انہوں نے بدعت اختیار کی اور بٹ گئے۔ [البقرة: 113]

﴿وَقَالَتِ النَّصَارَى لَيْسَتِ الْيَهُودُ عَلَى شَيْءٍ﴾اور نصاریٰ نے کہا: یہود کسی چیز پر نہیں [البقرة: 113] قتادہ نے فرمایا: بالکل، یہود کے ابتدائی لوگ واقعی کسی چیز پر قائم تھے، لیکن بعد میں انہوں نے بدعت اختیار کی اور بٹ گئے۔

یہود و نصاریٰ کی ایک دوسرے کے لیے تکفیر

یہود نے نصاریٰ کے دین کا انکار کیا اور کہا کہ وہ کسی چیز پر نہیں ہیں، نصاریٰ نے بھی ان تمام چیزوں کا انکار کیا جن میں یہود ان سے ممتاز تھے، حتیٰ کہ تورات کے احکام میں بھی جو مسیح علیہ السلام نے منسوخ نہیں کیے ان پر عمل کرنے کا حکم دیا، وہ بھی شامل ہیں۔ مزید برآں، نصاریٰ نے ان میں سے بہت سے لوگوں کا بھی انکار کیا جو ان سے ممتاز تھے، یہاں تک کہ انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی جانب سے حق کے ساتھ جو کچھ آیا تھا، اس کا بھی انکار کیا۔

لیکن نصاریٰ گرچہ وہ یہود کی تکفیر ان کے ساتھ دشمنی میں حد سے بڑھ گئے جو ان کے ایجاد شدہ غلو اور گمراہی پر واجب تھی تب بھی اس میں کوئی شک نہیں کہ جب یہود نے عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا تو وہ کافر ہو گئے،

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام سے فرمایا: {إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا} جس وقت اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ! بے شک میں تمہیں وفات دینے والا ہوں اور تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تمہیں کافروں سے پاک کرنے والا ہوں اور جو لوگ تیرے تابعدار ہوں گے انہیں ان لوگوں پر قیامت کے دن تک غالب رکھنے والا ہوں [آل عمران: 55]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ فَآمَنَتْ طَائِفَةٌ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَتْ طَائِفَةٌ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَى عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ} عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا تھا کہ اللہ کی راہ میں میرا مددگار کون ہے، حواریوں نے کہا ہم اللہ کے مددگار ہیں، پھر ایک گروہ بنی اسرائیل کا ایمان لایا اور ایک گروہ کافر ہو گیا، پھر ہم نے ایمان داروں کو ان کے دشمنوں پر غالب کر دیا پھر تو وہی غالب ہو کر رہے۔[الصف: 14]

نصاریٰ کا کفر محمد ﷺ کی تکذیب کرنے مسلمانوں کی مخالفت اختیار کرنے کی بنا پر یہود کے اس کفر سے کہیں زیادہ شدید ہے جو محض مسیح علیہ السلام کی تکذیب پر مبنی تھا؛ اس لیے کہ مسیح علیہ السلام نے تورات کی شریعت میں سے بہت تھوڑی چیزوں ہی کو منسوخ کیا تھا، ان کی باقی پوری شریعت دراصل تورات ہی کی طرف رجوع پر قائم تھی۔ لیکن نصاریٰ کے دین کی اکثر بنیادیں وہ ہیں جو انہوں نے مسیح علیہ السلام کے بعد خود ایجاد کیں۔ لہٰذا یہود کی جانب سے محض مسیح علیہ السلام کی تکذیب ہیں اللہ کی اس شریعت کی مخالفت اس درجے کی نہ تھی جو اللہ کی طرف سے ایک مستقل کتاب کے ساتھ آئی ہو، جس نے اپنی شریعت میں کسی چیز کو کسی دوسری شریعت پر محمول نہ کیا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَى عَلَيْهِمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرَى لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ} کیاان کے لیے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تجھ پر کتاب نازل کی جو ان پر پڑھی جاتی ہے، بے شک اس میں رحمت ہے اور ایمان والوں کے لیے نصیحت ہے۔[العنکبوت: 51]

قرآن بھی ایک اصل ہے، جیسے تورات ایک اصل ہے اگرچہ قرآن اس سے کہیں زیادہ عظیم ہے۔اسی بنا پر نصاریٰ کے علماء موسیٰ اور محمد ﷺ کو باہم ملا کر ذکر کرتے ہیں؛ جیسا کہ نجاشی نصاریٰ کا بادشاہ نے اس وقت کہا جب اس نے قرآن سنا: بے شک یہ (قرآن) اور وہ چیز جو موسیٰ لے کر آئے تھے، دونوں ایک ہی چراغ دان سے نکلے ہیں۔

اسی طرح ورقہ بن نوفل جو عرب کے نصاریٰ کے احبار میں سے تھے نے بھی کہا۔ جب انہوں نے نبی ﷺ کا کلام سنا تو آپ ﷺ سے عرض کیا: بے شک آپ کے پاس وہی ناموس آتا ہے جو موسیٰ کے پاس آیا کرتا تھا۔ کاش میں اس وقت جوان ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو نکال دے گی۔ نبی ﷺ نے فرمایا: کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟ انہوں نے کہا: ہاں، جو بھی شخص آپ جیسی چیز لے کر آیا، اس سے ضرور دشمنی کی گئی؛ اگر میں آپ کے اس دن کو پا گیا تو میں آپ کی قوی اور مضبوط نصرت کروں گا۔

اسی وجہ سے اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ تورات اور قرآن کو باہم مقرون فرماتا ہے، جیسا کہ اس کے اس ارشاد میں ہے: ﴿فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا لَوْلَا أُوتِيَ مِثْلَ مَا أُوتِيَ مُوسَى أَوَلَمْ يَكْفُرُوا بِمَا أُوتِيَ مُوسَى مِنْ قَبْلُ قَالُوا سِحْرَانِ تَظَاهَرَا﴾ پس جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق آگیا تو انہوں نے کہا: اسے وہی چیز کیوں نہ دی گئی جو موسیٰ کو دی گئی تھی؟ کیا انہوں نے اس سے پہلے اس چیز کا کفر نہیں کیا جو موسیٰ کو دی گئی تھی؟ وہ کہتے تھے: یہ دو جادو ہیں جو ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں[القصص: 48] اور اس سے

مراد تورات اور قرآن ہیں۔ اور دوسری قراءت میں ہے: ﴿انہوں نے کہا: یہ دو جادو گر ہیں﴾، یعنی محمد ﷺ اور موسیٰ علیہ السلام۔

{وَقَالُوا إِنَّا بِكُلٍّ كَافِرُونَ – قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ هُوَ أَهْدَى مِنْهُمَا أَتَّبِعْهُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ} کہنے لگے دونوں جادو گر آپس میں موافق ہیں، اور کہا ہم کسی کو بھی نہیں مانتے۔ کہہ دو پس اللہ کے ہاں سے کوئی ایسی کتاب لاؤ جو ان دونوں سے ہدایت میں بڑھ کر ہو کہ میں اس پر چلوں اگر تم سچے ہو۔ [القصص: 48 – 49] پس اللہ کی جانب سے کوئی بھی ایسی کتاب نازل نہیں ہوئی جو تورات اور قرآن سے بڑھ کر ہدایت دینے والی ہو۔ پھر اللہ تعالٰی نے فرمایا: {فَإِنْ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ} پھر اگر تمہارا کہنا نہ مانیں تو جان لو کہ وہ صرف اپنی خواہشوں کے تابع ہیں، اور اس سے بڑھ کر کون گمراہ ہو گا جو اللہ کی ہدایت چھوڑ کر اپنی خواہشوں پر چلتا ہو، بے شک اللہ ظالم قوم کو ہدایت نہیں کرتا۔ [القصص: 50]ان نصاریٰ کے بارے میں ان کی کتاب کے مصنف نے اپنی ہی کتاب میں ذکر کیا ہے کہ جب ایک سائل نے اس سے یہ درخواست کی کہ وہ نصاریٰ/مسیحیوں کے ان عقائد کی واضح اور مفصل تحقیق کر کے بتائے جن کے ماننے والوں کی زبانیں مختلف ہیں جو دنیا کے چاروں کونوں میں بکھرے ہوئے ہیں: مشرق سے مغرب تک، جنوب سے شمال تک؛ جو سمندر کے جزیروں میں آباد ہیں اور جو خشکی کے اس مسلسل خطے میں مقیم ہیں جو سورج کے غروب ہونے کی حد تک پھیلا ہوا ہے (اسی سیاق میں اس نے ذکر کیا کہ)رومی بادشاہ کے اسقف دِمیان نے اس نے ان کے بزرگوں اور سرداروں میں سے جن سے ملاقات ممکن ہوئی، ان سے ملاقات کی، ان کے فضیلت رکھنے والے اہلِ علم میں سے جن سے گفتگو ہو سکی، ان سے گفت و شنید

کیان امور کے بارے میں جو اس نے اس قوم کے نقطۂ نظر سے معلوم کیے تھے، جنہیں وہ قبرص میں داخل ہونے سے پہلے سمندری جزیروں میں دیکھ چکا تھا۔ اس نے ان سے ان کے دین، ان کے اعتقادات ان دلائل کے بارے میں گفتگو کی جن کے ذریعے وہ اپنے موقف کی مدافعت کرتے تھے۔ مصنف نے اسقف کی زبانی بیان کیا کہ وہ کہتے ہیں: ہم نے سنا ہے کہ عرب میں ایک شخص ظاہر ہوا ہے جس کا نام محمد ہے، وہ یہ کہتا ہے کہ وہ اللہ کا رسول ہے، وہ ایک کتاب لایا ہے جس کے بارے میں اس نے ذکر کیا کہ وہ اللہ کی طرف سے اس پر نازل کی گئی ہے۔ ہم اسی خبر پر رہے یہاں تک کہ وہ کتاب ہمارے پاس پہنچ گئی۔ اسقف کہتے ہیں: تو میں نے ان سے کہا کہ جب تم اس کتاب اور اس شخص کے بارے میں سن چکے ہو، اس کتاب کے حاصل کرنے کی کوشش بھی کر چکے ہو جو وہ تمہارے پاس لے کر آیا ہے، تو پھر کس وجہ سے تم نے اس کی پیروی نہ کی؟ خصوصاً جبکہ اس کتاب میں وہ یوں کہتا ہے کہ:

{وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ}اور جو کوئی اسلام کے سوا اور کوئی دین چاہے تو وہ اس سے ہر گز قبول نہیں کیا جائے گا، اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا۔[آل عمران: 85]

انہوں نے جواب دیا اور کہا: متعدد اسباب کی بنا پر۔ اسقف کہتا ہے: تو میں نے پوچھا: وہ اسباب کیا ہیں؟ انہوں نے کہا: ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ کتاب عربی زبان میں ہے، ہماری زبان میں نہیں جیسا کہ خود اس میں آیا ہے، جہاں وہ کہتا ہے: {إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا} بے شک ہم نے اسے عربی زبان میں نازل کیا ہے۔ [یوسف: 2]

اللہ نے فرمایا: {بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ} صاف عربی زبان میں۔[الشعراء: 195] وَقَالَ فِي سُورَةِ الشُّعَرَاءِ: {وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَى بَعْضِ الْأَعْجَمِينَ – فَقَرَأَهُ عَلَيْهِمْ مَا كَانُوا بِهِ مُؤْمِنِينَ}اور اگر ہم اسے کسی عجمی پر نازل کرتے۔ پھر وہ اسے ان کے سامنے پڑھتا تو بھی ایمان نہ لاتے۔[الشعراء: 198 – 199]

اللہ نے سُورَةِ الْبَقَرَةِ میں فرمایا: {كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَا لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ}جیسا کہ ہم نے تم میں ایک رسول تم ہی میں سے بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں پڑھتا ہے اور تمہیں پاک کرتا ہے اور تمہیں کتاب اور دانائی سکھاتا ہے اور تمہیں سکھاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔[البقرة: 151] وَقَالَ فِي سُورَةِ آلِ عِمْرَانَ: {لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ}اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا ہے جو ان میں انہیں میں سے رسول بھیجا (وہ)ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے۔[آل عمران: 164] .
وَقَالَ تَعَالَى فِي سُورَةِ الْقَصَصِ: {لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَا أَتَاهُمْ مِنْ نَذِيرٍ مِنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ} تاکہ ان لوگوں کو ڈرائے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔[القصص: 46]

سورۂ سجدہ میں فرمایا: {لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَا أَتَاهُمْ مِنْ نَذِيرٍ مِنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ} جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ راہ پر آئیں۔[السجدة: 3]

سُورَةِ یٰس میں فرمایا: {لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَا أُنْذِرَ آبَاؤُهُمْ فَهُمْ غَافِلُونَ}تاکہ آپ اس قوم کو ڈرائیں جن کے باپ دادا نہیں ڈرائے گئے سو وہ غافل ہیں۔[یٰس: 6] انہوں نے کہا: جب ہم نے یہ بات دیکھی تو ہمیں

یقین ہو گیا کہ یہ (کتاب) ہماری طرف نہیں آئی، بلکہ عرب کی جاہلیت کی طرف آئی ہے ان لوگوں کی طرف جن کے بارے میں اس نے خود کہا ہے کہ اس سے پہلے ان کے پاس کوئی رسول اور کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔ اس بنا پر ہمارے لیے اس کی پیروی لازم نہیں؛ کیونکہ ہم تو وہ لوگ ہیں جن کے پاس اس سے پہلے رسول آچکے ہیں، جنہوں نے ہماری زبانوں میں ہم سے خطاب کیا، ہمارے اسی دین کے بارے میں ہمیں خبردار کیا جس پر ہم آج تک قائم ہیں، انہوں نے تورات اور انجیل ہمیں ہماری زبانوں میں سپرد کیں جیسا کہ یہی کتاب جسے یہ شخص لے کر آیا ہے، خود ان کے حق میں گواہی دیتی ہے، جہاں وہ سورۂ ابراہیم میں یوں کہتا ہے: {وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ} اور ہم نے ہر پیغمبر کو اس کی قوم کی زبان میں پیغمبر بنا کر بھیجا ہے تاکہ انہیں سمجھا سکے۔ [ابراھیم: 4]

سورۂ نحل میں فرمایا: {وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا} اور البتہ تحقیق ہم نے ہر امت میں یہ پیغام دے کر رسول بھیجا۔ [النحل: 36]

سورۂ روم میں فرمایا: {وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا إِلَى قَوْمِهِمْ فَجَاءُوهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ} اور ہم تم سے پہلے کتنے رسول اپنی اپنی قوم کے پاس بھیج چکے ہیں سو ان کے پاس نشانیاں لے کر آئے۔ [الروم: 47]

پس یہ بات اس کتاب میں صحیح ثابت ہوئی، کہ وہ (رسول ﷺ) صرف عربوں کی جاہلیت کے دور میں آئے، جہاں تک ان کے قول کی بات ہے: {وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِينَ} اور جو کوئی اسلام کے سوا اور کوئی دین چاہے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گا۔ [آل عمران: 85]

لہذا وہ اپنے قبیلے کے افراد کے ساتھ، جن کے پاس وہ اپنی زبان میں آیا، عدل و انصاف کے تقاضوں کے مطابق پیش آنا چاہتا ہے، کوئی دوسرا نہیں، جو ان کے پاس اسی کے مطابق پہنچا ہو جو اس نے بیان کیا ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عدل و انصاف والا ہے۔ یہ اللہ کے عدل کے موافق نہیں کہ قیامت کے دن وہ کسی امت سے مطالبہ کرے کہ وہ اس انسان کی پیروی کرے جو ان کے پاس نہیں آیا۔ نہ ان کے پاس اپنی زبان میں کوئی کتاب موجود تھی جس پر وہ (اپنے عقائد کی بنیاد) قائم کر سکتے، نہ کوئی ایسا دعوت دینے والا (یعنی پیغمبر) ان کی طرف (اللہ کی جانب) سے آیا تھا۔

یہ ان کے الفاظ ہیں، بذاتِ خود اور اصل مفہوم میں، پہلی فصل میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس فصل میں انہوں نے نہ تو اس کی تصدیق کی ہے نہ ہی اس کی تکذیب کی ہے۔ بلکہ ان کا تو (بس) یہی گمان ہے کہ خود اس کتاب کے اندر (ہی) یہ (بات) موجود ہے کہ اس (کتاب) نے یہ نہیں کہا ہے کہ وہ ان کی طرف بھیجا گیا ہے۔ بلکہ (یہ کتاب) تو عرب کے زمانۂ جاہلیت کی طرف (بھیجی گئی) ہے۔ یقیناً عقل (بھی) اس بات سے مانع ہے کہ عجم کی طرف (کوئی پیغمبر) بھیجا جائے۔

سو ہم اس (اعتراض) کے جواب سے آغاز کرتے ہیں۔ اور یہ واضح کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خود) خبر دی ہے کہ آپ ان (یعنی عجم) کی طرف بھی بھیجے گئے ہیں، بلکہ تمام انسانوں اور جنات کی طرف (بھی بھیجے گئے ہیں)، اور یہ کہ آپ نے کبھی بھی یہ نہیں کہا کہ آپ ان کی طرف نہیں بھیجے گئے، نہ ہی آپ کی کتاب میں کوئی ایسی بات ہے جو اس (انکار) کی دلیل بن سکے۔

یہ کہ جن آیات سے انہوں نے اپنے موقف کے لیے حجت پیش کی ہے، وہ در حقیقت ان کی اپنی اس غلط فہمی کی بنا پر ہیں جو انہیں ان آیات کے صحیح مفہوم کو سمجھنے میں پیش آئی ہے، چنانچہ انہوں نے اس کی کتاب میں

موجود واضح اور صریح نصوں کو ترک کر دیا، جو اس بات کو واضح طور پر بیان کرتی ہیں کہ وہ رسول ان سب کی طرف بھیجا گیا ہے، یہ اسی قسم کا عمل ہے جیسا انہوں نے تورات، انجیل، زبور اور دیگر انبیاء کے کلام کے ساتھ (بھی) کیا تھا، چنانچہ انہوں نے واضح اور صریح نصوں کو چھوڑ دیا، تھوڑی سی متشابہ (ابہام والی) باتوں کو پکڑ لیا جن کے معنیٰ وہ سمجھ ہی نہ سکے۔

یہ بات معلوم ہے کہ رسالت کے مدعی کے صدق و کذب (یعنی اس کے جھوٹے یا سچے ہونے) پر گفتگو، اس کی رسالت کے عموم و خصوص (یعنی ہر جگہ یا کسی خاص قوم کے لیے ہونے) پر گفتگو سے مقدم ہے۔ اگرچہ ان میں سے ایک بات کا علم دوسری سے پہلے بھی ہو سکتا ہے، لیکن ان اعتراض کرنے والوں نے تو اس رسول کی رسالت کی تخصیص صرف عربوں کے لیے ہونے کا دعویٰ کیا ہے، اور یہ بیان کیا ہے کہ قرآن خود اسی تخصیص پر دلالت کرتا ہے، سو ہم ان کی بیان کردہ باتوں کا جواب، ان ہی کی ترتیب کے مطابق، فصل بفصل دیں گے، پس ہم کہتے ہیں، اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے:

جو شخص مخلوق کو یہ خطاب کرے کہ وہ اللہ کا رسول ہو کر ان کی طرف آیا ہے، اس کے بارے میں گفتگو، جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ان کے علاوہ ہر اس شخص نے کیا جس نے یہ کہا کہ میں اللہ کا رسول ہوں، جیسے ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام نے، ان جیسے دیگر سچے رسولوں نے کیا، اللہ کی رحمتیں اور اس کی سلامتی ان سب پر نازل ہو، ہر ایک رسول کی صالح آل پر بھی، اسی طرح مسیلمۃ الکذاب اور اسود عنسی جیسے دعوے داروں کے بارے میں، اُن دونوں ہی جیسے جھوٹے نبوت کے مدعیوں کے بارے میں (بھی)۔ اس کی بحث دو اصل اصولوں پر مبنی ہے:

پہلا یہ کہ: ہم یہ جان لیں کہ وہ اپنے بیان اور حکم میں کیا کہتا ہے، تاکہ ہم اس کی خبر دینے والی اور حکم دینے والی باتوں کو پہچان سکیں، یہ معلوم کریں کہ کیا اس نے یہ کہا ہے کہ وہ اللہ کا رسول تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے؟ یا پھر اس نے یہ کہا ہے کہ وہ صرف ایک خاص طبقہ کی طرف ہی بھیجا گیا ہے، نہ کہ دوسروں کی طرف؟

دوسرا یہ کہ: یہ معلوم کیا جائے کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا؟

انہی دو اصولوں سے تفصیلی ایمان مکمل ہوتا ہے، وہ ہے رسول کی سچائی کو پہچاننا اور اس چیز کو جاننا جو وہ لے کر آیا ہے۔

رہا ایمانِ مجمل، تو وہ صرف پہلے اصول (یعنی رسول کی سچائی کو جاننے) سے حاصل ہو جاتا ہے، ایمانِ مجمل اس بات کا علم ہے کہ جو کچھ وہ لایا ہے اس میں وہ سچا ہے، جیسا کہ ہمارا ایمان پچھلے رسولوں پر ہے، ہم اس کے سچے یا جھوٹے ہونے کا علم رکھتے ہیں، اعتراض کرنے والوں نے اپنی کتاب میں اپنی بحث کا آغاز اس چیز سے کیا ہے جس کا ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، اُس بات سے جو انہوں نے گمان کیا ہے کہ وہ ان کے لیے رسول کی اتباع نہ کرنے کے وجوب پر دلیل ہے، اپنے اس دین کی مدح وستائش پر بھی دلیل ہے جس پر وہ آج بھی قائم ہیں، حالانکہ وہ دین منسوخ ہو چکا ہے، اس کے تبدیل ہونے کے باوجود، پھر انہوں نے اپنے دین کی صحت پر مستقل دلائل پیش کیے؛ پھر انہوں نے ایسی باتیں بیان کیں جو اس رسول میں اس کے دین میں طعن (نقص) پیدا کرتی ہیں، اسی لیے ہم نے قرآن کی وہ دلیل مقدم رکھ کر جواب دیا ہے جس پر انہوں نے احتجاج کیا تھا، جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب میں اسے مقدم رکھا ہے۔

فصل: نبیٔ صادق ﷺ کی صداقت کی دلائل

سچے نبی کی صداقت کی دلائل یہ ہیں، جھوٹے نبوت کے مدعی کے جھوٹ کی بھی دلائل بہت زیادہ ہیں، بے شک جس نے نبوت کا دعویٰ کیا اور وہ سچا تھا، تو وہ اللہ کی مخلوق میں سب سے افضل علم و دین کے اعتبار سے سب سے کامل ہوتا ہے؛ کیونکہ اللہ کے رسولوں اور اس کے انبیاء اللہ کی رحمتیں اور سلامتی ان پر ہو ان سے افضل کوئی نہیں ہے، اگرچہ ان میں سے بعض بعض سے افضل ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ} یہ سب رسول ہیں ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے[البقرة: 253]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَى بَعْضٍ} اور ہم نے بعض پیغمبروں کو بعض پر فضیلت دی ہے۔[الإسراء: 55]

اگر نبوت کا مدعی جھوٹا ہے، تو وہ اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ کافر (یعنی انکار کرنے والا) ہے، اور سب سے برا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ}اور اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ پر بہتان باندھے یا یہ کہے کہ مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے حالانکہ اس پر وحی نہ اتری ہو اور جو کہے میں بھی ایسی چیز اتار سکتا ہوں جیسی کہ اللہ نے اتاری ہے۔ [الانعام: 93]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَّبَ بِالـ ّدْقِ إِذْ جَاءَهُ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِلْكَافِرِينَ – وَالَّذِي جَاءَ بِالـ ّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ – لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ

عِنْدَ رَبِّهِمْ ذَلِكَ جَزَاءُ الْمُحْسِنِينَ} پھر اس سے کون زیادہ ظالم ہے جس نے اللہ پر جھوٹ بولا اور سچی بات کو جھٹلایا جب اس کے پاس آئی، کیا دوزخ میں کافروں کا ٹھکانا نہیں ہے۔ اور جو سچی بات لایا اور جس نے اس کی تصدیق کی، وہی پرہیزگار ہیں۔ ان کے لیے جو کچھ وہ چاہیں گے ان کے رب کے پاس موجود ہوگا، نیکو کاروں کا یہی بدلہ ہے۔[الزمر: 32 – 34]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وُجُوهُهُمْ مُسْوَدَّةٌ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِلْمُتَكَبِّرِينَ} اور قیامت کے دن آپ ان لوگوں کو دیکھیں گے جو اللہ پر جھوٹے الزام لگاتے ہیں کہ ان کے منہ سیاہ ہوں گے، کیا دوزخ میں تکبر کرنے والوں کا ٹھکانہ نہیں ہے۔[الزمر: 60]

پس جھوٹ برائی کی جڑ ہے، سب سے بڑا جھوٹ اللہ عزوجل پر باندھا گیا جھوٹ ہے، اور صدق خیر کی اصل اور بنیاد ہے، سب سے بڑی سچائی یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے بارے میں صدق کو اختیار کیا جائے۔

صحیحین (بخاری ومسلم) میں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: ‹‹تم پر سچائی کو اختیار کرنا لازم ہے، کیونکہ سچائی نیکی کی طرف رہنمائی کرتی ہے، بے شک نیکی جنت کی طرف رہنمائی کرتی ہے، اور آدمی مسلسل سچ بولتا رہتا ہے سچ کی جستجو میں لگا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں صدیق لکھ دیا جاتا ہے، تم جھوٹ سے بچتے رہو، کیونکہ بے شک جھوٹ بدی کی طرف رہنمائی کرتا ہے، بے شک بدی دوزخ کی طرف رہنمائی کرتی ہے، آدمی مسلسل جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ کی ہی تلاش میں رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ کے ہاں کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔››

چونکہ اللہ کے ہاں صدیق لکھا جانا اعلیٰ ترین درجات میں سے ہے، اور کذاب لکھا جانا پست ترین درجات میں سے ہے، ان دونوں کے درمیان فرق اسی طرح دلائل اور براہین بھی (پائے جاتے ہیں) جو ان میں سے ایک کی صداقت اور دوسرے کے جھوٹ پر دلالت کرتے ہیں، (وہ فرق اور دلائل) ہر اس شخص پر ظاہر ہوتے ہیں جس نے ان دونوں کی حالت و کیفیت کو پہچان لیا۔ اسی لیے انبیاء علیہم السلام کی دلالت کرنے والی نشانیاں ان کی رسالت کے واضح علامات، ان کی صداقت پر دلالت کرتی ہیں، بہت زیادہ اور متنوع ہیں، جیسے کہ جھوٹے مدعیانِ نبوت کے کذب پر دلالت کرنے والی نشانیاں بھی بہت زیادہ اور متنوع ہیں، جیسا کہ اس کی تفصیل ایک دوسرے مقام پر بیان کی جا چکی ہے۔

ان کا یہ دعویٰ کہ رسول کو صرف عرب کی جاہلیت کے لوگوں ہی کی طرف مبعوث کیا گیا تھا

پس جب یہ بات معلوم ہو گئی، تو اس مقام پر ان لوگوں نے یہ دعویٰ کیا کہ محمد ﷺ ان کی طرف بھیجے ہی نہیں گئے تھے، بلکہ (ان کے بقول) وہ عرب کی جاہلیت کے لوگوں ہی کی طرف بھیجے گئے تھے؛ پس یہ دعویٰ دو پہلوؤں پر مشتمل ہے:

یا تو وہ کہیں کہ خود نبی ﷺ نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ ان کی طرف بھیجے گئے ہیں، بلکہ آپ کی امت نے ہی آپ ﷺ کے لیے عموم رسالت کا دعویٰ کیا ہے، یا پھر وہ یہ کہیں کہ: آپ نے یہ دعویٰ کیا کہ آپ ان کی طرف بھیجے گئے ہیں، مگر آپ اس دعوے میں جھوٹے ہیں، ان کا بیان اس کتاب کے آغاز میں اس پہلے پہلو کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

دوسرے دعوے کے بارے میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے: کہ انہوں نے دوسری صورت (یعنی: آپ نے دعویٰ کیا مگر آپ جھوٹے ہیں) کی طرف اشارہ کیا ہے، لیکن درحقیقت انہوں نے آپ کی رسالت کے عربوں کی طرف ہونے کا انکار نہیں کیا، بلکہ صرف آپ کی رسالت کے اپنی طرف (یعنی عجم کی طرف) ہونے کا انکار کیا ہے۔

رہی آپ کی رسالت کا عربوں کی طرف ہونا، تو انہوں نے اس میں آپ کی تصدیق یا تکذیب کی کوئی صراحت نہیں کی، اگرچہ ان کے الفاظ کے ظاہر سے آپ کی عربوں کی طرف رسالت کا اعتراف لازم آتا ہے، بلکہ انہوں نے صرف اسی بات کی تصدیق کی جو ان کے قول کے موافق تھی اسی بات کی تکذیب کی جو ان کے قول کے مخالف تھی۔

اب ہم یہ واضح کریں گے کہ ان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی کسی بھی چیز سے اپنے موقف کے لیے حجت پیش کرنا درست نہیں ہے، ہم دونوں پہلوؤں پر بیک وقت گفتگو کریں گے، اور یہ واضح کریں گے کہ ان کا قرآن کی کسی بھی آیت سے اپنے دین کی صحت پر حجت پیش کرنا درست نہیں ہے، کسی بھی پہلو سے، یہ بھی واضح کریں گے کہ قرآن، نہ ان کے لیے کوئی حجت رکھتا ہے اور نہ ہی اس میں کوئی تناقض و تضاد پایا جاتا ہے۔

اسی طرح پچھلے انبیاء علیہم السلام کی کتابیں (بھی)، جو دلیل وہ پیش کرتے ہیں، وہ ان کے خلاف دلیل ہے، ان کے لیے اس میں کوئی حجت نہیں ہے، اگر محمد ﷺ مبعوث نہ کیے جاتے، تو پھر کیسے ممکن ہے کہ وہ کتاب جو محمد ﷺ کے ذریعے آئی، باقی تمام انبیاء علیہم السلام کے کلام سے ہم آہنگ ہو، جو انہوں نے اپنے دین کو باطل کرنے کے سلسلے میں، ان کا قول تثلیث کے بارے میں، اور توحید کے اتحاد اور دیگر امور میں

بھی، واضح اور صریح عقل کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے۔ انہوں نے اپنی اس کتاب میں قرآن کی آیات کو دلیل کے طور پر پیش کیا، جو کچھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے انبیاء لائے تھے اس کے بھی موافق ہے، عقل بھی اس کی تائید کرتی ہے۔

ہم واضح کرتے ہیں کہ جو کچھ محمد ﷺ کے ذریعے آیا، اس میں ان کے لیے کوئی حجت نہیں ہے، جو کچھ انبیاء نے ان سے پہلے پیش کیا، اس میں بھی ان کے لیے کوئی حجت نہیں ہے، نہ ہی عقل میں ان کے لیے کوئی حجت ہے؛ بلکہ جو کچھ محمد ﷺ لے کر آئے ہیں، وہی حق ہے، نیز جو کچھ ان سے پہلے انبیاء علیہم السلام لائے، وہ سب صریح عقل کے ساتھ مل کر ان کے دین کے فساد پر قطعی دلائل ہیں، لیکن اس سے پہلے ہم یہ بات بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے منقول امور کے ذریعے ان کا احتجاج کسی بھی پہلو سے درست نہیں ٹھہرتا، لیکن اس سے پہلے ہم یہ ذکر کرتے ہیں کہ نبی ﷺ سے منقول باتوں کے ذریعے ان کا استدلال کسی بھی اعتبار سے درست نہیں بنتا، یہ بھی کہ جو شخص محمد ﷺ کی لائی ہوئی باتوں میں سے کسی ایک کلمے تک کو جھٹلاتا ہو، اس کے لیے محض محمد ﷺ سے منقول روایت کی بنیاد پر احتجاج کرنا جائز ہی نہیں۔

یہی معاملہ دیگر تمام انبیاء علیہم السلام کا بھی ہے، انبیاء علیہم السلام کے علاوہ دوسروں کے کلام سے احتجاج کرنا اس کے برخلاف ہے، کیونکہ اس صورت میں بعض باتوں سے اتفاق کیا جا سکتا ہے اور بعض سے نہیں، اور جہاں تک وہ خبریں ہیں جو انبیاء علیہم السلام نے دی ہیں، یا وہ شخص جس نے یہ دعویٰ کیا ہو کہ وہ نبی ہے، تو اس میں سے کسی ایک حصہ کے ذریعے احتجاج کرنا ممکن نہیں، چاہے ان کا صدق فرض کیا جائے یا ان کا کذب، اس میں سے کسی ایک حصے کے ذریعے احتجاج ممکن نہیں۔ پس ہر مفروضہ کے مطابق ان سے کہا جا سکتا ہے، چاہے وہ عرب کے حوالے سے اس کی نبوت کو قبول کریں، یا کسی اور کے لیے، یا اس قول میں کہ وہ

اللہ کے رسول ہیں، کی تکذیب کریں، یا ان دونوں باتوں پر خاموش رہیں، یا بعض باتوں میں اس کی تصدیق کریں اور بعض میں نہ کریں یقیناً، آپ کا احتجاج اس بات کی درستگی پر ہے جس میں آپ مسلمانان سے اختلاف کرتے ہیں، جو کچھ محمد ﷺ کے ذریعے آیا ہے، یہ کسی بھی اعتبار سے درست نہیں ٹھہرتا؛ پس آپ کا احتجاج یہ کہ وہ آپ کی طرف بھیجے ہی نہیں گئے، یا آپ کے دین کی درستگی کے سلسلے میں قرآن کی کسی بھی بات پر، یہ احتجاج ہر مفروضہ کے مطابق منسوخ اور بے اثر ہے۔

باوجودیکہ ہمان شاءاللہ تعالیٰ واضح کریں گے، کہ تمام الٰہی کتب، عقل کے ساتھ مل کر، ان میں سے کسی بھی بات میں آپ کے لیے کوئی حجت نہیں ہے، بلکہ یہ سب آپ کے خلاف حجت ہیں۔

ان کا یہ طریقہ مسلمانوں کے طریقے کے خلاف ہے، کیونکہ ان کا احتجاج اہل کتاب، یعنی یہودیوں اور نصاریٰ کے خلاف درست ٹھہرتا ہے، جو باتیں انبیاء نے محمد ﷺ سے پہلے پیش کیں، اہل کتاب کے لیے محمد ﷺ کے ذریعے آنے والی باتوں پر ان کا احتجاج درست نہیں ٹھہرتا، کیونکہ مسلمان موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو تسلیم کرتے ہیں، حضرت عیسیٰ، داؤد، سلیمان علیہم السلام، اور ان کے علاوہ دیگر تمام انبیاء علیہم السلام، مسلمانوں کے ہاں ہر اُس کتاب پر ایمان لانا واجب ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل کی، اور ہر نبی پر جسے اللہ تعالیٰ نے بھیجا، یہی مسلمانوں کے دین کی اصل اور بنیاد ہے، پس جو شخص کسی ایک نبی یا کسی ایک کتاب پر کفر کرے، تو وہ مسلمانوں کے نزدیک کافر شمار کیا جاتا ہے، بلکہ جو شخص کسی ایک نبی کی گستاخی کرے، تو وہ مسلمانوں کے نزدیک کافر اور اس کا خون حلال ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَى وَعِيسَى وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ

مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ} کہہ دو ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر جو ہم پر اتارا گیا اور جو ابراھیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر اتارا گیا اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو دوسرے نبیوں کو ان کے رب کی طرف سے دیا گیا، ہم کسی ایک میں ان میں سے فرق نہیں کرتے، اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔ پس اگر وہ بھی ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لائے ہو تو وہ بھی ہدایت پا گئے، اور اگر وہ نہ مانیں تو وہی ضد میں پڑے ہوئے ہیں، سو تمہیں ان سے اللہ کافی ہے اور وہی سننے والا جاننے والا ہے۔ [البقرة: 136]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ وَقَالُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ} رسول نے مان لیا جو کچھ اس پر اس کے رب کی طرف سے اترا ہے اور مسلمانوں نے بھی مان لیا، سب نے اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو مان لیا ہے، (کہتے ہیں کہ) ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے، اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور مان لیا، اے ہمارے رب تیری بخشش چاہتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ [البقرة: 285]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ} یہی نیکی نہیں کہ تم اپنے منہ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرو بلکہ نیکی تو یہ ہے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور فرشتوں اور کتابوں اور نبیوں پر۔ [البقرة: 177]

لفظ 'الکتاب' (مع ال کے ساتھ) ایک اسمِ جنس ہے جو تمام ان کتابوں پر مشتمل ہے جو اللہ تعالیٰ نے (اپنے انبیاء پر) نازل فرمائیں، وہ تورات اور انجیل پر بحث و تناول کرتا ہے، اسی طرح وہ قرآن مجید کا بھی مطالعہ و تناول کرتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: {وَقُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ} اور کہہ دو کہ میں اس پر یقین لایا ہوں جو اللہ نے کتاب نازل کی ہے، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔[الشوری: 15]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ} رسول نے مان لیا جو کچھ اس پر اس کے رب کی طرف سے اترا ہے اور مسلمانوں نے بھی مان لیا، سب نے اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں کو مان لیا ہے، (کہتے ہیں کہ) ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے۔[البقرۃ: 285]

اور دوسری قراءت میں (وَكِتَابِهِ) کے الفاظ آتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: {وَقُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ} اور کہہ دو کہ میں اس پر یقین لایا ہوں جو اللہ نے کتاب نازل کی ہے، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔ [الشوری: 15]

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد گرامی ہے: {الم – ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِلْمُتَّقِينَ – الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ – وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ – أُولَئِكَ عَلَى هُدًى مِنْ رَبِّهِمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ} ا ل م۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی بھی شک نہیں، پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے۔ جو بن دیکھے ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں خرچ کرتے ہیں۔ اور جو ایمان لاتے

ہیں اس پر جو اتارا گیا آپ پر، اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا، اور آخرت پر بھی وہ یقین رکھتے ہیں۔ وہی لوگ اپنے رب کے راستہ پر ہیں، اور وہی نجات پانے والے ہیں۔[البقرة: 1 – 5]

اس نے ذکر کیا کہ یہ وہ کتاب ہے جو اس پر نازل ہوئی، پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے، وہ جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، اور نماز کو قائم کرتے ہیں، اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اور جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو اس کی طرف نازل کیا گیا، اور اس پر جو اس سے پہلے نازل کیا گیا، اور آخرت پر وہ یقین رکھتے ہیں، پھر اس نے خبر دی کہ یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں، پس اس نے فلاح کو انہی لوگوں تک محدود کر دیا، چنانچہ فلاح پانے والا کوئی نہ ہوگا مگر وہی جو انہی میں سے ہو۔

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد گرامی ہے: **{وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ}** اور جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو اتارا گیا آپ پر، اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا. [البقرة: 4]، **الْمُفْلِحُونَ** مذکورہ بالا لوگوں کی ہی صفت ہے، یہ کوئی دوسرا جداگانہ قسم یا گروہ نہیں ہے، کیونکہ کسی چیز کا دوسری چیز پر عطف کیا جانا کبھی صفات کے تغایر اور اختلاف کی وجہ سے بھی ہوتا ہے، اگرچہ ذات ایک ہی ہو، تو یہی بات یہاں صحیح اور درست ہے، اگرچہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ دوسری صنف اہلِ کتاب کے مومن ہیں، اور پہلی صنف مسلمان ہیں، پس یہ قول ضعیف ہے، اس سے بھی زیادہ فاسد ان نصاریٰ کا یہ قول ہے: بے شک اس کتاب سے مراد انجیل ہے، جیسا کہ اس پر کلام آگے چل کر آئے گا، ان شاءاللہ تعالیٰ۔

اور عطف صفات کے تغایر کی وجہ سے کیا گیا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: **{سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى – الَّذِي خَلَقَ فَسَوَّى – وَالَّذِي قَدَّرَ فَهَدَى – وَالَّذِي أَخْرَجَ الْمَرْعَى – فَجَعَلَهُ غُثَاءً أَحْوَى}** اپنے رب کے نام کی تسبیح کیا کر جو سب سے اعلیٰ ہے۔ وہ جس نے پیدا کیا پھر ٹھیک بنایا۔ اور

جس نے (ہر چیز کا) تخمینہ ٹھہرایا پھر راہ دکھائی۔ اور وہ جس نے چارہ نکالا۔ پھر اس کو خشک سیاہ چورا (کچرا) کردیا۔ [الاعلیٰ: 1 – 5]

اور وہ اللہ پاک ہے جس نے پیدا کیا پھر اسے ہموار اور متناسب بنایا، اور جس نے اندازہ اور تقدیر مقرر کی پھر ہدایت عطا کی، اور جس نے چارہ اگایا، پھر اسے کاٹ کر بھوسہ جیسا سیاہ اور خشک کر دیا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ بھی ارشاد گرامی ہے: **{قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ – الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ – وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ – وَالَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ – وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ}** بے شک ایمان والے کامیاب ہو گئے۔ جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں۔ اور جو بے ہودہ باتوں سے منہ موڑنے والے ہیں۔ اور جو زکوٰۃ دینے والے ہیں۔ اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ [المؤمنون: 1 – 5] آیات کے آخر تک۔

اسی طرح اس کا یہ بھی قول ہے: **{وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ}** اور جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو اتارا گیا آپ پر، اور جو آپ سے پہلے اتارا گیا۔ [البقرة: 4]

وہ وہی لوگ ہیں جو غیب پر ایمان لاتے ہیں، اور نماز کو قائم کرتے ہیں، اور جو کچھ ہم نے انہیں رزق دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں، اور وہی لوگ ہیں جو اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں، اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔

لیکن ان کے ایمان کو اس نے اجمال کے بعد تفصیل سے بیان کیا؛ تاکہ کوئی گمان کرنے والا یہ گمان نہ کرے کہ محض غیب پر ایمان کی دعویٰ کر لینا ہی نافع اور مفید ہے، اگر وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جو کچھ نازل کیا گیا اس پر ایمان نہ لائے، اور جو کچھ اس سے پہلے والوں کی طرف نازل کیا گیا، تو اگر لوگوں میں سے کوئی

شخص یہ کہے: کہ میں غیب پر ایمان رکھتا ہوں، اس کے ساتھ ہی وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ نازل کیا گیا اس میں سے بعض پر ایمان نہیں رکھتا، یا جو کچھ اس سے پہلے والوں پر نازل کیا گیا اس میں سے بعض پر، تو وہ مومن نہ ہو گا، یہاں تک کہ وہ اس پر جو کچھ اس کی طرف نازل کیا گیا اس کے جمیع پر ایمان لائے، جو کچھ اس سے پہلے والوں کی طرف نازل کیا گیا، اور اگر وہ کوئی اور ہی صنف ہوتے، تو یہ فلاح پانے والے لوگ دو قسموں میں بٹ جاتے، ایک قسم جو غیب پر ایمان لاتی ہے، وہ اس پر جو کچھ اس کی طرف نازل کیا گیا اس پر ایمان نہیں لاتے، جو کچھ اس سے پہلے والوں کی طرف نازل کیا گیا، اور دوسری قسم اس پر جو کچھ اس کی طرف نازل کیا گیا اس پر ایمان لاتی ہے، جو کچھ اس سے پہلے والوں کی طرف نازل کیا گیا، غیب پر ایمان نہیں لاتے، یہ تمام مومن امتوں اور یہود اور نصاریٰ کے نزدیک بھی باطل ہے، پس بے شک اس پر جو کچھ اس کی طرف نازل کیا گیا اس سے پہلے والوں کی طرف نازل کیا گیا اس پر ایمان لانا، غیب پر ایمان لانے کو اپنے اندر شامل اور متضمن ہے، غیب پر ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوتا جب تک اللہ تبارک وتعالی کی طرف سے جو کچھ بھی نازل کیا گیا اس کے جمیع پر ایمان نہ لایا جائے۔

وہ اصول جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کب مسلمانوں پر کسی چیز سے حجت قائم ہوتی ہے

مسلمانوں میں سے کوئی شخص بھی کسی چیز کی تکذیب کرنا جائز نہیں سمجھتا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے والوں پر جو کچھ نازل کیا گیا اس میں سے کسی چیز کا، لیکن یعنی یہود اور نصاریٰ پر اس سے حجت قائم کرنا تین مقدمات کا محتاج ہے:

ان میں سے ایک یہ ہے: کہ وہ بات انبیاء علیہم السلام پر ثابت ہو۔

دوسرا یہ ہے: اس کا عربی زبان کی طرف، یا اس زبان کی طرف جس میں ان سے خطاب کیا جارہا ہو جیسے رومی (یونانی) زبان کی طرف، درست اور صحیح ترجمہ کا ہونا، سریانی زبان کی طرف، کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان ہے، حضرت داود علیہ السلام اور مسیح علیہ السلام کی زبان تھی، بنی اسرائیل کے دیگر انبیاء علیہم السلام کی بھی، عبرانی تھی، اور جو شخص یہ کہے کہ مسیح علیہ السلام کی زبان سریانی تھی، یا رومی (یونانی) تھی، تو بے شک اس نے غلطی کی۔

تیسرا یہ ہے: اس کلام کی تفسیر اور اس کے معنی کی معرفت۔

اسی وجہ سے مسلمان کسی چیز کا رد نہیں کرتے، ان حجتوں میں سے یہ بھی ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک کو اس بات میں جھٹلایا جائے جو اس نے کہی ہو، لیکن وہ ان کی طرف منسوب بات نقل کرنے والے ہی کو جھٹلا دیتے ہیں، یا ان کی طرف منقول بات کی ایسی تفسیر کر لیتے ہیں جو ان کی اپنی مراد کے مطابق ہو، یا کسی دوسرے معنیٰ میں، لیکن غلطی کے پہلو سے۔

اگر بعض مسلمان بعض منقولات کو جھٹلانے میں غلطی کر بیٹھیں، یا ان کی طرف منسوب بعض منقولات کی تاویل کرنے میں لغزش کھا جائیں، تو یہ بھی بالکل ویسا ہی غلط ہے جیسے جو کوئی بھی ان (یہود و نصاریٰ) میں سے غلطی کرے، وہ غلطی کرتا ہے، دوسرے تمام اہلِ ملل میں بھی ایسے لوگ ہیں جو غلطی کے پہلو سے، اس

شخص کی نبوت کو تسلیم کرنے والے سے منقول بعض باتوں کی تکذیب کرتے ہیں، یا پھر اس سے منقول بات کی غلط تأویل تفسیر میں بھی غلطی کرتے ہیں۔

یہ (غلطی سے نقل کی تکذیب) خود نبی (کی ذات ورسالت) کی تکذیب سے کہیں مختلف (یعنی کم تر) معاملہ ہے، کیونکہ نبی کی ذات کی تکذیب صریح کفر ہے، یہ صورت اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) کے موقف کے خلاف ہے، کیونکہ ان اہل کتاب کا مطلوب پورا نہیں ہو سکتا مگر اس کے ذریعے کہ وہ اس کتاب کے بعض حصوں کی تکذیب کریں جو اللہ نے نازل کی ہے، جب کبھی اس نے ایک بھی کلمہ کی تکذیب کی جس کی خبر اس شخص نے دی تھی جس نے کہا کہ وہ اللہ کا رسول ہے، تو اس کے باقی تمام کلام سے اس کی حجت باطل ہو جاتی ہے، پس ان کی وہ دلیل جس سے وہ استدلال کرتے ہیں خود مردہ (بے وزن) ہو جاتی ہے، اس لیے کہ جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ اللہ کا رسول ہے، یا تو وہ اپنے اس قول میں سچا ہوتا ہے کہ: کہ بے شک میں اللہ کا رسول ہوں، اس کے جمیع میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں جو کچھ بھی وہ خبر دیتا ہے، یا تو وہ جھوٹا ہوتا ہے، اگرچہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ایک لفظ میں بھی (اگر وہ جھوٹا ہوتا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک لفظ کی نسبت میں بھی جھوٹ نہ بول سکتا)۔

پس اگر وہ اس میں سچا ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ پر اس چیز میں سے کسی چیز میں بھی جھوٹ بولنے سے باز رہتا جو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچاتا ہے، پس بے شک جو شخص اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتا ہے، اگرچہ ایک لفظ میں بھی، تو وہ ان لوگوں میں سے ہوتا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑتے ہیں، اوہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں میں سے کوئی رسول نہ ہوتا، جو شخص اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑتا ہے، تو یہ واضح ہو جاتا کہ وہ جھوٹے مدعیانِ نبوت میں سے ہے۔

اس جیسی حالت والے شخص کی اللہ تعالیٰ کے بارے میں دی جانے والی خبر سے حجت قائم کرنا جائز نہیں، پس بے شک یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے نہیں بھیجا، اجب وہ خود کوئی قول کہتا ہے، اور صدق اور سچائی پر مبنی ہوتا ہے، تو وہ اسی طرح ہوتا جیسے دوسرا کوئی شخص کہتا ہے، قبول کیا جاتا ہے، نہ اس لیے قبول کیا جاتا ہے کہ اس نے وہ قول اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچایا ہے اور نہ اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ہے، بلکہ اسی طرح قبول کیا جاتا ہے جیسے مشرکین اور باقی تمام کفار سے جو حق وہ کہتے ہیں قبول کیا جاتا ہے، پس بے شک بت پرست جب اللہ تعالیٰ کے بارے میں کچھ کہتے ہیں جو حق ہو، جیسے مشرکینِ عرب کا اقرار کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، تو ہم اس بات میں ان کی تکذیب نہیں کرتے، اگرچہ وہ کافر ہی ہوں، اسی طرح جب کافر کہتا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ حی، قادر اور خالق ہے، تو ہم اس قول میں اس کی تکذیب نہیں کرتے۔

پس جو شخص اللہ تعالیٰ پر ایک لفظ میں بھی جھوٹ بولتا ہے، کہتا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اسے اس پر نازل کیا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس پر نازل نہیں کیا تھا، تو وہ جھوٹوں میں سے ہے، وہ لوگ جن کے اقوال میں سے کسی چیز سے بھی حجت قائم کرنا جائز نہیں، جو وہ کہتے ہیں کہ وہ اسے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے پہنچاتے ہیں، جو کچھ انہوں نے اس کے علاوہ کہا ہے تو وہ اس میں باقی تمام لوگوں کی طرح ہیں، بلکہ ان کے مثل جھوٹوں میں سے اگر اس قول کی صحت معلوم ہو جائے، دوسروں کی طرف سے قبول کیا جاتا ہے دلیل کے قائم ہونے کی بنا پر اس کی صحت پر، نہ اس لیے کہ انہوں نے اسے کہا ہے، نہ اس لیے کہ انہوں نے اسے کہا ہے، اگر دوسروں کی طرف سے اس کی صحت معلوم نہ ہو، تو ان کے قول میں اللہ تعالیٰ پر ان کے کذب کے ثابت ہونے کے ساتھ ان کے لیے کوئی حجت نہ تھی۔

اس وقت، یہ لوگ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کرلیں، یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب اور حکمت کی جو تبلیغ کرتا ہے اس میں سچا ہے، تو ان پر لازم ہو جاتا ہے کہ کتاب اور حکمت میں سے جو کچھ بھی اس سے ثابت شدہ ہے اس سب پر ایمان لائیں، جیسا کہ تمام رسولوں کی طرف سے جو کچھ آیا ہے اس سب پر ایمان لانا بھی لازم ہے۔

اگر وہ اس کی ایک لفظ میں بھی تکذیب کر دیں، یا اس کی صداقت پر میں شک کر دیں، تو اس کے ساتھ ہی ان کا یہ اقرار کرنا محال ہو جاتا ہے کہ وہ اللہ کا رسول ہے، جب تک وہ یہ اقرار نہ کریں کہ وہ اللہ کا رسول ہے، تو ان کا اس چیز سے جو اس نے کہا ہے حجت قائم کرنا ان کے باقی تمام لوگوں کی طرح ہوتا جو انبیاء میں سے نہیں ہیں ان کی باتوں سے حجت قائم کرنے کے، بلکہ جھوٹوں میں سے ہوتا ہے، یا ان لوگوں کی طرح ہوتا ہے جن کی صداقت پر شک کیا جاتا ہے۔

یہ معلوم ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے میں معروف ہو جائے اس چیز میں جو وہ کہتا ہے، کہ بے شک وہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچاتا ہے، یا اس کی صداقت پر شک کیا جائے، تو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ اللہ کا رسول ہے، اور نہ ہی یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر اس چیز میں سچا ہے جو وہ کہتا ہے، اور وہ اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچاتا ہے، اور جب اس سے یہ معلوم نہ ہو، اور نہ ہی یہ بات معروف ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف کوئی چیز نازل کی ہے، بلکہ جب اس کا جھوٹ ثابت ہو جاتا ہے تو یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ اس کی طرف کچھ نازل کیا اور نہ ہی اسے رسول بنا کر بھیجا، جس طرح مسیلمہ کذّاب کا جھوٹ معروف و ثابت ہو چکا ہے، اور اسود عنسی، اور طلیحہ اسدی کا بھی، اور جس طرح مانی کا جھوٹ بھی معروف و ثابت ہو چکا ہے، اسی جیسے دوسرے لوگ، ان کے علاوہ جھوٹے مدّعیانِ نبوت میں سے دیگر افراد بھی۔ اگر اس کی سچائی

میں کسی ایک کلمے کے بارے میں بھی شک کیا جائے، بلکہ اس بات کا امکان بھی مان لیا جائے کہ اس نے اسے جان بوجھ کر جھوٹ کہا ہو، یا یہ کہ وہ کلمہ غلطی سے کہا گیا ہو، تب بھی اس کی تصدیق جائز نہیں، اس کے باوجود، جو کچھ بھی وہ اللہ کی طرف سے پہنچاتا ہے؛ کیونکہ جو کچھ وہ اللہ کی طرف سے بیان کرے، اس کی تصدیق، صرف اسی صورت میں جائز ہوتی ہے جب وہ سچا رسول ہو، نہ جان بوجھ کر جھوٹ بولے نہ غلطی سے، کیونکہ ہر وہ شخص جسے اللہ نے بھیجا ہے ضروری ہے کہ وہ سچا ہو، جو کچھ بھی وہ اللہ کی طرف سے پہنچائے، اس میں وہ نہ تو جان بوجھ کر جھوٹ بولے نہ ہی کسی غلطی سے۔

رسول کی صداقت اور کذب سے معصومیت

یہ ایک ایسا امر ہے جس پر تمام لوگ متفق ہیں، مسلمان، یہود، اور نصاریٰ، ان کے علاوہ دیگر لوگ، وہ اس پر متفق ہیں کہ رسول کو لازم ہے کہ وہ اپنی تبلیغ میں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچاتا ہے اس میں سچا اور معصوم ہو، وہ اللہ تعالیٰ پر نہ تو غلطی سے جھوٹ بولتا ہے نہ ہی جان بوجھ کر، بے شک رسالت کا مقصود اس کے بغیر حاصل نہیں ہوتا، جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے فرمایا تھا: {يَافِرْعَوْنُ إِنِّي رَسُولٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ – حَقِيقٌ عَلَى أَنْ لَا أَقُولَ عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ}اور موسیٰ نے کہا اے فرعون! بے شک میں رب العالمین کی طرف سے رسول ہو کر آیا ہوں۔ میرے لیے یہی مناسب ہے کہ سوائے سچ کے کوئی بات اللہ کی طرف منسوب نہ کروں۔[الاعراف: 104 – 105]

وہ خبر دیتا ہے کہ وہ اس لائق، مستحق، ثابت قدم اور مستحکم ہے کہ اللہ تعالیٰ پر حق کے سوا کچھ نہ کہے، دوسری قراءت کے مطابق اس نے خبر دی کہ اس پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ پر حق کے سوا کچھ نہ کہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: {وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ – لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ – ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ – فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ} اور اگر وہ کوئی بناوٹی بات ہمارے ذمہ لگاتا۔ تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے۔ پھر ہم اس کی رگِ گردن کاٹ ڈالتے۔ پھر تم میں سے کوئی بھی اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔ [الحاقہ: 44 – 47]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: {أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا فَإِنْ يَشَأِ اللَّهُ يَخْتِمْ عَلَى قَلْبِكَ وَيَمْحُ اللَّهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ} کیا وہ کہتے ہیں کہ آپ نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے، پس اگر اللہ چاہے تو آپ کے دل پر مہر کر دے، اور اللہ باطل کو مٹا دیتا ہے اور سچ کو اپنی کلام سے ثابت کر دیتا ہے۔ [الشوری: 24]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: {وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَكَانَ آيَةٍ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مُفْتَرٍ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ – قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ} اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری بدلتے ہیں، اور اللہ خوب جانتا ہے جو اتارتا ہے تو کہتے ہیں کہ تو بنا لاتا ہے، یہ بات نہیں لیکن اکثر ان میں سے نہیں سمجھتے۔ تو کہہ دے کہ اسے تیرے رب کی طرف سے پاک فرشتے نے سچائی کے ساتھ اتارا ہے تاکہ ایمان والوں کے دل جما دے اور فرمانبرداروں کے لیے ہدایت اور خوشخبری ہے۔ [النحل: 101 – 102]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: {وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَذَا أَوْ بَدِّلْهُ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَى إِلَيَّ} اور جب ان کے سامنے ہماری واضح آیتیں پڑھی جاتی ہیں، وہ لوگ کہتے ہیں جنہیں ہم سے ملاقات کی امید نہیں

کہ اس کے سوا کوئی قرآن لے کر آؤ یا اسے بدل دو، تو کہہ دے میرا کام نہیں کہ اپنی طرف سے اسے بدل دوں، میں اسی کی تابعداری کرتا ہوں جو میری طرف وحی کی جائے۔[یونس: 15]

اس کی تفصیل اور بسط کا مقام ایک اور جگہ ہے۔

یہاں مقصود صرف یہ ہے کہ ان کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو کچھ آیا ہے اس میں سے ایک لفظ سے بھی حجت قائم کرنا، کسی بھی وجہ سے صحیح نہیں ہوتا، بے شک اگر وہ ہر اس چیز میں سچا رسول ہے جو اللہ عزوجل کی طرف سے خبر دیتا ہے، ہر ایک شخص نے یہ جان لیا کہ وہ نصاریٰ کے دین کے مخالف چیزیں لے کر آیا ہے، تو لازم آتا ہے کہ اگر وہ سچا رسول ہے تو نصاریٰ کا دین باطل ہو گا، اگر وہ اس میں سے جو کچھ لایا ہے اس کی ایک بات کے بارے میں بھی کہہ دیں کہ وہ باطل ہے، تو لازم آتا ہے کہ ان کے نزدیک نہ کوئی سچا رسول ہو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تبلیغ کرتا ہو، اس وقت، برابر ہے کہ وہ کہیں: وہ ایک عادل بادشاہ ہے، یا وہ علماء میں سے ایک عالم ہے، یا وہ صالحین میں سے ایک صالح شخص ہے، یا اسے عظیم ترین قدیسین میں سے ایک عظیم قدیس قرار دے دیں، پس چاہے وہ اسے کتنا ہی بزرگ اور معظم ٹھہرائیں کتنی ہی اس کی تعریف اور مدح کریں اس کی ان روشنمایاں خوبیوں کی وجہ سے جو انہوں نے اس میں دیکھی ہیں، اس کی ظاہر فضیلتوں اور اس کی پاکیزہ شریعت کی وجہ سے، جب انہوں نے اس میں سے جو کچھ لایا ہے اس کی ایک بات میں بھی تکذیب کی، یا اس میں شک کیا تو وہ اس کے اس قول میں اس کی تکذیب کرنے والے ہوتے ہیں کہ: کہ بے شک وہ اللہ کا رسول ہے، یہ کہ انہوں نے یہ قرآن اللہ کی جانب سے پہنچا دیا، جو شخص اپنے قول میں جھوٹا ہو: بے شک وہ اللہ کے رسول ہیں، انبیاء و مرسلین میں سے نہیں تھے، جو ان میں سے نہ ہو تو اس کا قول قطعی طور پر حجت نہ ہو گا، مگر اس کے لیے اس جیسوں کی طرح نمونہ موجود ہے۔

اگراس کے قول کی صحت کسی الگ دلیل سے ثابت ہو جائے، تو اس کا قول قبول کیا جائے گا؛ کیونکہ اس کی صداقت اس کے اپنے دعویٰ کی سمت سے نہیں بلکہ کسی دوسری جداگانہ دلیل سے معلوم ہو گئی ہے، نہ اس وجہ سے کہ اس نے یہ بات کہی ہے، اگر قول کی صحت معلوم نہ ہو تو وہ قبول نہ کیا جائے گا پس واضح ہوا کہ اگر دعویٰ کرنے والا اس بات کی تصدیق نہ کرے کہ وہ اللہ کا رسول ہے، اس بات سے کہ وہ اپنی ہر اس بات میں سچے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہنچاتے ہیں، جھوٹ کے قائم ہونے سے معصوم ہیں خواہ غلطی سے ہو یا عمداً، تو ان کے قول سے استدلال کرنا صحیح نہ ہو گا۔

یہ اصل اہل کتاب کے عقلاء کے قول کو باطل کر دیتی ہے، یہ ان کے جاہلوں کے قول کے لیے اس سے بھی زیادہ بطلان کا موجب ہے، بے شک اہل کتاب کے بہت سے عقلاء، ان میں سے اکثر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتے ہیں، اس چیز کی طرف جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید کی دعوت دی ہے، اس چیز سے جس سے انہوں نے روکا ہے یعنی بتوں کی عبادت سے، اس چیز کی تصدیق کی جس کی تصدیق تورات اور انجیل نے کی، ان سے پہلے کے رسولوں کی، اس عظمت کی وجہ سے جو قرآن مجید کی ظاہر ہوئی جسے وہ لے کر آئے، اور اس شریعت کے حسنات اور محاسن کی وجہ سے جو وہ لے کر آئے، اس کی اس امت کے فضائل بھی، جو اس پر ایمان لائی، ان کی جانب سے، ان کے ذریعے ظاہر ہونے والی آیات کے سبب، واضح دلائل، معجزات اور کرامات، لیکن اس سب کے باوجود وہ کہتے ہیں: بے شک وہ ہماری طرف نہیں بلکہ ہمارے سوا دوسروں کی طرف مبعوث کیے گئے تھے، بے شک وہ ایک عادل بادشاہ ہے، اس کی ایک عادلانہ سیاست ہے، اس کے باوجود اس نے اہلِ کتاب اور دوسروں کے علوم میں سے علوم حاصل کیے، اس نے اپنے علم و مرتبہ کے مطابق ان کے لیے ایک منظم اصول و نظام وضع کیا، جیسا کہ ان کے بڑے لوگ ان کے لیے قوانین وضع کر

چکے ہیں، وہ ضوابط و قوانین جو ان کے ہاتھوں میں ہیں، کیونکہ وہ اس کے ذریعے ایمان والے نہیں بن سکتے، کیونکہ یہ بات متواتر روایت کے ذریعے جانی جاتی ہے، جسے تمام اقوام اور تمام فرقے بخوبی جانتے ہیں، کہ اس نے فرمایا: بے شک وہ تمام انسانوں کی طرف بھیجے گئے اللہ کے رسول ہیں، اور یہ کہ اللہ نے قرآن اسی پر نازل فرمایا، پس اگر وہ اس میں سچا ہے، تو جو شخص اس کی کسی ایک بات کو جھٹلائے، اس نے در حقیقت اللہ کے رسول کو جھٹلایا، اور جو شخص اللہ کے رسول کو جھٹلائے، تو وہ کافر ہے، اگر وہ اس میں سچا نہ ہو، تو وہ اللہ کا رسول نہیں تھا، بلکہ وہ جھوٹا تھا، جو شخص اللہ پر جھوٹ بولے، کہتا ہے: اللہ نے مجھے اس کے ساتھ بھیجا ہے، اور اس نے اسے اس کے ساتھ نہیں بھیجا تھا، اس کے کسی قول کو دلیل کے طور پر پیش کرنا جائز نہیں۔

اہل کتاب کا اس بات میں ردّ کہ وہ کائناتی ارسال (یعنی عام نبوت) کے قائل ہیں

رہے وہ جو اہل کتاب کے جاہل لوگ ہیں جو کہتے ہیں: بے شک وہ ان پر مسلط کیا گیا ایک بادشاہ تھا، بے شک وہ ایک ایسا رسول تھا جس پر غضب نازل ہوا تھا، اللہ تعالیٰ نے انہیں تکوینی ارسال کے ساتھ بھیجا تھا؛ تاکہ اس کے ذریعے سے ان سے انتقام لے، جیسا کہ اس نے بخت نصر کو بھیجا تھا، اور سنحاریب کو بنی اسرائیل پر بھیجا تھا، جیسا کہ اس نے چنگیز خان کو بھیجا تھا، اس کے علاوہ دیگر کافر اور ظالم بادشاہوں کو بھیجا تھا، اللہ اس سے انتقام لیتا ہے جو اس کی نافرمانی کرے، پس یہ لوگ اُس کو جھٹلانے اور اُس کا انکار کرنے میں اُن پہلے لوگوں سے بھی کہیں زیادہ بڑے منکر ہیں، بے شک یہ بادشاہ تو ایسے ہیں کہ ان میں سے کسی ایک نے بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اللہ نے اس پر کوئی کتاب نازل کی ہے، نہ یہ کہ یہ کلام جو میں تم تک پہنچا رہا ہوں وہ اللہ کا کلام ہے، نہ یہ کہ اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ جو کچھ میں تمہیں بتا رہا ہوں اس پر تم میری تصدیق کرو، جو کچھ میں

تمہیں حکم دیتا ہوں اس میں تم میری اطاعت کرو، جس نے میری دل سے بھی اور ظاہر سے بھی تصدیق نہیں کی، تو بیشک اللہ اسے دنیا اور آخرت میں عذاب دے گا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان انبیاء کو ایک تکوینی ارسال کے ذریعے بھیجا ہے، جسے اس نے مقدر فرمایا اس کا فیصلہ کر دیا، جیسے اللہ عذاب کی ہوا بھیجتا ہے، جیسے اللہ شیطانوں کو بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {أَنَّا أَرْسَلْنَا الشَّيَاطِينَ عَلَى الْكَافِرِينَ تَؤُزُّهُمْ أَزًّا} ہم نے شیطانوں کو کافروں پر چھوڑ رکھا ہے وہ انھیں ابھارتے رہتے ہیں۔[مریم: 83]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {وَقَضَيْنَا إِلَى بَنِي إِسْرائِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا – فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا مَفْعُولًا} اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں یہ بات بتلادی تھی کہ تم ضرور ملک میں دو مرتبہ خرابی کروگے اور بڑی سرکشی کروگے۔ پھر جب پہلا وعدہ آیا تو ہم نے تم پر اپنے بندے سخت لڑائی والے بھیجے پھر وہ تمہارے گھروں میں گھس گئے، اور اللہ کا وعدہ تو پورا ہونا ہی تھا۔[الإسراء: 4 – 5]

یہ بات اس کے قول کے مخالف ہے: {إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمِهِ} بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تھا۔[نوح: 1]

اللہ تعالیٰ کے قول کے حوالے سے: {إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَى فِرْعَوْنَ رَسُولًا} ہم نے تمہاری طرف تم پر گواہی دینے والا ایک رسول بھیجا ہے کہ جس طرح فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا۔[المزمل: 15]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَوْحَيْنَا إِلَى إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَى وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ

وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا وَرُسُلًا قَدْ قَ َ ْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَمْ نَقْ ُ ْهُمْ عَلَيْكَ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا رُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ} ہم نے تیری طرف وحی بھیجی جیسے ہم نے وحی بھیجی نوح پر اور ان نبیوں پر جو اس کے بعد آئے، اور ہم نے وحی بھیجی ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان پر، اور ہم نے داؤد کو زبور دی۔ اور (ہم نے بھیجے) ایسے رسول جن کا حال اس سے پہلے ہم تمہیں سنا چکے ہیں اور ایسے رسول جن کے متعلق ہم نے تمہیں نہیں بتایا، اور اللہ نے موسیٰ سے خاص طور پر کلام فرمایا۔ (ہم نے بھیجے) پیغمبر خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تاکہ ان لوگوں کا اللہ پر پیغمبروں کے بعد الزام نہ رہے۔ [النساء: 163]

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے مراد دینی ارسال (یعنی دینی رسالت) ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے پسند کرتا ہے اور اس سے راضی ہوتا ہے، جس کے ذریعے سے اس نے ان لوگوں کو ہدایت دی جو ان (یعنی صحابہ اور سلف) کی اتباع کرنے والے ہیں، اسے اپنی رحمت میں داخل کر دیا، اور جس نے ان کی نافرمانی کی، اسے سزا دی، اسے عذاب کا مستحق بنادیا، یہی وہ ارسال ہے جس کے ذریعے اللہ نے اپنے بھیجے ہوئے رسول کی اطاعت واجب کر دی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ} اور ہم نے کبھی کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسی واسطے کہ اللہ کے حکم سے اس کی تابعداری کی جائے۔ [النساء: 64]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ} جس نے رسول کا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا۔ [النساء: 80]

یہی وہ رسالت ہے جس کے ذریعے اس نے مخلوق پر حجت قائم کر دی۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: {رُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ} (ہم نے بھیجے)پیغمبر خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تاکہ ان لوگوں کا اللہ پر پیغمبروں کے بعد الزام نہ رہے، اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔[النساء: 165]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ} فرشتوں اور آدمیوں میں سے اللہ ہی پیغام پہنچانے کے لیے چن لیتا ہے۔[الحج: 75]

یہ انتخاب اُسی طرح ہے جیسے اللہ نے روح القدس جبرائیل علیہ السلام کو منتخب فرمایا، (یہ انتخاب اِس لیے تھا) تاکہ جبرائیل علیہ السلام قرآن کو اُس شخص پر نازل کرے جسے اللہ نے انسانوں میں سے نبوت کے لیے منتخب فرمایا تھا، وہ منتخب کردہ شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: {قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِجِبْرِيلَ فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَى قَلْبِكَ بِإِذْنِ اللَّهِ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَبُشْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ} کہہ دو جو کوئی جبرائیل کا دشمن ہو، سو اسی نے اتارا ہے وہ قرآن اللہ کے حکم سے آپ کے دل پر، ان کی تصدیق کرتا ہے جو اس سے پہلے ہیں اور ایمان والوں کے لئے ہدایت اور خوشخبری ہے۔[البقرة: 97]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: {وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ – نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ – عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ – بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ}اور یہ قرآن رب العالمین کا اتارا ہوا ہے۔ اسے امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے۔ تیرے دل پر، تاکہ تو ڈرانے والوں میں سے ہو۔ صاف عربی زبان میں۔[الشعراء: 192 – 195]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: {وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَكَانَ آيَةٍ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مُفْتَرٍ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ – قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ} اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری بدلتے ہیں، اور اللہ خوب جانتا ہے جو اتارتا ہے تو کہتے ہیں کہ تو بنالاتا ہے، یہ بات نہیں لیکن اکثر ان میں سے نہیں سمجھتے۔ تو کہہ دے کہ اسے تیرے رب کی طرف سے پاک فرشتے نے سچائی کے ساتھ اتارا ہے تاکہ ایمان والوں کے دل جمادے اور فرمانبرداروں کے لیے ہدایت اور خوشخبری ہے۔[النحل: 101 – 102]

پس اللہ نے خبر دی کہ اس قرآن کو جبرائیل لے کر اترے، اور انہیں ''ح الامین'' کا نام دیا، انہیں ''روح القدس'' کا نام دیا، بیشک اللہ نے اپنے اس قول میں بھی جبرائیل علیہ السلام کا ذکر کیا ہے: {إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ – ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ – مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ} بے شک یہ قرآن ایک معزز رسول کا لایا ہوا ہے۔ جو بڑا طاقتور ہے عرش کے مالک کے نزدیک بڑے رتبہ والا ہے۔ وہاں کا سردار امانت دار ہے۔ [التکویر: 19 – 21]

پھر فرمایا: {وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ – وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ – وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ – وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ رَجِيمٍ – فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ – إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ – لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ – وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ} اور تمہارا رفیق (رسول) کوئی دیوانہ نہیں ہے۔ اور اس نے اس (فرشتہ) کو (آسمان کے) کھلے کنارے پر دیکھا بھی ہے۔ اور وہ غیب کی باتوں پر بخیل نہیں ہے۔ اور وہ کسی شیطان مردود کا قول نہیں ہے۔ پس تم کہاں چلے جا رہے ہو۔ یہ تو جہان بھر کے

لیے نصیحت ہی نصیحت ہے۔ اس کے لیے جو تم میں سے سیدھا چلنا چاہے۔ اور تم تو تب ہی چاہو گے کہ جب اللہ چاہے گا، جو تمام جہان کا رب ہے۔ [التکویر: 22 – 29]

پس یہ رسول جبرائیل علیہ السلام ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ – وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَا تُؤْمِنُونَ – وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ – تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ – وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ – لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ – ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ – فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ} کہ بے شک یہ (قرآن) رسول کریم کی زبان سے نکلا ہے۔ اور وہ کسی شاعر کا قول نہیں، تم بہت ہی کم یقین کرتے ہو۔ اور نہ ہی کسی جادو گر کا قول ہے، تم بہت ہی کم غور کرتے ہو۔ وہ پروردگار عالم کا نازل کیا ہوا ہے۔ اور اگر وہ کوئی بناوٹی بات ہمارے ذمہ لگاتا۔ تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے۔ پھر ہم اس کی رگِ گردن کاٹ ڈالتے۔ پھر تم میں سے کوئی بھی اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔ [الحاقہ: 40 – 47]

پس یہ رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

رہا تکوینی ارسال جسے اس نے مقدر فرمایا اور اس کا فیصلہ کر دیا۔ جیسے ہواؤں کا بھیجنا اشیطانوں کا بھیجنا۔ پس وہ تکوینی ارسال ایک دوسری قسم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {أَنَّا أَرْسَلْنَا الشَّيَاطِينَ عَلَى الْكَافِرِينَ تَؤُزُّهُمْ أَزًّا} ہم نے شیطانوں کو کافروں پر چھوڑ رکھا ہے وہ انھیں ابھارتے رہتے ہیں۔ [مریم: 83]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ} اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت سے پہلے خوشخبری لانے والی ہوائیں چلاتا ہے۔ [الفرقان: 48]

سن لو! تمام کائنات کی تخلیق بھی اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے اور حکمرانی اور اختیار بھی صرف اسی کا ہے۔ تو لفظِ اِرسال کا مطلب ہے۔ تو لفظِ بعثت، ارادہ، امر، اذن، کتاب، تحریم، قضاء اور کلام کی تقسیم یہ ہے کہ: خَلقی، اور اَمرِی، اور کَونی، اور دِینی، ہم نے ارسال کا ذکر کر دیا۔

رہی بات بعثت کی، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ} وہی ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول انہیں میں سے مبعوث فرمایا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے۔[الجمعہ: 2]

کَونی یعنی تکوینی امور کے بارے میں فرمایا: {فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ} پھر جب پہلا وعدہ آیا تو ہم نے تم پر اپنے بندے سخت لڑائی والے بھیجے۔[الإسراء: 5]

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: {فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ} پھر اللہ نے ایک کوّا بھیجا جو زمین کریدتا تھا۔[المائدۃ: 31]

رہی بات ارادہ کی، تو اللہ تعالیٰ نے ارادۂ کَونی (یعنی تکوینی ارادہ) کے بارے میں فرمایا: {فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا} سو جسے اللہ چاہتا ہے کہ ہدایت دے تو اس کے سینہ کو اسلام کے قبول کرنے کے لیے کھول دیتا ہے، اور جس کے متعلق چاہتا ہے کہ گمراہ کرے اس کے سینہ کو بے حد تنگ کر دیتا ہے۔[الانعام: 125]

نوح علیہ السلام نے کہا: {وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِي إِنْ أَرَدْتُ أَنْ أَنْصَحَ لَكُمْ إِنْ كَانَ اللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يُغْوِيَكُمْ}اور میری نصیحت تمہیں فائدہ نہ دے گی خواہ میں کتنی ہی نصیحت کرنا چاہوں اگر اللہ کو تمہیں گمراہ رکھنا ہی منظور ہے۔ [ھود: 34]

اللہ تعالیٰ نے ارادۂ دینی (یعنی شرعی ارادہ) کے بارے میں فرمایا: {يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ} اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر تنگی نہیں چاہتا۔[البقرۃ: 185]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:{يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ – وَاللَّهُ يُرِيدُ أَنْ يَتُوبَ عَلَيْكُمْ وَيُرِيدُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الشَّهَوَاتِ أَنْ تَمِيلُوا مَيْلًا عَظِيمًا – يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا}اللہ چاہتا ہے کہ تمہارے لیے (قوانین) بیان کرے اور تمہیں پہلوں کی راہ پر چلائے اور تمہاری توبہ قبول کرے، اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔ اور اللہ چاہتا ہے کہ تم پر اپنی رحمت سے متوجہ ہو اور جو لوگ اپنے مزوں کے پیچھے لگے ہوئے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم راہ راست سے بہت دور ہٹ جاؤ۔ اللہ چاہتا ہے کہ تم سے بوجھ ہلکا کر دے، اور انسان تو کمزور ہی پیدا کیا گیا ہے۔[النساء: 26 – 28]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ} اللہ تم پر تنگی نہیں کرنا چاہتا لیکن تمہیں پاک کرنا چاہتا ہے اور تاکہ اپنا احسان تم پر پورا کرے۔ [المائدۃ: 6]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا}اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے اس گھر والو تم سے ناپاکی دور کرے اور تمہیں خوب پاک کرے۔ [الاحزاب: 33]

اللہ تعالیٰ نے امرِ کَونی (یعنی تکوینی حکم) کے بارے میں فرمایا: {إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ}اس کی تو یہ شان ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اتنا ہی فرما دیتا ہے کہ ہو جا، سو وہ ہو جاتی ہے۔[یس: 82]

اسی طرح ظاہر ترین قول کے مطابق اللہ تعالیٰ کا قول ہے: {وَإِذَا أَرَدْنَا أَنْ نُهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ} اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو وہاں کے دولت مندوں کو کوئی حکم دیتے ہیں پھر وہ وہاں نافرمانی کرتے ہیں تب ان پر حجت تمام ہو جاتی ہے۔ [الِاسراء: 16]

رہی بات امرِ دینی کی، جیسا کہ اس کا قول ہے: {إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا} بے شک اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو پہنچادو۔ [النساء: 58]

رہی بات اذنِ کَونی کی، جیسا کہ سحر کے بارے میں اس کا قول ہے: {وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ} حالانکہ وہ اس سے کسی کو اللہ کے حکم کے سوا کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے۔[البقرۃ: 102]

دینی (یعنی شرعی اذن) جیسا کہ اس کا قول ہے: {إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا – وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ وَسِرَاجًا مُنِيرًا} اے نبی ہم نے آپ کو بلاشبہ گواہی دینے والا اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا اور چراغ روشن بنایا ہے۔[الاحزاب: 45 – 46]

کتابِ کَونی جیسا کہ اس کا قول ہے: {كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي}اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب رہیں گے۔ [المجادلہ: 21]

اس کا قول: {قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا} کہہ دو ہمیں ہر گز نہ پہنچے گا مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لیے لکھ دیا۔ [التوبہ: 51]

دینی (یعنی شرعی اذن) جیسا کہ اس کا قول ہے: {كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ}اللہ نے ان پر لکھ دیا ہے۔[الحشر: 3]

اس کا قول: {كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ}تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسے ان پر فرض کیے گئے تھے جو تم سے پہلے تھے۔[البقرة: 183]

اس کا قول: {كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ}قصاص تم پر فرض کیا گیا ہے۔[البقرة: 178]

قضاءِ کَونی جیسا کہ اس کا قول ہے: {فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ} پس اس نے انہیں سات آسمان بنا دیا۔ [فصلت: 12]

دینی قول: {وَقَضَى رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا}اور تیرا رب فیصلہ کر چکا ہے اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو۔ [الإسراء: 23]

یعنی: امر کا قول ہے:

تحریمِ کَونی جیسا کہ اس کا قول ہے: {وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ}اور ہم نے پہلے سے اس پر دائیوں کا دودھ حرام کر دیا تھا۔[القصص: 12]

اس کا قول: {فَإِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ} تحقیق وہ زمین ان پر چالیس برس کے لیے حرام کی گئی ہے۔[المائدۃ: 26]

اس کا قول: {وَحَرَامٌ عَلَى قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا أَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُونَ} اور جن بستیوں کو ہم فنا کر چکے ہیں ان کے لیے ناممکن ہے کہ وہ پھر لوٹ کر آئیں۔[الانبیاء: 95]

دینی (یعنی شرعی اذن) جیسا کہ اس کا قول ہے: {حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ} تم پر مردار اور لہو اور سور کا گوشت حرام کیا گیا ہے۔ [المائدۃ: 3]

اس کا قول: {حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ} تم پر حرام ہیں تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں۔ [النساء: 23]

کلماتِ کونیہ، جیسے کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان: میں اللہ تعالیٰ کے کامل و مکمل کلمات کی پناہ لیتا ہوں، ایسے کلمات جنہیں نہ کوئی نیک بندہ پار کر سکتا ہے اور نہ ہی کوئی فاجر (گناہ گار)۔ اور انہی میں سے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: {وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ} اور اس نے اپنے رب کی باتوں کو اور اس کی کتابوں کو سچ جانا۔ [التحریم: 12]

دینی قول، اس کی مثال نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو، کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی امانت کے طور پر لیا ہے اور اللہ کے کلمے کے ذریعے ان کی عصمت کو اپنے لیے حلال کیا ہے۔ اور اسی میں سے اللہ تعالیٰ کا قول ہے: {قُلْ يَاأَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ} کہہ اے اہلِ

کتاب! ایک بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ سوائے اللہ کے اور کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور سوائے اللہ کے کوئی کسی کو رب نہ بنائے۔[آل عمران: 64]

یہ بیان کہیں اور مفصل طور پر بیان کیا گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ کے بارے میں اہلِ کتاب کا اختلاف اور باہمی تفرقہ

یہاں مراد یہ ہے کہ اہلِ کتاب کا نبی ﷺ کے بارے میں تفرقہ (یعنی اختلاف)، ہر ایک اس کے بارے میں اپنی رائے کہتا ہے جو باقی کافروں کی طرح اختلاف کی علامت ہے۔ کافروں کی عادت ہے کہ وہ انبیاء کے بارے میں ہر گروہ اپنی اپنی بات کہتا ہے جو دوسرے گروہ کی بات سے متضاد ہوتی ہے۔ ان کا یہی حال ہے کہ وہ اس کتاب (قرآن) کے بارے میں بھی مختلف باتیں کرتے ہیں جو نبی ﷺ پر نازل ہوئی ہے۔ ان کی تمام باتیں مختلف اور باطل ہیں، یہی وہ ناپسندیدہ اختلاف ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنے قول میں فرمایا ہے:

{وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ} اور ہمیشہ اختلاف میں رہیں گے۔ مگر جس پر تیرے رب نے رحم کیا۔[ھود: 118]

اس کے قول میں: {إِنَّكُمْ لَفِي قَوْلٍ مُخْتَلِفٍ يُؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ أُفِكَ} البتہ تم پیچیدہ بات میں پڑے ہوئے ہو، قرآن سے وہی روکا جاتا ہے جو ازل سے گمراہ ہے۔[الذاریات: 8]

اللہ تعالیٰ کا قول ہے: {وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ} اور بے شک جنہوں نے کتاب میں اختلاف کیا البتہ ضد میں بہت دور جا پڑے۔[البقرة: 176]

اس کا قول: {وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا وَاخْتَلَفُوا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ وَأُولَئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ – يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ} ان لوگوں کی طرح مت ہو جو متفرق ہو گئے بعد اس کے کہ ان کے پاس واضح احکام آئے انہوں نے اختلاف کیا، اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔ جس دن بعضے منہ سفید اور بعضے منہ سیاہ ہوں گے۔[آل عمران: 105 – 106]

اللہ تعالیٰ کا قول ہے: {وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَى أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ} اور جو لوگ اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں ان سے بھی ہم نے عہد لیا تھا پھر وہ اس نصیحت سے نفع اٹھانا بھول گئے جو انہیں کی گئی تھی، پھر ہم نے ان کے درمیان ایک دوسرے کی دشمنی اور بغض قیامت تک کے لیے ڈال دیا۔[المائدۃ: 14]

کافروں کے انبیاء کے بارے میں اقوال کی مثال وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے بلند مرتبہ میں فرمایا ہے: {تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا – الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا – وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ آلِهَةً لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ وَلَا يَمْلِكُونَ لِأَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيَاةً وَلَا نُشُورًا – وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا إِلَّا إِفْكٌ افْتَرَاهُ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ فَقَدْ جَاءُوا ظُلْمًا وَزُورًا – وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَ ¸ِيلًا – قُلْ أَنْزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا – وَقَالُوا مَالِ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ ال ّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ لَوْلَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونَ مَعَهُ نَذِيرًا – أَوْ يُلْقَى إِلَيْهِ كَنْزٌ أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَسْحُورًا – انْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَ ¸ِيعُونَ سَبِيلًا} وہ بڑی برکت والا ہے جس نے

اپنے بندے پر قرآن نازل کیا تاکہ تمام جہان کے لیے ڈرانے والا ہو۔ وہ جس کی آسمانوں اور زمین میں سلطنت ہے اور اس نے نہ کسی کو بیٹا بنایا ہے اور نہ کوئی سلطنت میں اس کا شریک ہے اور اس نے ہر چیز کو پیدا کر کے اس کی بناوٹ بنائی۔ اور انہوں نے اللہ کے سوا ایسے معبود بنا رکھے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے حالانکہ وہ خود پیدا کیے گئے ہیں اور وہ اپنی ذات کے لیے نقصان اور نفع کے مالک نہیں اور موت اور زندگی اور دوبارہ اٹھنے کے بھی مالک نہیں۔ اور کافر کہتے ہیں کہ یہ تو محض جھوٹ ہے جسے اس نے بنالیا ہے اور دوسرے لوگوں نے اس میں اس کی مدد کی ہے، پس وہ بڑے ظلم اور جھوٹ پر اتر آئے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ پہلوں کی کہانیاں ہیں جنہیں اس نے لکھ رکھا ہے پس وہی اس پر صبح اور شام پڑھی جاتی ہیں۔ کہہ دو کہ اسے تو اس نے نازل کیا ہے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتیں جانتا ہے، بے شک وہ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔ اور کہتے ہیں اس رسول کو کیا ہو گیا کہ کھانا کھاتا اور بازاروں میں پھرتا ہے، اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا کہ اس کے ساتھ وہ بھی ڈرانے والا ہوتا۔ یا اس کے پاس کوئی خزانہ آجاتا یا اس کے لیے باغ ہوتا جس میں سے کھاتا، اور بے انصافوں نے کہا کہ تم تو بس ایک ایسے شخص کے تابع ہو گئے جس پر جادو کیا گیا ہے۔ دیکھو تو تمہارے لیے کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں پس وہ ایسے گمراہ ہوئے کہ راستہ بھی نہیں پا سکتے۔ [الفرقان: 1 – 9]

اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ کافروں نے اس کے لیے جو مثالیں دی ہیں وہ سب بے بنیاد اور غلط ہیں۔ وہ اس حق سے بھٹک گئے ہیں۔ وہ گمراہ رہتے ہوئے حق کی طرف کوئی راستہ تلاش نہیں کر سکتے۔ مثالیں دینے کا مطلب ہے کہ اسے دوسرے لوگوں سے تشبیہ دی جائے۔ اسے اُن اقسام میں شامل کر دینا جن میں وہ درحقیقت شامل نہیں ہے۔ اس کے افراد کے مماثل نہ ہونا، جیسا کہ ان کا کہنا ہے: {إِنْ هَذَا إِلَّا إِفْكٌ

افْتَرَاهُ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ} یہ تو محض جھوٹ ہے جسے اس نے بنالیا ہے اور دوسرے لوگوں نے اس میں اس کی مدد کی ہے۔[الفرقان: 4]

انہوں نے اس کی مثال ایسے جھوٹے شخص سے دی جو اپنی افترا پردازی میں دوسروں کی مدد لیتا ہے۔ انہوں نے اس کی مثال ایسے شخص سے دی جو دوسروں سے کہلواتا ہے کہ وہ اس کے لیے پہلوں کی کہانیاں لکھ دیں۔ اسے صبح اور شام پڑھ کر سنایا جاتا ہے۔ وہ ان ہی لوگوں سے وہ باتیں سیکھتا ہے جو وہ کہتا ہے۔ انہوں نے اس کی مثال جادوزدہ شخص سے دی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: {وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَسْتُورًا – وَجَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا وَإِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْآنِ وَحْدَهُ وَلَّوْا عَلَى أَدْبَارِهِمْ نُفُورًا – نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُونَ بِهِ إِذْ يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ وَإِذْ هُمْ نَجْوَى إِذْ يَقُولُ الظَّالِمُونَ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَسْحُورًا – انْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا} اور جب تو قرآن پڑھتا ہے ہم تیرے اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت کو نہیں مانتے ایک چھپا ہوا پردہ کر دیتے ہیں۔ اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے کر دیے ہیں تاکہ اسے نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں گرانی ڈال دی ہے، اور جب تو قرآن میں صرف اپنے رب ہی کا ذکر کرتا ہے تو پیٹھ پھیر کر نفرت سے بھاگتے ہیں۔ ہم خوب جانتے ہیں جس غرض سے یہ سنتے ہیں جب یہ لوگ تیری طرف کان لگاتے ہیں اور جس وقت آپس میں سرگوشیاں کرتے ہیں جب یہ ظالم کہتے ہیں کہ تم محض ایسے شخص کا ساتھ دیتے ہو جس پر جادو کیا گیا ہے۔ دیکھ تیرے لیے کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں سو گمراہ ہو گئے پھر وہ راستہ نہیں پاسکتے۔[الفرقان: 45 – 48]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ – لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَى مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ – وَقُلْ إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ – كَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِينَ – الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ – فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ – عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ – فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ – إِنَّا كَفَيْنَاكَ الْمُسْتَهْزِئِينَ – الَّذِينَ يَجْعَلُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ} اور ہم نے تمہیں سات آیتیں دیں جو (نماز میں) دہرائی جاتی ہیں اور قرآن عظمت والا دیا۔ اور تو اپنی آنکھ اٹھا کر بھی ان چیزوں کو نہ دیکھ جو ہم نے مختلف قسم کے کافروں کو استعمال کے لیے دے رکھی ہیں اور ان پر غم نہ کر اور اپنے بازو ایمان والوں کے لیے جھکا دے۔ اور کہہ دو بے شک میں کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ جیسا ہم نے (عذاب) ان بانٹنے والوں پر بھیجا ہے۔ جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کیا ہے۔ پھر تیرے رب کی قسم ہے البتہ ہم ان سب سے سوال کریں گے۔ اس چیز سے کہ وہ کرتے تھے۔ سو تو کھول کر سنا دے جو تجھے حکم دیا گیا ہے اور مشرکوں کی پروانہ کر۔ بے شک ہم تیری طرف سے ٹھٹھا کرنے والوں کے لیے کافی ہیں۔ اور جو اللہ کے ساتھ دوسرا خدا مقرر کرتے ہیں سو عنقریب معلوم کرلیں گے۔[الحجر: 87 – 96]

بہت سے سلف (پہلے زمانے کے علماء) نے کہا: وہ لوگ جنہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا: وہی ہیں جنہوں نے اسے ٹکڑوں میں بانٹ دیا۔ پس انہوں نے کہا: یہ جادو ہے، یہ شاعری ہے، یہ کہانت ہے، اسی طرح کی باتیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {فَلَا أُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُونَ – وَمَا لَا تُبْصِرُونَ – إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ – وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَا تُؤْمِنُونَ – وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ – تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ – وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ – لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ – ثُمَّ

لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ – فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ – وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِلْمُتَّقِينَ – وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنْكُمْ مُكَذِّبِينَ – وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ – وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ – فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ} سو میں ان چیزوں کی قسم کھاتا ہوں جو تم دیکھتے ہو۔ اور ان کی جو تم نہیں دیکھتے۔ کہ بے شک یہ (قرآن) رسول کریم کی زبان سے نکلا ہے۔ اور وہ کسی شاعر کا قول نہیں، تم بہت ہی کم یقین کرتے ہو۔ اور نہ ہی کسی جادوگر کا قول ہے، تم بہت ہی کم غور کرتے ہو۔ وہ پروردگار عالم کا نازل کیا ہوا ہے۔ اور اگر وہ کوئی بناوٹی بات ہمارے ذمہ لگاتا۔ تو ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑ لیتے۔ پھر ہم اس کی رگِ گردن کاٹ ڈالتے۔ پھر تم میں سے کوئی بھی اس سے روکنے والا نہ ہوتا۔ اور بے شک وہ توپرہیزگاروں کے لیے ایک نصیحت ہے۔ اور بے شک ہم جانتے ہیں کہ بعض تم میں سے جھٹلانے والے ہیں۔ اور بے شک وہ کفار پر باعث حسرت ہے۔ اور بے شک وہ یقین کرنے کے قابل ہے۔ پس اپنے رب کے نام کی تسبیح کر جو بڑا عظمت والا ہے۔ [الحاقہ: 38 – 52]

فرمایا: {فَذَكِّرْ فَمَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ – أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَتَرَبَّصُ بِهِ رَيْبَ الْمَنُونِ – قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُتَرَبِّصِينَ – أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُمْ بِهَذَا أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ – أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ بَلْ لَا يُؤْمِنُونَ – فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِثْلِهِ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ} پس نصیحت کرتے رہیے، آپ اپنے رب کے فضل سے نہ کاہن ہیں نہ دیوانہ ہیں۔ کیا وہ کہتے ہیں کہ وہ شاعر ہے، ہم اس پر گردشِ زمانہ کا انتظار کر رہے ہیں۔ کہہ دو تم انتظار کرتے رہو بے شک میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔ کیا ان کی عقلیں انہیں اس بات کا حکم دیتی ہیں یا وہ خود ہی سرکش ہیں۔ یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے

خود بنالیا ہے، بلکہ وہ ایمان ہی نہیں لاتے۔ پس کوئی کلام اس جیسا لے آئیں اگر وہ سچے ہیں۔[الطور: 29 – 34]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ – نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ – عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ – بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ – وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ – أَوَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَةً أَنْ يَعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ – وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَى بَعْضِ الْأَعْجَمِينَ – فَقَرَأَهُ عَلَيْهِمْ مَا كَانُوا بِهِ مُؤْمِنِينَ –كَذَلِكَ سَلَكْنَاهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ – لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ حَتَّى يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ – فَيَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ – فَيَقُولُوا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُونَ – أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ – أَفَرَأَيْتَ إِنْ مَتَّعْنَاهُمْ سِنِينَ – ثُمَّ جَاءَهُمْ مَا كَانُوا يُوعَدُونَ – مَا أَغْنَى عَنْهُمْ مَا كَانُوا يُمَتَّعُونَ – وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا لَهَا مُنْذِرُونَ – ذِكْرَى وَمَا كُنَّا ظَالِمِينَ}اور یہ قرآن رب العالمین کا اتارا ہوا ہے۔ اسے امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے۔ تیرے دل پر، تاکہ تو ڈرانے والوں میں سے ہو۔ صاف عربی زبان میں۔ اور البتہ اس کی خبر پہلوں کی کتابوں میں بھی ہے۔ کیا ان کے لیے نشانی کافی نہیں کہ اسے بنی اسرائیل کے علماء بھی جانتے ہیں۔ اور اگر ہم اسے کسی عجمی پر نازل کرتے۔ اسی طرح ہم نے اس انکار کو گناہگاروں کے دلوں میں ڈال رکھا ہے۔ وہ دردناک عذاب دیکھے بغیر اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔ پھر وہ ان پر اچانک آئے گا اور انہیں خبر بھی نہ ہو گی۔ پھر کہیں گے کیا ہمیں مہلت مل سکتی ہے۔ کیا ہمارے عذاب کو جلد چاہتے ہیں۔ [الشعراء: 192 – 209]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيَاطِينُ – وَمَا يَنْبَغِي لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيعُونَ – إِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُولُونَ – فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَكُونَ مِنَ الْمُعَذَّبِينَ – وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ – وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ – فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّي بَرِيءٌ مِمَّا

تَعْمَلُونَ – وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ – الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ – وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ – إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ – هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ – تَنَزَّلُ عَلَى كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ – يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ – وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ – أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ – وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ – إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ}اور قرآن کو شیطان لے کر نہیں نازل ہوئے۔اور نہ یہ ان کا کام ہے اور نہ وہ اسے کر سکتے ہیں۔وہ تو سننے کی جگہ سے بھی دور کر دیے گئے ہیں۔سو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکار ورنہ تو بھی عذاب میں مبتلا ہو جائے گا۔اور اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈرا۔اور جو ایمان لانے والے تیرے ساتھ ہیں ان کے لیے اپنا بازو جھکائے رکھ۔ پھر اگر تیری نافرمانی کریں تو کہہ دے میں تمہارے کام سے بیزار ہوں۔اور زبردست رحم والے پر بھروسہ کر۔جو تجھے دیکھتا ہے جب تو اٹھتا ہے۔اور نمازیوں میں تیری نشست وبرخاست دیکھتا ہے۔بے شک وہ سننے والا جاننے والا ہے۔کیا میں تمہیں بتاؤں شیطان کس پر اترتے ہیں۔ہر جھوٹے گناہگار پر اترتے ہیں۔وہ سنی ہوئی باتیں پہنچاتے ہیں اور اکثر ان میں سے جھوٹے ہوتے ہیں۔اور شاعروں کی پیروی تو گمراہ ہی کرتے ہیں۔کیا تم نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر میدان میں بھٹکتے پھرتے ہیں۔اور جو وہ کہتے ہیں کرتے نہیں۔مگر وہ جو ایمان لائے اور نیک کام کیے اور اللہ کو بہت یاد کیا اور مظلوم ہونے کے بعد بدلہ لیا،اور ظالموں کو ابھی معلوم ہو جائے گا کہ کس کروٹ پر پڑتے ہیں۔[الشعراء: 210 – 227]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَأُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَإِلَهُنَا وَإِلَهُكُمْ وَاحِدٌ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ – وَكَذَلِكَ

أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ فَالَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَمِنْ هَؤُلَاءِ مَنْ يُؤْمِنُ بِهِ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الْكَافِرُونَ – وَمَا كُنْتَ تَتْلُو مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذًا لَارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ – بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ – وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِنْ رَبِّهِ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُبِينٌ – أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَى عَلَيْهِمْ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرَى لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ – قُلْ كَفَى بِاللَّهِ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ شَهِيدًا يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوا بِاللَّهِ أُولَئِكَ هُمُ الْخَاسِرُونَ – وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَوْلَا أَجَلٌ مُسَمًّى لَجَاءَهُمُ الْعَذَابُ وَلَيَأْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ – يَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌ بِالْكَافِرِينَ – يَوْمَ يَغْشَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ وَيَقُولُ ذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ}اور اہل کتاب سے نہ جھگڑو مگر ایسے طریقے سے جو عمدہ ہو، مگر جو ان میں بے انصاف ہیں، اور کہہ دو ہم اس پر ایمان لائے جو ہماری طرف نازل کیا گیااور تمہاری طرف نازل کیا گیااور ہمارااور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہونے والے ہیں۔ اور اسی طرح ہم نے تیری طرف کتاب نازل کی ہے، پھر جنہیں ہم نے کتاب دی تھی وہ تو اس پر ایمان لائے ہیں، اور ان میں سے بھی کچھ لوگ اس پر ایمان لائے ہیں، اور ہماری آیتوں کا کافر ہی انکار کیا کرتے ہیں۔ اور اس سے پہلے نہ تو کوئی کتاب پڑھتا تھااور نہ اسے اپنے دائیں ہاتھ سے لکھتا تھا، اس وقت البتہ باطل پرست شک کرتے۔ بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں ان کے دلوں میں جنہیں علم دیا گیا ہے، اور ہماری آیتوں کا صرف ظالم ہی انکار کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں اس پر اس کے رب کی طرف سے نشانیاں کیوں نہ اتریں، کہہ دو نشانیاں تو اللہ ہی کے اختیار میں ہیں، اور میں تو بس کھول کر سنا دینے والا ہوں۔ کیاان کے لیے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تجھ پر کتاب نازل کی جو ان پر پڑھی جاتی ہے، بے شک اس میں رحمت

ہے اور ایمان والوں کے لیے نصیحت ہے۔ کہہ دو اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ کافی ہے، جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے جانتا ہے، اور جو لوگ جھوٹ پر ایمان لائے اور اللہ کا انکار کیا، وہی نقصان پانے والے ہیں۔ اور تجھ سے عذاب جلدی مانگتے ہیں، اور اگر ایک وعدہ مقرر نہ ہوتا توان پر عذاب آجاتا، اور البتہ ان پر اچانک آئے گا اور انہیں خبر بھی نہ ہو گی۔ تجھ سے عذاب جلدی مانگتے ہیں، اور بے شک دوزخ کافروں کو گھیر لینے والی ہے۔ جس دن عذاب انہیں ان کے اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے گھیر لے گا اور کہے گا جو تم کیا کرتے تھے اس کا مزہ چکھو۔ [العنکبوت: 46 – 55]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ بَلْ لَا يُؤْمِنُونَ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِثْلِهِ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ} یاوہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے خود بنالیا ہے، بلکہ وہ ایمان ہی نہیں لاتے۔ پس کوئی کلام اس جیسا لے آئیں اگر وہ سچے ہیں۔ [الطور: 33]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ – فَإِنْ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا أُنْزِلَ بِعِلْمِ اللَّهِ وَأَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ} کیا کہتے ہیں کہ تونے قرآن خود بنالیا ہے، کہہ دو تم بھی ایسی دس سورتیں بنالاؤ اور اللہ کے سوا جس کو بلا سکو بلالو اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر تمہارا کہنا پورا نہ کریں تو جان لو کہ قرآن اللہ کے علم سے نازل کیا گیا ہے اور یہ بھی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پس کیا تم فرمانبرداری کرنے والے ہو۔ [ھود: 13 – 14]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ – فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي

وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ}اور اگر تمہیں اس چیز میں شک ہے جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے تو ایک سورت اس جیسی لے آؤ، اور اللہ کے سوا جس قدر تمہارے حمایتی ہوں بلا لو اگر تم سچے ہو۔ بھلا اگر ایسا نہ کر سکو، اور ہر گز نہ کر سکو گے، تو اس آگ سے بچو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، جو کافرو ں کے لیے تیار کی گئی ہے۔[البقرة: 23 – 24]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ – فَفِرُّوا إِلَى اللَّهِ إِنِّي لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ مُبِينٌ – وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ إِنِّي لَكُمْ مِنْهُ نَذِيرٌ مُبِينٌ}اور ہم نے ہی ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا تا کہ تم غور کرو۔ پھر اللہ کی طرف دوڑو، بے شک میں تمہارے لیے اللہ کی طرف سے کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔ اور اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ ٹھہراؤ، بے شک میں تمہارے لیے اس کی طرف سے کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں۔[الذاریات: 49 – 51]

اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ یہ کفار کی سنت انبیاء کے بارے میں اس سے پہلے بھی یہی رہی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {كَذَلِكَ مَا أَتَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ – أَتَوَاصَوْا بِهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ}اسی طرح ان سے پہلوں کے پاس بھی جب کوئی رسول آیا تو انہوں نے یہی کہا کہ یہ جادو گر یا دیوانہ ہے۔ کیا ایک دوسرے سے یہی کہہ مرے تھے، نہیں بلکہ وہ خود ہی سر کش ہیں۔[الذاریات: 52 – 53]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ}آپ سے وہی بات کہی جاتی ہے جو آپ سے پہلے رسولوں سے کہی گئی تھی۔ [فصلت: 43]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ}اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لیے شر پسند آدمیوں اور جنوں کو دشمن بنایا جو کہ ایک دوسرے کو طمع کی باتیں فریب دینے کے لیے سکھاتے ہیں، اور اگر تیرا رب چاہتا تو یہ کام نہ کرتے، پس تو چھوڑ دے انہیں اور جو جھوٹ وہ بناتے ہیں۔ [الانعام: 112]

اللہ سبحانہ نے خبر دی ہے کہ کفار نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا کہ وہ جادو گر ہے اور وہ دیوانہ ہے، تو فرعون نے کہا: {قَالَ إِنَّ رَسُولَكُمُ الَّذِي أُرْسِلَ إِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ}کہا بے شک تمہارا رسول جو تمہارے پاس بھیجا گیا ہے ضرور دیوانہ ہے۔ [الشعراء: 27]

اس کا قول: {وَقَالُوا يَاأَيُّهَا السَّاحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ}اور انہوں نے کہا اے جادو گر! اپنے رب سے ہمارے لیے دعا کر۔ [الزخرف: 49]

فرمایا: {إِنَّهُ لَكَبِيرُكُمُ الَّذِي عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ} بے شک یہ تمہارا سردار ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا۔ [طہ: 71]

اسی طرح انہوں نے مسیح ابنِ مریم کے بارے میں کہا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَابَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُبِينٌ}اور جب عیسیٰ بن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل! بے شک میں اللہ کا تمہاری طرف رسول ہوں (اور) تورات جو مجھ سے پہلے ہے اس کی

تصدیق کرنے والا ہوں اور ایک رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہو گا، پس جب وہ واضح دلیلیں لے کر ان کے پاس آگیا تو کہنے لگے یہ تو صریح جادو ہے۔[الصف: 6]

اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ یہود نے مریم پر بڑا بہتان باندھا، پس یہود کا مسیح کے بارے میں قول، کفار کے انبیاء کے بارے میں اقوال ہی کی جنس سے ہے، اور اسی طرح اہلِ کتاب کے کفار کا قول خاتم الانبیاء محمد ﷺ کے بارے میں ہے۔

اس دعوے کی تردید کہ رسالت صرف عربوں تک محدود ہے

جب یہ بات معلوم ہو گئی، ہم اس کے بعد ان لوگوں سے کہیں گے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ رسول ﷺ صرف عرب جاہلیت کی طرف بھیجے گئے تھے، اہلِ کتاب کی طرف نہیں:

یقیناً یہ بات ہر اس شخص کے لیے بدیہی طور پر معلوم ہے جس نے نبی کریم ﷺ کے حالات کو اس نقلِ متواتر کے ذریعے جانا ہے، جو تواتر حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام اور دیگر انبیاء کے بارے میں منقول روایات سے کہیں زیادہ عظیم اور قوی ہے۔ اس قرآن کے ذریعے جو آپ ﷺ سے متواتر طور پر منقول ہے، بیشک نبی کریم ﷺ نے ذکر فرمایا کہ وہ اہلِ کتاب، یعنی یہود و نصاریٰ کی طرف بھی بھیجے گئے ہیں، جیسا کہ آپ ﷺ نے ذکر فرمایا کہ وہ امیین (یعنی وہ لوگ جو کتاب و تعلیم سے دور تھے) کی طرف بھی بھیجے گئے ہیں، بلکہ آپ ﷺ نے یہ بھی ذکر فرمایا کہ وہ تمام بنی آدم کی طرف بھیجے گئے ہیں، خواہ وہ عرب ہوں، ان کے غیر عرب، خواہ وہ رومی ہوں، یا فارسی، یا ترک، یا اہلِ ہند، یا بربر، یا حبشی، اسی طرح دیگر تمام اقوام، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ دونوں مخلوقات، جن و انس، سب کی طرف بھیجے گئے ہیں۔

یہ سب امور ان ظاہر اور متواتر حقائق میں سے ہیں جو آپ ﷺ سے ثابت ہیں، وہ امور جن کے نقل کرنے پر آپ کے صحابہؓ، اپنی کثرت کے باوجود، متفق ہیں، ان کے دیار اور حالات کے مختلف ہونے کے باوجود، بے شک نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہزاروں کی تعداد میں لوگ رہے (صحبت اختیار کی)، ان کی حقیقی تعداد کو تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی شمار نہیں کر سکتا، یہ (سب کچھ) ان سے تابعین نے نقل کیا، ان کی تعداد صحابہ کرامؓ سے کئی گنا زیادہ تھی، پھر یہ (سب کچھ) صدی در صدی ہمارے زمانے تک منتقل ہوتا رہا ہے، مسلمانوں کی کثرت کے ساتھ، ان کا پھیل جانا زمین کے مشرق و مغرب میں، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے اس بات کی خبر دی تھی، اس کے واقع ہونے سے پہلے ہی، پس آپ ﷺ نے صحیح حدیث میں فرمایا: ''میرے لیے زمین سمیٹ دی گئی، تو میں نے اس کے مشرق و مغرب دیکھ لیے، اور میری امت کی سلطنت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک میرے لیے زمین سمیٹی گئی تھی'' وہ بالکل ویسا ہی ہوا جیسا کہ آپ ﷺ نے خبر دی تھی، پس آپ ﷺ کی امت کی سلطنت زمین کی آبادی کے دونوں کناروں تک، مشرق و مغرب میں جا پہنچی، آپ ﷺ کی دعوت زمین کے وسط میں پھیل گئی، جیسے کہ تیسرے، چوتھے اور پانچویں اقلیم میں؛ کیونکہ ان کی عقلیں زیادہ کامل تھیں، ان کے مزاج زیادہ معتدل تھے، بر خلاف جنوب اور شمال کے دونوں کناروں کے، بے شک ان کی عقلیں اور اخلاق ناقص ہیں، ان کے مزاج بگڑ گئے ہیں۔

رہا جنوبی کنارہ، کیونکہ شدید گرمی کی وجہ سے ان کے اخلاط جل گئے، پس ان کے رنگ سیاہ ہو گئے، ان کے بال گھنگریالے ہو گئے۔ جہاں تک شمالی کنارے کے لوگوں کا تعلق ہے، تو شدید سردی کی وجہ سے ان کے اخلاط پکے نہیں، بلکہ وہ کچے رہ گئے، پس وہ بالوں کی حد سے زیادہ نرمی اور اس سرد سفیدی میں مبتلا ہو گئے جو پسندیدہ نہیں۔

اور اسی وجہ سے جب اسلام ظاہر ہوا تو اس کے ماننے والوں نے زمین کے آباد حصے کے وسط پر غلبہ حاصل کر لیا، وہ بنی آدم میں سب سے زیادہ معتدل سب سے کامل ہیں، وہ نصاریٰ جو مسلمانوں کی ذمہ داری (حفاظت و رعایت) کے تحت پروان چڑھے، دوسرے نصاریٰ کے مقابلے میں عقل واخلاق میں زیادہ کامل ہیں، جہاں تک ان نصاریٰ کا تعلق ہے جو مسلمانوں سے جنگ کرتے ہیں ان کی ذمہ داری (حفاظت ورعایت) سے باہر ہیں، یعنی جنوبی اور شمالی علاقوں کے لوگ، پس وہ عقل اور اخلاق میں زیادہ ناقص ہیں، چونکہ ان میں عقل و اخلاق کی کمی تھی، اس لیے ان میں نصرانیت ظاہر ہوئی نہ کہ اسلام۔

رسولِ اکرم ﷺ کی دعوت کی رہنمائی اہلِ کتاب اور دیگر لوگوں کی طرف

مقصود یہ ہے کہ محمد ﷺ نے خود اہلِ کتاب یعنی یہود و نصاریٰ کو اپنی ذات پر ایمان لانے اور اس پیغام پر ایمان لانے کی دعوت دی جو وہ لے کر آئے، اسی طرح انہوں نے ان لوگوں کو بھی دعوت دی جن کے پاس کوئی کتاب نہ تھی، جیسے عرب اور دیگر اقوام۔

وہی (محمد ﷺ) ہیں جنہوں نے اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے خبر دی کہ جو شخص ان پر ایمان نہ لائے، خواہ وہ اہلِ کتاب میں سے ہو یا دوسروں میں سے، وہ کافر ہے، وہ جہنم میں داخل کیے جائیں گے، وہ بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے، وہی (محمد ﷺ) ہیں جنہوں نے ان کے خلاف جہاد کا حکم دیا، رسولِ اکرم ﷺ نے خود بھی انہیں دعوت دی اور اپنے نمائندوں کے ذریعے بھی بلایا اس وقت ان کا کتاب میں یہ کہنا کہ وہ ہمارے پاس نہیں آیا بلکہ عرب کے جاہلوں کے پاس آیا، خواہ ان کی مراد یہ ہو کہ اللہ نے اسے صرف عرب کی طرف بھیجا ہے، اسے ہماری طرف نہیں بھیجا گیا، یا پھر ان کی مراد یہ ہے کہ اس نے دعویٰ کیا کہ وہ صرف عرب کی

طرف بھیجا گیا ہے، ہماری طرف نہیں؛ یقیناً تمام گروہوں کو معلوم ہے کہ محمد ﷺ نے یہود و نصاریٰ کو اپنی ذات پر ایمان لانے کی دعوت دی، انہوں نے یہ بھی ذکر کیا کہ اللہ نے انہیں (محمد ﷺ کو) ان کی طرف بھیجا اور حکم دیا کہ جو ان میں سے ایمان نہ لائے اس کے خلاف جہاد کیا جائے۔ پس اگر اس کے ساتھ یہ کہا جائے کہ انہوں نے کہا: اگر یہ کہا جائے کہ: ''میں صرف عرب کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں''، تو یہ بات کھلا جھوٹ ہے جو ظاہر و نمایاں ہے، چاہے کوئی اسے مانے یا جھٹلا دے، یہاں مقصود یہ ہے کہ محمد ﷺ نے خود تمام اہلِ زمین کو اپنی ذات پر ایمان لانے کی دعوت دی، پس انہوں نے اہلِ کتاب کو بھی دعوت دی، جیسے انہوں نے اُمیّین (یعنی عرب مشرکین) کو دعوت دی۔

جہاں تک یہود کا تعلق ہے: تو وہ حجاز میں مدینہ کے اندر آپ ﷺ کے پڑوسی تھے، خیبر اور اس کے اطراف کے علاقے بھی، یقیناً مہاجرین اور انصار سب کے سب آپ ﷺ پر ایمان لے آئے بغیر کسی تلوار یا لڑائی کے، بلکہ جب ان پر آپ ﷺ کی نبوت کی دلیلیں ظاہر ہوئیں، اور آپ ﷺ کی سچائی کی دلیلوں کی وجہ سے وہ آپ ﷺ پر ایمان لے آئے، اور جو لوگ اللہ پر ایمان لائے، انہیں اللہ کی راہ میں جو اذیتیں پہنچیں وہ سیرت میں معروف اور مشہور ہیں، اور آپ ﷺ کی زندگی میں بہت سے یہود و نصاریٰ ایمان لے آئے، کچھ مکہ میں کچھ مدینہ میں ان میں سے بہت سے لوگ مکہ اور مدینہ کے علاوہ دیگر مقامات پر بھی تھے، جب وہ مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے ان یہود سے معاہدہ کیا جو ان پر ایمان نہیں لائے تھے، پھر انہوں نے معاہدہ توڑ دیا، ان میں سے بعض کو جلا وطن کر دیا، ان میں سے بعض کو قتل کیا، یہ سب اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی۔

انہوں نے ان سے بار بار جنگ کی؛ بنو نضیر سے بھی جنگ کی، اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں سورۃ الحشر نازل فرمائی، قریظہ سے جنگ کی احزاب کے سال میں، اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر سورۃ الاحزاب میں کیا، اس سے پہلے بنو قینقاع سے جنگ کی، ان کے بعد، نبی ﷺ اور بیعتِ رضوان والے خیبر کی طرف گئے ان پر غزوہ کیا، وہ لوگ جنہوں نے درخت کے نیچے نبی ﷺ سے بیعت کی، ان کی تعداد ایک ہزار چار سو تھی، پس اللہ نے ان کے لیے خیبر کو فتح کر دیا، آپ ﷺ نے یہود کو وہاں کاشتکاروں کے طور پر باقی رہنے دیا، اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفتح نازل فرمائی، جس میں اس کا ذکر کیا؛ تو پھر کیسے کہا جا سکتا ہے (اس کے خلاف)؟ بیشک قرآن نے یہ ذکر نہیں کیا کہ وہ صرف عرب کے مشرکین کی طرف بھیجے گئے ہیں، یہ حال یہود کے ساتھ اس نبی ﷺ کا معاملہ ہے!

رسول اللہ ﷺ کے پاس وفود کا آنا آپ کی رسالت کے عموم پر دلیل ہے

ان نصرانیوں کا ساٹھ سواروں پر مشتمل وفد، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اپنی مسجد میں مناظرہ کیا، اللہ تعالیٰ نے ان نصرانیوں کے بارے میں سورۃ آلِ عمران کا آغاز نازل فرمایا، اجب ان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل ظاہر ہو گئی، اور ان کے لیے واضح ہو گیا کہ وہ اللہ کا رسول ان کی طرف بھیجا گیا ہے، اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اگر اہلِ نجران آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول نہ کریں، تو انہیں مباہلہ کی طرف بلائیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{فَمَنْ حَاجَّكَ فِيهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ} [آل عمران: 61]

پھر جو کوئی تجھ سے اس واقعہ میں جھگڑے بعد اس کے کہ تیرے پاس صحیح علم آچکا ہے تو کہہ دے کہ آؤ ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں بلائیں، پھر سب التجا کریں اور اللہ کی لعنت ڈالیں ان پر جو جھوٹے ہوں۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مباہلہ کی طرف بلایا، تو انہوں نے مطالبہ کیا کہ انہیں مہلت دی جائے تاکہ وہ آپس میں مشورہ کر لیں۔

پس وہ آپس میں مشورہ کرنے لگے، تو ان میں سے بعض نے بعض سے کہا: تم جانتے ہو کہ وہ نبی ہے، اور یہ بھی جانتے ہو کہ کوئی قوم کسی نبی کے ساتھ مباہلہ نہیں کرتی مگر اس پر عذاب نازل ہوتا ہے۔

پس ان نصرانیوں نے مباہلہ کرنے سے معافی مانگ لی (یعنی مباہلہ کرنے سے کنارہ کشی اختیار کی)، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کر لی، آپ کو جزیہ ادا کرنے پر راضی ہو گئے، اپنے ہاتھ سے دیتے ہوئے اور وہ ذلیل و عاجز تھے، جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا (مباہلہ) کے ذریعے اپنے اوپر عذاب آنے سے ڈر گئے، اس علم کی وجہ سے کہ وہ نبی ہے، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت داخل ہو گئے، جس طرح اہلِ ذمہ، جو مسلمانوں کے ممالک میں رہتے ہیں، اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے تحت داخل ہوتے ہیں، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جزیہ اپنے ہاتھ سے ادا کیا، اس حال میں کہ وہ عاجزی اور محکومی کی حالت میں تھے، وہ نصاریٰ میں سے سب سے پہلے تھے جنہوں نے جزیہ ادا کیا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نصرانیوں پر اور ان میں سے جو مسلمان ہو گئے تھے، ان پر عمرو بن حزم انصاری رضی اللہ عنہ کو عامل مقرر کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے لیے ایک مشہور تحریری فرمان لکھا، جس میں دین کے شرائع کا ذکر کیا، پس وہ مسلمانوں کے ذمہ میں داخل ہو گئے، اللہ اور

اس کے رسول کے حکم، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب عمرو بن حزم انصاری رضی اللہ عنہ کے انتظام کے تحت، اور اہلِ نجران کا قصہ مشہور اور متواتر ہے، جسے اہلِ سیر اور اہلِ حدیث اور اہلِ فقہ نے بھی اس کو نقل کیا ہے، ان کی حدیث کی اصل صحیحین اور سنن میں معروف ہے، جیسا کہ ہم اس قصے کا ذکر کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

جب وفدِ نجران آیا، تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے جو کچھ پیش آیا اس کے سبب سورۂ آلِ عمران کے آغاز میں آیات نازل فرمائیں، اللہ تعالیٰ نے حج کے فرض ہونے کا ذکر اپنے اس قول میں کیا:

{وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا} [آل عمران: 97]

اور لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا اللہ کا حق ہے جو شخص اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو۔

یہ آیات یا تو سنہ 9 ہجری میں نازل ہوئیں، یا پھر سنہ 10 ہجری میں، جیسا کہ اس بات کو ایک سے زیادہ علماء نے ذکر کیا ہے، ان میں سے جنہوں نے یہ قصہ ذکر کیا) قاضی ابو یعلی اور دیگر علماء ہیں۔

ان علماء نے کہا کہ حج کا وجوب اس قول سے ثابت ہے: **{وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ}** اور لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا اللہ کا حق ہے۔(آل عمران: 97)

روایت کی گئی ہے کہ یہ آیت سنہ 10 ہجری میں نازل ہوئی، اور یہ روایت بھی کی گئی ہے کہ یہ آیت سنہ 9 ہجری میں نازل ہوئی ہے، یہی جمہور علماء کا قول ہے۔

انہوں نے کہا کہ حج کا فرض ہونا صرف اسی آیت سے ثابت ہے، بعض علماء نے کہا بلکہ حج کا فرض ہونا اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ثابت ہے: **{وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلَّهِ}** اور اللہ کے لیے حج اور عمرہ پورا کرو۔ [البقرة: 196]

یہ آیت حدیبیہ کے سال سنہ 6 ہجری میں نازل ہوئی، جب مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہو سلم کو بیت اللہ سے روک دیا تھا، اور اسی سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے صلح کر لی تھی، مسلمانوں نے درخت کے نیچے بیعت کی، اللہ تعالیٰ نے اسی موقع پر سورۂ فتح نازل فرمائی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ واپس لوٹ گئے، اور اللہ تعالیٰ نے سنہ 7 ہجری میں خیبر کی فتح عطا فرمائی، اور اسی سال جعفر بن ابی طالب وفدِ حبشہ کے ساتھ مدینہ میں حاضر ہوئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر بن ابی طالب، زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنھم کو نصاریٰ کے خلاف غزوۂ موتہ کے لیے روانہ فرمایا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنہ 8 ہجری میں رمضان کے مہینے میں مکہ کو فتح فرمایا، پھر سنہ 9 ہجری کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہو سلم نے نصاریٰ کے خلاف غزوۂ تبوک کی طرف لشکر کشی فرمائی، اور اسی سال حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج ادا کیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے روانہ کیا تاکہ وہ عہد وپیمان کو منسوخ کرنے کا اعلان کریں، اللہ تعالیٰ نے آیۃ السیف نازل فرمائی، جس میں مشرکین اہلِ کتاب کے ساتھ جہاد کا حکم دیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **{فَإِذَا انسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ}** پھر جب عزت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور پکڑ واور انہیں گھیر لو اور ان کی تاک میں ہر جگہ بیٹھو، پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ [التوبہ: 5]

یہ مہینے جمہور علماء کے نزدیک وہی ہیں جن کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس قول میں آیا ہے: {فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ وَأَنَّ اللَّهَ مُخْزِي الْكَافِرِينَ} سو اس ملک میں چار مہینے پھر لو اور جان لو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکو گے، اور بے شک اللہ کافروں کو ذلیل کرنے والا ہے۔ [التوبہ: 2]

یقیناً مشرکین دو قسموں پر تھے: ایک قسم کے مشرکین وہ تھے جن کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا معاہدہ تھا جو مطلق عام تھا اور کسی مدت کے ساتھ مقید نہ تھا، یہ ایک ایسا معاہدہ ہے جو جائز ہے مگر لازم نہیں تھا، دوسری قسم کے مشرکین وہ تھے جن کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاہدہ معین مدت تک کا تھا، پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ مشرکین، جو مطلق (غیر مؤقت) معاہدے والے تھے، ان کے ساتھ معاہدہ منسوخ کر کے انہیں صاف طور پر اطلاع دے دیں؛ کیونکہ یہ معاہدہ جائز ہے مگر لازمی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ انہیں چار مہینے تک کی مہلت دے کر آزادانہ چلنے پھرنے کی اجازت دیں، جس مشرک کے ساتھ معاہدہ معین مدت والا تھا، تو وہ معاہدہ لازم واجب الاداء ہے، پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اگر معاہدہ معین مدت والا ہو تو اسے پورا کریں، بعض فقہاء اس طرف گئے ہیں کہ ہدنہ جنگ بندی یا صلح صرف مدتِ معین کے ساتھ ہی جائز ہے، بعض فقہاء اس طرف گئے ہیں کہ امام کے لیے جائز ہے کہ وہ ہدنہ (جنگ بندی/صلح) کو فسخ کر دے، چاہے وہ دشمن اپنے واجبات پر قائم ہوں، درست بات تیسرا قول ہی ہے، صحیح بات یہ ہے کہ ہدنہ جنگ بندی یا صلح مطلق بھی جائز ہے اور مؤقت بھی۔

رہا مطلق غیر مؤقت ہدنہ، تو وہ جائز ہے مگر لازم نہیں، اس مطلق ہدنہ کے بارے میں امام کو اختیار ہے کہ چاہے اسے برقرار رکھے یا فسخ کردے۔ جو ہدنہ مؤقت (مدتِ معین والی) ہو، وہ لازم ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: {بَرَاءَةٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ – فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ وَأَنَّ اللَّهَ مُخْزِي الْكَافِرِينَ – وَأَذَانٌ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَرَسُولُهُ فَإِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابٍ أَلِيمٍ – إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ أَحَدًا فَأَتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَى مُدَّتِهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ – فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ – وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ – كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ رَسُولِهِ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ – كَيْفَ وَإِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً يُرْضُونَكُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبَى قُلُوبُهُمْ وَأَكْثَرُهُمْ فَاسِقُونَ – اشْتَرَوْا بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِهِ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ – لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُونَ – فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَنُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ – وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ – أَلَا تُقَاتِلُونَ قَوْمًا نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوا بِإِخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُمْ

بَدَءُوكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ أَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ}اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ان مشرکوں سے بیزاری ہے جن سے تم نے عہد کیا تھا۔ سو اس ملک میں چار مہینے پھر لو اور جان لو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکو گے، اور بے شک اللہ کافروں کو ذلیل کرنے والا ہے۔ اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بڑے حج کے دن لوگوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکوں سے بیزار ہیں، پس اگر تم توبہ کرو تو تمہارے لیے بہتر ہے، اور اگر نہ مانو تو جان لو کہ تم اللہ کو ہرگز عاجز کرنے والے نہیں، اور کافروں کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو۔ مگر جن مشرکوں سے تم نے عہد کیا تھا پھر انہوں نے تمہارے ساتھ کوئی قصور نہیں کیا اور تمہارے مقابلے میں کسی کی مدد نہیں کی سو ان سے ان کا عہد ان کی مدت تک پورا کر دو، بے شک اللہ پرہیز گاروں کو پسند کرتا ہے۔ پھر جب عزت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کر دو اور پکڑو اور انہیں گھیر لو اور ان کی تاک میں ہر جگہ بیٹھو، پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ اور اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دو یہاں تک کہ اللہ کا کلام سنے پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دو، یہ اس لیے ہے کہ وہ لوگ بے سمجھ ہیں۔ بھلا مشرکوں کے لیے اللہ اور اس کے رسول کے ہاں عہد کیونکر ہو سکتا ہے ہاں جن لوگوں کے ساتھ تم نے مسجد حرام کے نزدیک عہد کیا ہے، اگر وہ قائم رہیں تو تم بھی قائم رہو، بے شک اللہ پرہیز گاروں کو پسند کرتا ہے۔ کیونکر صلح ہو اور اگر وہ تم پر غلبہ پائیں تو نہ تمہاری قرابت کا لحاظ کریں اور نہ عہد کا، تمہیں اپنی منہ کی باتوں سے راضی کرتے ہیں اور ان کے دل نہیں مانتے اور ان میں سے اکثر بد عہد ہیں۔ انہوں نے اللہ کی آیتوں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالا پھر اللہ کے راستے سے روکتے ہیں، بے شک وہ برا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ یہ لوگ کسی مومن کے حق میں نہ رشتہ داری کا خیال کرتے ہیں اور نہ عہد کا، اور یہی لوگ حد

سے گزرنے والے ہیں۔ اگر یہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیں تو دین میں تمہارے بھائی ہیں، اور ہم سمجھ داروں کے لیے کھول کھول کر احکام بیان کرتے ہیں۔ اور اگر وہ عہد کرنے کے بعد اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین میں عیب نکالیں تو کفر کے سرداروں سے لڑو، ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں تاکہ وہ باز آئیں۔ خبردار! تم ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور پیغمبر کو جلا وطن کرنے کا ارادہ کیا اور انہوں نے پہلے تم سے عہد شکنی کی، کیا تم ان سے ڈرتے ہو، اللہ زیادہ حق دار ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم ایمان دار ہو۔[التوبہ: 1 – 13]

یہاں مقصود نجران کے عیسائی وفد کی آمد کا ذکر ہے: السَّیِّد اور العاقب اور ان کے ساتھ جو لوگ تھے۔

ابوالفرج ابن الجوزی نے کہا: پھر ہجرت کا دسواں سال داخل ہوا۔

ان واقعات میں سے ایک یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنی حارث بن کعب کی طرف بھیجا۔ ابن اسحاق نے روایت کیا، وہ کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنہ دس ہجری میں ربیع الآخر یا جمادی الاُولی کے مہینے میں خالد بن ولید کو بنی حارث بن کعب کی طرف نجران بھیجا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ انہیں اسلام کی طرف بلائیں اس سے پہلے کہ ان سے قتال کریں، انہوں نے قصہ بیان کیا، پھر کہا: اسی سال 10 ہجری میں وفدِ اَزد آیا، اسی سال وفدِ غسان آیا، اسی سال وفدِ زبید آیا، اسی سال 10 ہجری میں وفد عبد القیس آیا، ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وفدِ عبد القیس میں جارود بن عمرو حاضر ہوا، وہ نصرانی تھے، پھر وہ اسلام لے آئے، اسی سال 10 ہجری میں کندہ کا وفد آیا وہ سب اسلام لے آئے، اسی سال 10 ہجری میں بنی حنیفہ کا وفد آیا، اسی

سال بجیلہ کا وفد آیا، ابن اسحاق نے کہا: اسی سال 10 ہجری میں نجران سے عاقب اور سید آئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے صلح کا معاہدہ لکھا۔

حمد بن سعد نے طبقات میں ان کے وفود میں آنے کا ذکر کیا، پس کہا: ذکر ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنہ دس ہجری میں ماہِ ربیع الاول میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بنی حارث بن کعب کی طرف بھیجا، اسے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا، أَنْبَأَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ مُوسَى الْمَخْزُومِيُّ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عِكْرِمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ، عَنْ أَبِيهِ، پھر انہوں نے نجران کے نصاریٰ کے آنے کا ذکر علی بن محمد کے طریق سے کیا، پس انہوں نے کہا: أَنَا عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْمَدَائِنِيُّ، عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ رُومَانَ، وَمُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ کہتے ہیں: وَأَنَا عَلِيُّ بْنُ مُجَاهِدٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، وَعِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ، وَعَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ، أَنَا يَزِيدُ بْنُ عَايِضِ بْنِ جُعْدُبَةَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَزْمٍ، اور دیگر اہلِ علم سے بھی روایت ہے، جن میں بعض نے بعض پر اضافہ کیا، ان سب نے کہا: فلاں اور فلاں کا وفد، جو خثعم کے چند آدمیوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، یہ وفد اس وقت آیا جب جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے ذوالخلصہ کو ڈھادیا تھا۔ اور خثعم میں سے جو مارے گئے، وہ مارے گئے، پھر باقی لوگوں نے کہا: ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، پس ہمارے لیے ایک تحریری معاہدہ لکھ دیجیے۔ انہوں نے اس قصہ کو بیان کیا، اس قصے میں متعدد وفود کے آنے کا ذکر کیا۔

انہوں نے کہا: نجران کا وفد حاضر ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ نجران کی طرف مکتوب تحریر فرمایا، چنانچہ اہل نجران کی جانب سے ان کے اشراف میں سے چودہ افراد نکلے، جو نصرانی تھے، ان میں تین

اشخاص ایسے تھے جو اہل نجران کے معاملات کی نگرانی اور تدابیر سنبھالتے تھے، عاقب، اس کا نام عبد المسیح تھا، وہ کندہ قبیلے کا ایک شخص تھا، اور ان کا امیر و مشیر تھا، جس کی رائے پر اہل نجران عمل کرتے تھے، ابو حارث ان کا اسقف (بشپ) اور امام تھا، ان کے مدارس (دینی تعلیم کے مراکز) کا ذمہ دار بھی تھا، سید، جو ان کے سفر کا ذمہ دار تھا، وہ سب مسجد میں داخل ہوئے ان پر حِبَرہ کے کپڑے تھے، ان پر ریشم کے حاشیے والی چادریں تھیں، وہ مسجد میں کھڑے ہو کر مشرق کی طرف نماز پڑھنے لگے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنھم سے فرمایا: انہیں چھوڑ دو (یعنی انہیں اپنی عبادت کرنے دو)، پھر وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے منہ پھیر لیا ان سے بات نہیں کی، عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: یہ تمہارے اسی لباس کی وجہ سے ہے، وہ اس دن واپس چلے گئے، پھر وہ صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس راہبوں کے لباس میں آئے، انہوں نے سلام کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جواب دیا اور انہیں اسلام کی طرف بلایا، لیکن انہوں نے انکار کیا بات چیت بہت طول پکڑ گئی، ان کے درمیان مناظرہ ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر قرآن کی تلاوت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم انکار کرتے ہو اس بات کا جو میں کہتا ہوں، تو آؤ میں تمہارے ساتھ مباہلہ کروں۔ وہ اسی بات پر واپس چلے گئے، پھر عبدُ المسیح اور ان کے دو ایسے آدمی جو ان کے صاحبِ رائے لوگوں میں سے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، انہوں نے کہا: ہمیں یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ ہم آپ سے مباہلہ نہ کریں، ہمارے بارے میں جو حکم آپ دینا چاہیں، وہ دے دیجیے، ہم آپ کو (جو مقرر کریں گے) دیں گے آپ سے صلح کر لیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے صلح کی اس شرط پر کہ وہ رجب کے مہینے میں دو ہزار حلے (کپڑے) دیں گے، ایک ہزار (حلے) صفر کے مہینے میں، یا ہر ایک حلے (جوڑے) کی

قیمت چاندی کے اوقیہ کے حساب سے، اس شرط پر کہ وہ بطور عارضی قرض تیس زرہیں اور تیس نیزے دیں گے، تیس اونٹ، اور تیس گھوڑے، اگر یمن کی طرف سے کوئی خطرہ ہو۔ نجران والوں اور ان کے گرد و نواح کے باشندوں کے لیے، ان کی جانوں کے بارے میں، اللہ کی پناہ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری ہے، ان کے دین، ان کی زمین، ان کے اموال، ان کے غائب اور حاضر افراد، ان کے گرجا گھروں کے بارے میں (یہ ضمانت ہے کہ) کوئی اسقف (پادری) اپنی اسقفیّت سے معزول نہ کیا جائے گا، نہ کوئی راہب اپنی رہبانیت سے ہٹایا جائے گا، نہ کوئی وقف کرنے والا اپنے وقف سے روکا جائے گا، اس پر ان ہی میں سے گواہ مقرر کیے گئے، ابو سفیان بن حرب، اور اقرع بن حابس، اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنھم اس معاہدے کے گواہ تھے، پھر وہ اپنے اپنے وطن واپس چلے گئے، چنانچہ سید اور عاقب زیادہ دیر نہ ٹھہرے، بلکہ تھوڑی ہی مدت گزری تھی کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس آئے، وہ دونوں اسلام لے آئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر ٹھہرایا، اہلِ نجران اسی معاہدے پر قائم رہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے لکھا تھا، یہاں تک کہ اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس بلا لیا، اللہ کی صلوات، رحمت اور رضوان آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو۔

جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے، تو اپنی وفات کے وقت انہوں نے اہل نجران کے بارے میں وصیت لکھ دی، جب انہوں نے سود کا ارتکاب کیا، تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انہیں ان کی زمین سے نکال دیا، یہ وہ ہے جو عمر امیر المؤمنین نے اہلِ نجران کے لیے لکھا، یہ کہ جو بھی اہلِ نجران میں سے سفر کرے، وہ اللہ کی امان میں ہے؛ مسلمانوں میں سے کوئی شخص انہیں نقصان نہیں پہنچائے گا، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے اس چیز کو پورا کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان

کے لیے لکھا تھا: اما بعد، پس جو بھی اہلِ نجران میں سے شام یا عراق کے امراء کے پاس پہنچے، تو وہ انہیں زمین کا ایک قطعہ دے دیں؛ جو کچھ وہ اس زمین سے کام کریں، وہ ان کے لیے صدقہ شمار ہو گا ان کے لیے سہولت ؛ان کی زمین پر کسی کا کوئی حق یا تاوان نہیں ہو گا۔

اما بعد، جو کوئی مسلمان ان کے پاس موجود ہو، وہ ان کی مدد کرے گا اس کے خلاف جو ان پر ظلم کرے، بیشک وہ ایسے لوگ ہیں جن کے پاس ذمہ (معاہدۂ ذمہ داری وضمانت) ہے، چوبیس مہینے تک ان کی جزیہ کی ادائیگی ان سے چھوڑ دی گئی، جب وہ (مدینہ میں) آجائیں، ان پر کوئی ذمہ داری نہ ڈالی جائے مگر ان کی اس زمین سے جس پر وہ خود محنت کریں، نہ ان پر ظلم کیا جائے نہ ان پر سختی کی جائے۔ اس پر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور معیقب بن ابی فاطمہ نے گواہی دی، پھر ان میں سے کچھ لوگ عراق گئے اور کوفہ کے قریب نجرانیہ میں جا بسے۔

جو ابن سعد نے علی بن محمد المدائنی سے، انہوں نے اپنے مشائخ سے وفدِ نجران کے بارے میں روایت کیا ہے، وہ ابن اسحاق کے بیان کے موافق ہے؛ کیونکہ ان کا قول کہ ان کے چودہ سردار آئے، یہ ابن اسحاق کے قول کے مطابق ہے، جو محمد بن جعفر سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نجران کا وفد آیا، ساٹھ سواروں پر مشتمل، جن میں چودہ ان کے سردار تھے، اور ان چودہ میں سے تین افراد خاص طور پر نمایاں تھے، ان کا معاملہ (فیصلہ وقیادت) عاقب کی طرف لوٹتا ہے، جو قوم کا امیر ہے، ان کا صاحبِ رائے ہے، اور ان کا مشیر ہے، اور وہ شخص جس کی رائے کے بغیر وہ کوئی فیصلہ نہیں کرتے، اس کا نام عبد المسیح ہے؛ السیّد ان کا ثِمَال (سہارا/پناہ) ہے، ان کے قافلے کا متولی الأیہم ہے؛ ابو حارثۃ بن علقمہ، جو بنی بکر بن وائل کا بھائی ہے، وہ ان کا اسقف (Bishop)، ان کا عالم، ان کا امام اور ان کے مدرسے کا متولی

ہے،ابو حارثہ ان میں بہت معزز ہو گئے تھے، انہوں نے ان کی کتابیں (انجیل وغیرہ) پڑھیں یہاں تک کہ ان کا علم ان کے دین میں نہایت عمدہ ہو گیا،اہلِ نصرانیت میں سے روم کے بادشاہوں نے اسے عزت دی اس کی مالی مدد کی، انہوں نے اسے خدمت گزار عطا کیے، اس کے لیے گرجے تعمیر کیے، اس پر عزت واکرام کی وسعت کی، اس وجہ سے کہ ان تک اس کے علمان کی دین میں اجتہاد وجد وجہد کی خبر پہنچی تھی، جب وہ نجران سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ ہوئے، ابو حارثہ اپنے خچر پر سوار ہو کر آگے بڑھ رہے تھے، ان کے پہلو میں ان کا بھائی تھا جسے کرز بن علقمہ کہا جاتا تھا۔ ابو حارثہ کے خچر نے ٹھوکر کھائی، تو کرز (اس کے بھائی) نے کہا: 'ہلاک ہو دور والا! اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ ابو حارثہ نے اس سے کہا: بلکہ تو ہی ہلاک ہوا ہے! اس نے کہا: کیوں اے میرے بھائی؟ اس نے کہا: اللہ کی قسم! یہ وہی نبی ہیں جن کا ہم انتظار کر رہے تھے، کرز نے اس سے کہا: پھر تجھے کیا چیز اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے روکتی ہے، حالانکہ تو یہ جانتا ہے؟ اس نے جواب دیا: ان لوگوں (روم کے بادشاہوں) نے ہمارے ساتھ جو کچھ کیا، وہ یہ کہ ہمیں عزت دی، مال دیا، اکرام کیا؛ انہوں نے ہمارے دین کے خلاف کسی چیز کو قبول کرنے سے انکار کیا، اگر میں ایسا کرتا (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آتا) تو یہ بادشاہ ہمارے پاس سے وہ سب کچھ چھین لیتے جو تم دیکھ رہے ہو۔ اس کے بھائی کرز بن علقمہ نے یہ بات دل میں رکھ لی، یہاں تک کہ بعد میں وہ اسلام لے آیا، وہی اس واقعے کو بیان کیا کرتا تھا، جیسا کہ مجھے خبر پہنچی ہے۔

ابنِ ہشام نے کہا: مجھے خبر پہنچی ہے کہ نجران کے سرداروں کے پاس ایک کتاب تھی جسے وہ وراثت میں منتقل کرتے تھے؛ جب بھی ان میں سے کوئی سردار فوت ہو جاتا تو قیادت دوسرے کے سپرد ہو جاتی، اس نے ان کتابوں پر ایک مہر لگا دی، ان مہروں کے ساتھ جو اس سے پہلے لگائی گئی تھیں، انہیں نہیں توڑا، وہ سردار جو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا، پیدل نکل آیا، پھر وہ ٹھوکر کھا گیا، تو اس کے بیٹے نے کہا: ہلاک ہو دور والا! اس سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے،اس کے باپ نے کہا: ایسا نہ کرو؛ بے شک وہ نبی ہیں،ان کا نام ان صحیفوں میں درج ہے،یعنی کتابوں میں۔

جب وہ رئیس نجران فوت ہو گیا،اس کے بیٹے کی کوئی اور خواہش نہ رہی مگر یہ کہ اس نے کتاب کو کھول کر مہر توڑ دی۔ اس کتاب میں اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پایا، وہ اسلام لے آیا اس کا اسلام نہایت عمدہ ہوا،اس نے حج کیا،اور وہ کہا کرتا تھا:

تیری طرف (یعنی اللہ کی طرف)وہ اونٹنی صبح کو روانہ ہوتی ہے ..... اس کا کجاوہ بے قراری سے ہل رہا ہے،اس کے پیٹ میں بچہ (جنین) حرکت کر رہا ہے۔

اس کا دین نصاریٰ کے دین کے خلاف ہے۔

ابنِ اسحاق نے کہا: مجھے محمد بن جعفر بن الزبیر نے خبر دی،انہوں نے کہا: جب وفدِ نجران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ آیا،اور جب وہ آپ کی مسجد میں داخل ہوئے تو آپ عصر کی نماز پڑھ چکے تھے۔ان پر حِبرہ کے کپڑے (یعنی یمنی دھاری دار کپڑے) کے جبّے تھے،اور ان کے اوپر چادریں تھیں جو بنی حارث بن کعب کے مردوں کی خوبصورتی میں اضافہ کر رہی تھیں،انہوں نے کہا: اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ، جنہوں نے انہیں دیکھا، کہا کرتے تھے: ہم نے ان کے بعد کوئی وفد ایسا نہیں دیکھا جو ان جیسا ہو۔ جب ان کی نماز کا وقت آ گیا،وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں کھڑے ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہیں چھوڑ دو،انہوں نے مشرق کی طرف نماز ادا کی۔ابنِ اسحاق نے کہا: ان چودہ افراد کے نام یہ تھے جن کے پاس نجران والوں کا معاملہ آتا تھا: یہ وہ نام ہیں جنہیں ابنِ اسحاق نے وفدِ

نجران کے چودہ سرداروں کے طور پر ذکر کیا ہے، جو ساٹھ سواروں کے ساتھ مدینہ منورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے۔

توضیح	نام	منصب
سردار قبائلی و سیاسی	عبدالمسیح	العاقب
پیشوا مذہبی	الأیہم	السید
بھائی کا وائل بن بکر پادری، و عالم مشہور	ابوحارثہ بن علقمہ	الأسقف
معزز ایک کا وفد	أوس	—
معزز ایک کا وفد	حارث	—
معزز ایک کا وفد	زید	—
معزز ایک کا وفد	قیس	—
معزز ایک کا وفد	یزید	—
معزز ایک کا وفد	نبیہ	—
معزز ایک کا وفد	خویلد	—
معزز ایک کا وفد	عمر	—
معزز ایک کا وفد	خالد	—
معزز ایک کا وفد	عبداللہ	—
معزز ایک کا وفد	یحنس	—

پس ان میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنے والے یہ تھے: ابو حارثہ بن علقمہ، اور عاقب عبد المسیح، اور الأیهم السَّیِّد۔ اور وہ نصرانیت پر تھے، بادشاہ کے دین پر، باوجود اس کے کہ ان کے معاملے میں اختلاف تھا؛ وہ کہتے تھے: عیسیٰ علیہ السلام اللہ ہے، وہ کہتے تھے: عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا بیٹا ہے، وہ کہتے تھے: عیسیٰ علیہ السلام تین میں سے ایک ہے، یہی نصرانیوں کا قول ہے۔

پس وہ اپنے اس قول میں دلیل پیش کرتے ہیں کہ: وہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ ہے، اس لیے کہ وہ مردوں کو زندہ کرتا تھا، اور وہ بیماریوں کو شفا دیتا تھا، وہ غیب کی خبریں دیتا تھا، وہ مٹی سے پرندے کی مانند ایک شکل بناتا تھا، پھر وہ اس میں پھونک مارتا تھا، تو وہ پرندہ بن جاتا تھا، در حقیقت یہ سب کچھ اللہ کے حکم سے تھا، تاکہ اسے لوگوں کے لیے نشانی بنادے۔

وہ اپنے اس قول میں دلیل پیش کرتے ہیں: بے شک وہ اللہ کا بیٹا ہے، پس وہ کہتے ہیں: عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی باپ معلوم نہیں تھا، وہ گہوارے میں بول اٹھا، یہ ایسی چیز ہے جو آدم کی اولاد میں سے کسی نے نہیں کی۔

وہ اپنے اس قول میں دلیل پیش کرتے ہیں کہ: عیسیٰ علیہ السلام تین میں سے ایک ہے، اللہ کے قول سے: پس ہم نے جانا، ہم نے حکم دیا، ہم نے پیدا کیا، ہم نے فیصلہ کیا، تو وہ کہتے ہیں: اگر اللہ ایک ہی ہوتا، تو وہ نہ کہتا مگر: میں نے کیا، میں نے فیصلہ کیا، میں نے حکم دیا، میں نے پیدا کیا، لیکن وہ کہتے ہیں کہ وہ عیسیٰ اور مریم ہیں، پس ان کے ان تمام اقوال کے بارے میں قرآن نازل ہوا، پھر جب ان دونوں علماء/احبار نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا: اسلام قبول کرو، انہوں نے کہا: ہم تو پہلے ہی اسلام قبول کر چکے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں نے اسلام قبول نہیں کیا، اسلام لے آؤ۔

انہوں نے کہا: کیوں نہیں، ہم توآپ سے پہلے ہی اسلام میں داخل ہو چکے ہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم دونوں نے جھوٹ کہا، تمہیں اسلام سے روکنے والی چیز تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ اللہ کے لیے بیٹا ہے، تمہاری صلیب کی عبادت، تمہارا خنزیر کھانا۔انہوں نے کہا: پس اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اس کا باپ کون ہے؟ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کے بارے میں خاموش ہو گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو جواب نہ دیا، تواللہ تعالیٰ نے ان کے اس قول اور ان کے اختلاف کے بارے میں سورۂآلِ عمران کاآغاز نازل فرمایا، جو تقریباً80آیات تک ہے۔

قَالَ: حَدَّثَنَا الْمُثَنَّى، حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ، حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي جَعْفَرٍ – يَعْنِي – عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي جَعْفَرٍ الرَّازِيَّ، عَنْ أَبِيهِ، ربيع (بن أنس يا ربيع بن خثيم وغيره) نےاللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں کہا: **{الم – اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ}** ال مٓ۔اللہ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، زندہ ہے، نظامِ کائنات کا سنبھالنے والا ہے۔[آل عمران: 1 – 2]۔ربیع نے کہا: نصاریٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے،انہوں نے عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں جھگڑا کیا،اور کہا: اس کا باپ کون ہے؟انہوں نے اللہ پر جھوٹ اور بہتان باندھا—اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، نہ اس نے کسی کو بیوی بنایا نہ کوئی اولاد اختیار کی، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ کوئی بیٹاایسا نہیں ہوتا مگر وہ اپنے باپ سے مشابہ ہوتا؟انہوں نے کہا: جی ہاں(ہم جانتے ہیں)،آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب زندہ ہے،وہ کبھی نہیں مرتا،عیسیٰ علیہ السلام پر فنا(موت)آجائے گی؟انہوں نے کہا: جی ہاں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب ہر چیز کا قائم رکھنے والا ہے،وہ اس کی حفاظت کرتا ہے،اس کو نگہبانی دیتا ہےاس کو رزق پہنچاتا ہے؟انہوں نے کہا: جی ہاں۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم

وسلم نے فرمایا: کیا عیسیٰ علیہ السلام ان میں سے کسی چیز کے مالک ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ پر زمین اور آسمان میں کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا عیسیٰ علیہ السلام ان میں سے کسی چیز کو جانتے ہیں، سوائے اس کے جو انہیں سکھایا گیا؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس ہمارے رب نے عیسیٰ علیہ السلام کو رحم میں جس طرح چاہا، صورت بخشی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ ہمارا رب نہ کھانا کھاتا ہے، نہ پینے کی چیز پیتا ہے، نہ ہی کوئی حادثہ (جسمانی حاجت یا تبدیلی) اس پر واقع ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اس کی ماں نے اسی طرح حمل میں لیا جیسے عورت حمل میں لیتی ہے؟ پھر اس کی ماں نے اسے اسی طرح جنا جیسے عورت اپنا بچہ جنتی ہے۔ پھر اسے اسی طرح غذا دی گئی جیسے بچے کو غذا دی جاتی ہے، پھر وہ (عیسیٰ علیہ السلام) کھانا کھاتے تھے، پینے کی چیز پیتے تھے، اور انسانی حاجت پوری کرتے تھے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے جیسا کہ تم نے دعویٰ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس نصاریٰ پہچان گئے، لیکن انکار اور ضد پر اڑے رہے، تو اللہ نے نازل فرمایا: **{الم – اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ}** الٓمّٓ۔ اللہ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، زندہ ہے، نظامِ کائنات کا سنبھالنے والا ہے۔ [آل عمران: 1 – 2]»

صحاح کی کتب حدیث میں نجران کے وفد کا واقعہ ثابت ہے؛ بخاری اور مسلم نے اسے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، مسلم نے اسے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے، انہوں نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی: **{فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا**

وَأَنْفُسَكُمْ} تو کہہ دے کہ آؤ ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں بلائیں۔[آل عمران: 61]

«رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی، فاطمہ، حسن اور حسین کو بلایا، پھر فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہل ہیں»

بخاری میں (یہ روایت موجود ہے): ''حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: نجران کے سردار السید اور العاقب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، وہ چاہتے تھے کہ آپ کے ساتھ مباہلہ کریں۔ تو ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا: ایسا نہ کرو! اللہ کی قسم، اگر وہ واقعی نبی ہیں اگر ہم نے ان سے مباہلہ کیا، تو نہ ہم کامیاب ہوں گے نہ ہی ہماری نسل ہمارے بعد کامیاب ہو گی، انہوں نے کہا: ہم تو بس وہی دیں گے جو تم نے ہم سے مانگا ہے، ہمارے ساتھ ایک امانت دار آدمی بھیج دیجیے، ہمارے ساتھ کوئی نہ بھیجیں مگر وہی جو امانت دار ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ضرور تمہارے ساتھ ایک ایسا شخص بھیجوں گا جو امانت دار ہے، حقیقی امانت دار۔

راوی کہتے ہیں: پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنھم اس اعلان کے منتظر ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اٹھو اے ابو عبیدہ بن الجراح! پھر جب وہ اٹھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس امت کے امین ہیں۔

سننِ ابی داؤد اور دیگر کتب میں بھی یہ روایت آئی ہے، ابو داؤد نے کہا: أَخْبَرَنَا مُصَرِّفُ بْنُ عَمْرٍو الْيَامِيُّ، حَدَّثَنَا يُونُسُ يَعْنِي ابْنَ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا أَسْبَاطُ بْنُ نَصْرٍ الْهَمْدَانِيُّ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقُرَشِيِّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ نجران سے دو ہزار جوڑے

(کپڑوں) پر صلح کی، آدھا یعنی ایک ہزار جوڑے صفر میں، اور آدھا یعنی ایک ہزار جوڑے رجب میں، وہ مسلمانوں کو ادا کریں گے؛ اور بطور عاریہ عارضی قرض تیس زرہیں، تیس گھوڑے اور تیس اونٹ (دینے پر بھی صلح ہوئی)، ہر قسم کے ہتھیاروں میں سے تیس (تیس تیس) بطور عارضی قرض دیں گے، جن کے ساتھ مسلمان جہاد کریں گے۔ مسلمان اس کے ضامن ہوں گے یہاں تک کہ اگر دائیں جانب سے کوئی فریب پر مبنی چال ہو تو وہ اسے ان کے پاس واپس لوٹا دیں۔ اس شرط پر کہ ان کے گرجے (چرچ) نہ گرائے جائیں، ان کے پادری نہ نکالے جائیں، انہیں ان کے دین سے نہ پھیرا جائے، جب تک کہ وہ کوئی نیا فساد نہ کریں یا سود نہ کھائیں۔

اسماعیل نے کہا: انہوں نے سود کھالیا۔ ابو داؤد نے کہا: جب وہ ان شرائط میں سے کسی کو توڑ دیں تو انہوں نے (فساد) پیدا کر دیا۔

جو ابو داؤد اور اہلِ سیر نے اہلِ نجران کے ساتھ ان کے جزیہ پر کیے گئے معاہدے کا ذکر کیا ہے، وہ اہلِ علم کے نزدیک معروف ہے، ابو عبید القاسم بن سلام نے اپنی کتاب الأموال میں بھی اس کا ذکر کیا ہے، اسے دو سندوں کے طریق سے روایت کیا ہے:

قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ رَحِمَهُ اللَّهُ: حَدَّثَنَا أَبُو أَيُّوبَ الدِّمَشْقِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعْدَانُ بْنُ يَحْيَى، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي حُمَيْدٍ، عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ الْهُذَلِيِّ: «بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ نجران سے صلح کی، ان کے لیے ایک تحریر لکھی: بسم اللہ الرحمن الرحیم، یہ وہ ہے جو محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ نجران کے لیے لکھا، جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان پر حکم نافذ تھا کہ ہر سیاہ و سفید، زرد و سرخ یعنی ہر قسم کی چیزوں، یا پھلوں اور کپڑوں میں سے جزیہ لیا جائے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر فضل

فرمایاسب ان کے لیے چھوڑ دیا،ان پر صرف دو ہزار جوڑوں (کپڑوں) کا جزیہ مقرر کیا، ہر صفر میں ایک ہزار جوڑے، ہر رجب میں ایک ہزار جوڑے ادا کریں گے، ہر جوڑا ایک اوقیہ کے برابر ہو گا، جو خراج (جزیہ) زیادہ یا کم ہو، تو اوقیوں کے حساب سے شمار کیا جائے، جو کچھ اہلِ نجران اونٹوں، گھوڑوں یا زرہوں میں سے ادا کریں گے، وہ ان سے حساب کے مطابق لیا جائے گا،اہلِ نجران پر لازم ہے کہ وہ میرے قاصدوں (رسولوں/وفود) کی بیس راتوں تک یا اس سے کم مہمان نوازی کریں،ان پر لازم ہے کہ وہ بطور عارضی قرض تیس گھوڑے، تیس اونٹ اور تیس زرہیں دیں، جب یمن کی طرف سے کوئی غداری پر مبنی حملہ ہو، جو کچھ میرے قاصدوں نے ان سے بطور عارضی قرض لیا اور وہ ہلاک ہو گیا، تو وہ میرے قاصدوں کے ذمہ ہے کہ اسے واپس کریں، نجران اور اس کے اطراف کے لیے اللہ کی ذمہ داری اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری ہے ان کے خونوں، ان کے مالوں، ان کے دین، ان کے گرجوں، ان کے راہبوں، ان کے اساقفہ (بشپوں)،ان کے حاضر وغائب،ان سب چیزوں پر جو ان کے ہاتھوں میں ہے، خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ، اس شرط پر کہ وہ اپنے کسی اسقف (بشپ) کو اس کی حیثیت سے نہ بدلیں، نہ ہی کسی واقہ (راہب/مذہبی پیشوا) کو اس کی حیثیت سے بدلا جائے، نہ ہی کسی راہب کو اس کے منصب سے بدلا جائے،اس شرط پر کہ وہ نہ نقصان کریں، نہ ہی عشر (اضافی ٹیکس/عشرہ) لگائیں، ان کی زمین پر کوئی لشکر قدم نہ رکھے، جو کوئی ان میں سے کسی حق مالی یا قانونی حق کا مالک ہو گا، تو اس کا نصف (فیصلہ/تقسیم) نجران ہی میں ان کے درمیان ہو گا،اس شرط پر کہ وہ سود نہ کھائیں، پس جو کوئی اس سے پہلے سود کھا چکا ہے، تو میری ذمہ داری اس سے بری ہے،ان پر لازم ہے کہ آئندہ کے لیے کوشش اور خیر خواہی کریں،اس حال میں کہ ان پر نہ ظلم کیا جائے گا نہ

ہی ان پر سختی کی جائے گی،اس معاہدے پر گواہی عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور مُعَیقِیب رضی اللہ عنہ نے دی »

ابو عبید نے کہا: ''الواقۃ''کا مطلب بنی حارث بن کعب کی زبان میں ولیِ عہد ہے۔ وہ کہتے ہیں: جب یہ اسقف (بشپ) فوت ہو جائے تو دوسرا اس کی جگہ قائم ہو جاتا ہے۔

قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ: قَالَ أَبُو أَيُّوبَ وَحَدَّثَنِي عِيسَى بْنُ يُونُسَ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي حُمَيْدٍ، عَنْ أَبِي الْمَلِيحِ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اسی طرح روایت ہے، اس نے اپنی حدیث میں یہ اضافہ کیا کہ فرمایا: «پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے، تو اہلِ نجران ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، تو انہوں نے ان کے ساتھ اسی معاہدے کو پورا کیا،ان کے لیے ایک تحریر لکھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدے کے مشابہ تھی، پھر جب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلافت پر فائز ہوئے، اہلِ نجران نے سود کا ارتکاب کیا، تو عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں جلا وطن کر دیا،ان کے لیے ایک تحریر لکھی:امابعد،جو بھی اہلِ نجران پر شام یا عراق کے امراء میں سے گزرے،وہ انہیں زمین کے جریب (یعنی قابلِ کاشت رقبے) میں فراخی دیں،جو کچھ وہ کسی کام میں محنت و کاوش کریں، وہ سب ان ہی کے لیے ہو گا،اللہ کی رضا کے لیے،ان کی اپنی زمین کی پیداوار وانجام کے اعتبار سے،اس نے کہا: پھر وہ عراق آئے اور نجرانیہ کو اختیار کر لیا۔ابو عبید نے کہا: یہ کوفہ کے قریب ایک بستی ہے»

عثمان رضی اللہ عنہ نے ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کو لکھا: امابعد، بیشک عاقب، اسقف اور اہلِ نجران کے سردار میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط لے کر آئے انہوں نے مجھے عمر رضی اللہ عنہ کی شرط دکھائی، میں نے عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے پوچھا، تو انہوں نے مجھے خبر دی کہ وہ اس بارے میں

تحقیق کر چکے تھے، انہوں نے دیکھا کہ وہ دہاقین (یعنی زمینداروں/کاشتکاروں) کے قبضے میں چلا گیا ہے، تاکہ وہ انہیں ان کی زمین سے باز رکھیں، میں نے ان کے جزیے میں سے دو سو حلے (کپڑے) ان پر سے ساقط کر دیے ہیں، اللہ کی رضا کے واسطے ان کی زمین کے بدلے میں آخرت کی بھلائی کے طور پر، میں تمہیں ان کے بارے میں وصیت کرتا ہوں، کیونکہ وہ ایک قوم ہیں جن کے ساتھ ذمہ (معاہدہ وضمانت) ہے۔

قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ: وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ صَالِحٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ لَهِيعَةَ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ نجران کے لیے لکھا: محمد نبی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے، پھر ابو عبیدہ نے اس جیسی ایک نقل ذکر کی، اس کی روایت میں ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کا قصہ نہیں ہے، اس کے آخر میں ابو سفیان بن حرب رضی اللہ عنہ، غیلان بن عمرو، اور بنی نضر میں سے مالک بن عوف رضی اللہ عنہم نے گواہی دی، اقرع بن حابس الحنظلی رضی اللہ عنہ، اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بھی گواہی دی۔

قَالَ أَبُو عُبَيْدٍ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ عُفَيْرٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَيُّوبَ، عَنْ يُونُسَ بْنِ يَزِيدَ الْأَيْلِيِّ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، قَالَ: سب سے پہلے جنہوں نے جزیہ ادا کیا وہ اہلِ نجران کے نصاریٰ تھے۔

پس اگر یہ کہا جائے: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: **{قُلْ يَاأَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا}** کہہ اے اہلِ کتاب! ایک بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ سوائے اللہ کے اور کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔[آل عمران: 64]

یہ بات صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہِرقل کو دِحیہ کلبی کے ساتھ اُس مدت میں خط لکھا جب آپ نے مشرکین سے صلح کی تھی، اُس وقت ابوسفیان مسلمان نہیں ہوئے تھے، ابوسفیان رضی اللہ عنہ اُس وقت ہِرقل کے پاس موجود تھے، ہِرقل نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے سوال کیا، ابوسفیان نے فتحِ مکہ کے سال اسلام قبول کیا، اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ خط فتحِ مکہ سے پہلے لکھا گیا تھا، جزیہ کی آیت فتحِ مکہ کے بعد نویں ہجری میں نازل ہوئی تھی، اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہ آیت جزیہ کی آیت سے پہلے نازل ہوئی تھی، مباہلہ کی آیت سے بھی پہلے، مباہلہ کی آیت کے بارے میں یقینی طور پر معلوم ہے کہ وہ نجران کے وفد کے آنے کے واقعے میں نازل ہوئی تھی، مفسرین و سیرت نگاروں نے ذکر کیا ہے کہ سورہ آلِ عمران اہلِ نجران کے ساتھ مناظرے کے سبب نازل ہوئی، ہم نے اسے اہلِ حدیث کی روایت سے متصل سند کے ساتھ نقل کیا ہے۔

اہلِ مغازی و سیرت نگاروں نے نقل کیا ہے کہ نجران کا وفد جزیہ پر صلح کر کے واپس گیا، وہی سب سے پہلے تھے جنہوں نے جزیہ ادا کیا، پس معلوم ہوا کہ ان کا آنا جزیہ کی آیت کے نزول کے بعد تھا، جزیہ کی آیت فتحِ مکہ کے بعد نازل ہوئی تھی، پس معلوم ہوا کہ نجران کے وفد کی آمد آیتِ سیف کے بعد تھی، آیتِ سیف ہی آیتِ جزیہ ہے۔

زہری نے کہا: نجران کے لوگ سب سے پہلے تھے جنہوں نے جزیہ ادا کیا۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان: {تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ} کہہ اے اہلِ کتاب! ایک بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔ [آل عمران: 64]، اس کے بعد ایسی آیات ہیں جو اس سے پہلے نازل ہوئیں، جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان: {يَاأَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَأَنْتُمْ تَشْهَدُونَ –

يَاأَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ}اے اہلِ کتاب! اللہ کی آیتوں کا کیوں انکار کرتے ہو حالانکہ تم گواہ ہو۔اے اہلِ کتاب! سچ میں جھوٹ کیوں ملاتے ہو اور سچی بات کو چھپاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو۔[آل عمران: 70 – 71]

پس یہ اُن آیات میں سے ہے جو پہلے نازل ہوئیں، وہ اُن میں سے ہیں جو بعد میں نازل ہوئیں، دونوں کو مناسبت کی وجہ سے جمع کر دیا گیا، جیسا کہ ان کی نظائر میں بھی ہے، جب بھی کوئی آیت نازل ہوتی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیتے کہ اسے اُس جگہ رکھا جائے جو اس کے ساتھ مناسبت رکھتی ہو، اگرچہ یہ اُن میں سے ہے جو پہلے نازل ہوئیں، اس بات کو واضح کرنے والی دلیل یہ ہے کہ یہ آیت، یعنی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: {قُلْ يَاأَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ} کہہ اے اہلِ کتاب! ایک بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔[آل عمران: 64]، اس کا لفظ یہود و نصاریٰ دونوں کو عام طور پر شامل ہے۔اسی طرح اہلِ علم نے ذکر کیا ہے کہ یہ دو گروہوں کے لیے دعوت ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے ذریعے یہود کو دعوت دی، پس اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اس آیت کا نزول پہلے ہوا تھا، بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہود کو دعوت آیتِ جزیہ کے نزول سے پہلے تھی، اور اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ خیبر اور دیگر یہودِ حجاز پر جزیہ عائد نہیں کیا، لیکن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ رضی اللہ عنہکو یمن بھیجا، وہاں کے اکثر لوگ یہودی تھے، توآپ نے انہیں حکم دیا کہ ہر بالغ شخص سے ایک دینار یااس کے برابر معافر کا کپڑا وصول کرے، یہ واقعہ غزوۂ تبوک کے بعد پیش آیا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال اس وقت ہوا جب معاذ رضی اللہ عنہ یمن میں تھے، ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں کہا: حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمَّارٍ، حَدَّثَنَا الْوَلِيدُ، حَدَّثَنَا الضَّحَّاكُ بْنُ عَبْدِ

الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي حَوْشَبٍ وَغَيْرُهُ، عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے الیلیون، روم کے سرکش (طاغیہ) بادشاہ کو خط لکھا، انہوں نے کہا: اس کلام میں جو اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا ہے، {قُلْ يَاأَهْلَ الْكِتَابِ} کہہ اے اہل کتاب۔ [آل عمران: 64]، یعنی اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں {تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ} ایک بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔ [آل عمران: 64]

ابن جریج سے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں: {تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ} ایک بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔ [آل عمران: 64]

ابن جُرَیج نے کہا: مجھے خبر پہنچی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود، اہلِ کتاب کو دعوت دی، انہوں نے انکار کیا، آپ نے ان کے خلاف جہاد کیا، اسی طرح وہ تمام آیات جن میں دونوں گروہوں کو خطاب ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان: {يَاأَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تُحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ وَمَا أُنْزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَالْإِنْجِيلُ إِلَّا مِنْ بَعْدِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ – هَا أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ حَاجَجْتُمْ فِيمَا لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاجُّونَ فِيمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ – مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ كَانَ حَنِيفًا مُسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ} اے اہلِ کتاب! ابراھیم کے معاملہ میں کیوں جھگڑتے ہو حالانکہ تورات اور انجیل تو اس کے بعد اتری ہیں، کیا تم یہ نہیں سمجھتے۔ ہاں تم وہ لوگ ہو جس چیز کا تمہیں علم تھا اس میں تو جھگڑے، پس اس چیز میں کیوں جھگڑتے ہو جس چیز کا تمہیں علم ہی نہیں، اور اللہ جانتا ہے اور تم

نہیں جانتے۔ ابراھیم نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی لیکن سیدھے راستے والے مسلمان تھے، اور مشرکوں میں سے نہ تھے۔[آل عمران: 65 – 67]

یہ جان لیناضروری ہے کہ اہلِ نجران میں نصاریٰ بھی تھے جواہلِ ذمہ تھے، ان میں مسلمان بھی تھے – وہی اکثریت میں تھے – نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو ان دونوں گروہوں کے پاس بھیجا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو ان دونوں گروہوں پر عامل مقرر کیا، جیسا کہ بخاری و مسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «یقیناً ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے، ہماری امت کا امین اے امت! ابو عبیدہ بن الجراح ہیں»

انس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ: اہلِ یمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے، انہوں نے کہا: ہمارے ساتھ ایک امانت دار شخص بھیج دیجیے، جو ہمیں سنت اور اسلام کی تعلیم دے، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: یہ اس امت کا امین ہے۔

صحیحین بخاری و مسلم میں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: «اہلِ نجران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا: اے اللہ کے رسول! ہمارے پاس ایک امانت دار شخص بھیج دیجیے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے پاس ایک امانت دار شخص بھیجوں گا، جو واقعی امین ہے، واقعی امین ہے»

انہوں نے کہا: لوگ اس اعلان کے منتظر ہوئے، پھر انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا۔

بخاری میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: «نجران کے سردار 'السید' اور 'العاقب' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، وہ چاہتے تھے کہ آپ کے ساتھ مباہلہ کریں، ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے کہا: یہ کام نہ کرو، قسم بخدا! اگر وہ واقعی نبی ہیں اور ہم نے ان سے مباہلہ کیا، تو ہم بھی کبھی کامیاب نہ ہوں گے نہ ہی ہماری اولاد ہمارے بعد کامیاب ہو گی، ان دونوں نے کہا: ہم آپ کو وہ سب کچھ دیں گے جو آپ نے ہم سے طلب کیا ہے، ہمارے ساتھ ایک امانت دار شخص بھیج دیجیے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے ساتھ ایک امانت دار شخص بھیجوں گا، جو واقعی امین ہے، واقعی امین ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اس اعزاز کے منتظر ہوئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو عبیدہ بن الجراح! اٹھو۔ جب وہ اٹھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس امت کا امین ہے»

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو عامل مقرر فرمایا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے وہ مشہور فرمان لکھا جس میں فرائض اور سنن درج تھے، اسے امام نسائی نے تفصیل کے ساتھ روایت کیا ہے، جبکہ لوگوں نے اس کے بعض حصے الگ الگ بھی روایت کیے ہیں۔

محمد بن سعد نے وفدِ نجران کے بعد صرف وفدِ جیشان کا ذکر کیا ہے، یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کی آمد بعد میں ہوئی تھی، محمد بن اسحاق نے ان کی آمد کا ذکر سیرت کے ابتدائی حصے میں یہود کے قصے کے ساتھ کیا ہے؛ تاکہ وہ یہود اور نصاریٰ کی خبر کو جمع کر دے، انہوں نے سنہ دس ہجری میں نجران کی فتح کا ذکر کیا

ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجا، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بھیجنے کا ذکر انہوں نے کیا ہے کہ یہ تاخیر سے ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چار ماہ پہلے، اور یہ کہ ان کی طرف سے ایک وفد اسلام قبول کرتے ہوئے حاضر ہوا، یہ دراصل نصاریٰ کے وفد کی آمد کے بعد ہی ہوا تھا، ابن سعد نے یقینی طور پر ذکر کیا ہے کہ ''العاقب'' اور ''السید'' اس کے بعد اسلام لے آئے تھے، جزیہ کا معاہدہ دراصل صرف نصاریٰ کے ساتھ ہوا تھا، جزیہ کی آیت اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: {قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ} ان لوگوں سے لڑو جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور نہ اسے حرام جانتے ہیں جسے اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اور سچا دین قبول نہیں کرتے ان لوگوں میں سے جو اہل کتاب ہیں یہاں تک کہ عاجز ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔ [التوبہ: 29]

یہ اہلِ کتاب کے بارے میں آیتِ سیف ہے، اس میں ان کے ساتھ قتال کا ذکر ہے اگر وہ ایمان نہ لائیں، یہاں تک کہ وہ جزیہ ادا کریں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے جزیہ نہیں لیا، سوائے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد، بلکہ انہوں نے کہا: اہلِ نجران وہ پہلے لوگ ہیں جن سے جزیہ لیا گیا، جیسا کہ اہلِ علم نے ذکر کیا ہے، جیسے امام زہری و دیگر علماء، بے شک اہلِ علم کے اتفاق سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے نزول سے پہلے کسی پر جزیہ مقرر نہیں کیا، نہ امیّین مشرکینِ عرب پر نہ ہی اہلِ کتاب پر، اسی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جزیہ نہ تو یہودِ قینقاع، نضیر اور قریظہ پر مقرر کیا، نہ ہی اہلِ خیبر پر، بے شک خیبر ساتویں ہجری میں فتح ہوا، آیتِ جزیہ کے نزول سے پہلے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کاشتکاروں کے

طور پر برقرار رکھا، ان سے ایک غیر معینہ مدت تک کی صلح کی، جس میں فرمایا: ہم تمہیں اس وقت تک برقرار رکھیں گے جب تک اللہ تمہیں برقرار رکھے گا۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ سب سے پہلے جزیہ وفدِ نجران سے لیا گیا، معلوم ہوا کہ ان کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنا، ان سے مناظرہ کرنا ان کے ساتھ حجت کرنا اسی پس منظر میں تھا، ان سے مباہلہ طلب کرنا آیتِ سیف کے بعد ہوا، جس میں ان کے ساتھ قتال کا ذکر ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اہلِ کتاب سے بہترین طریقے سے بحث کرنے کا جو ذکر فرمایا ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ظلم کرتے ہیں، یہ حکم محکم ہے، اسے کسی چیز نے منسوخ نہیں کیا۔ اسی طرح وہ بات بھی جو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کے ساتھ مطلق طور پر مجادلہ کرنے کے بارے میں ذکر فرمائی ہے، اپنے اس قول میں: {ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ} اپنے رب کے راستے کی طرف دانشمندی اور عمدہ نصیحت سے بلا، اور ان سے پسندیدہ طریقہ سے بحث کر۔ [النحل: 125]

بے شک بعض لوگ کہتے ہیں کہ کفار کے ساتھ مجادلہ اور حجت کرنے والی آیات آیتِ سیف کے ذریعے منسوخ ہو گئی ہیں؛ اس کا یہ گمان کہ مشروع قتال کا حکم مشروع مجادلہ کے منافی ہے، غلط ہے، بے شک نسخ تو اسی وقت ہوتا ہے جب ناسخ حکم منسوخ حکم کے مناقض (برخلاف) ہو، جیسے کہ نماز میں مسجدِ حرام کی طرف رخ کرنے کے حکم کا، بیت المقدس (شام) کی طرف رخ کرنے کے حکم کے مناقض ہونا، اسی طرح مقیم کے لیے رمضان کے روزے رکھنے کے حکم کا، اس حکم کے مناقض ہونا جس میں اسے اختیار دیا گیا تھا کہ چاہے روزہ رکھے یا ہر دن ایک مسکین کو کھانا کھلائے، اسی طرح اس کے مناقض ہونا کہ اللہ تعالیٰ نے ورثاء کے لیے

جو حدود مقرر فرمائی ہیں ان سے تجاوز کرنے کی ممانعت کی، اس کے ساتھ والدین اور اقرباء کے لیے وصیت کرنے کا حکم دیا، اسی طرح اس کے مناقض ہونا کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: اپنے ہاتھ قتال سے روک لو، پھر فرمایا: ان سے قتال کرو، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً} کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو، پھر جب انہیں لڑنے کا حکم دیا گیا اس وقت ان میں سے ایک جماعت لوگوں سے ایسا ڈرنے لگی جیسا کہ اللہ کا ڈر ہو یا اس سے بھی زیادہ ڈر۔[النساء: 77]

ان کو قتال کا حکم دینا، ان کے لیے ہاتھ روکنے کے حکم کو منسوخ کرنے والا ہے۔ لیکن جہاں تک اللہ تعالیٰ کے اس قول کا تعلق ہے: {ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ} اپنے رب کے راستے کی طرف دانشمندی اور عمدہ نصیحت سے بلا، اور ان سے پسندیدہ طریقہ سے بحث کر۔[النحل: 125]

اس کا قول: {وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ} اور اہل کتاب سے نہ جھگڑو مگر ایسے طریقے سے جو عمدہ ہو، مگر جو ان میں بے انصاف ہیں۔[العنکبوت: 46]

یہ اہلِ کتاب سے حسنِ کلام اور مجادلہ کا حکم اس بات کے مناقض نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے جن کے ساتھ جہاد کا حکم دیا، ان کے ساتھ جہاد کیا جائے، لیکن قتال کا حکم، قتال سے روکنے اور صرف مجادلہ پر اکتفا کرنے کے حکم کے مناقض ہے۔

لیکن قتال کا حکم، قتال سے روکنے اور صرف مجادلہ پر اکتفا کرنے کے حکم کے مناقض ہے

لیکن جہاں جدال (بحث و مناظرہ) کے حکم اور قتال کے حکم کے درمیان جمع و تطبیق ممکن ہو، پس ان دونوں میں کوئی منافات نہیں، جب وہ ایک دوسرے کے مناقض نہ ہوں بلکہ جمع کرنا ممکن ہو، تو نسخ کا حکم دینا جائز نہیں، یہ بات معلوم ہے کہ دونوں (جدال اور قتال) وہاں فائدہ دیتے ہیں جہاں دوسرا فائدہ نہیں دیتا، اور یہ کہ ان دونوں (مجادلہ اور قتال) کو بیک وقت استعمال کرنا ہدایت اور دینِ حق کو ظاہر کرنے میں زیادہ مؤثر ہے، اس کو واضح کرنے والی کئی وجوہ ہیں:

ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ: جو اہلِ ذمہ، معاہد اور مستأمن ہوں، ان کے ساتھ قتال نہیں کیا جاتا، پس وہ ان لوگوں میں داخل ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ انہیں دعوت دی جائے ان سے بہترین طریقے سے مجادلہ کیا جائے، وہ ان لوگوں میں داخل نہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قتال کا حکم دیا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ نے فرمایا: **{وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا}** اور اہل کتاب سے نہ جھگڑو مگر ایسے طریقے سے جو عمدہ ہو، مگر جو ان میں بے انصاف ہیں۔ [العنکبوت: 46]

پس ظالم کے ساتھ بحث کرنے کا حکم اس انداز میں نہیں دیا گیا جو بہترین ہو، جو شخص ظالم ہو، جنگ کا مستحق ہو، اور علم و دین کا طلبگار نہ ہو، تو وہ انہی ظالموں میں شمار ہوگا جن کے ساتھ بہترین انداز میں بحث نہیں کی جاتی، اس کے برعکس وہ شخص جو علم اور دین کا طلبگار ہو، اس کی طرف سے کوئی ظلم ظاہر نہ ہوا، خواہ اس کا

مقصد رہنمائی حاصل کرنا ہو، یا پھر وہ یہ گمان کرتا ہو کہ وہ حق پر ہے اس کا مقصد اسی چیز کی حمایت کرنا ہو جسے وہ حق سمجھتا ہے، جو شخص ضد و عناد کی نیت رکھتا ہو، جانتا ہو کہ وہ باطل پر ہے، پھر بھی اسی پر جھگڑتا ہو، تو ایسے شخص کے ساتھ بہترین انداز میں بحث کرنے کا حکم نہیں دیا گیا، لیکن ہم اس کے ساتھ دیگر طریقوں سے بحث کر سکتے ہیں، جن میں ہم اس کے عناد، ظلم اور جہالت کو واضح کریں، تاکہ اس کے عمل کے مطابق اسے اس کا بدلہ دیا جائے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ} اور اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دو یہاں تک کہ اللہ کا کلام سنے پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دو۔[التوبہ: 6]

یہ شخص پناہ مانگنے والا اور امان طلب کرنے والا ہے، حالانکہ وہ اہلِ جنگ میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اسے پناہ دی جائے یہاں تک کہ اللہ کی حجت اس پر قائم ہو جائے، پھر اسے اس کے امن کی جگہ تک پہنچا دیا جائے، یہ سورۂ توبہ میں ہے، جس میں عہد و پیمان توڑنے کا ذکر ہے، اسی سورہ میں آیتِ سیف (تلوار والی آیت) بھی ہے، اس آیت کا ذکر عہد و پیمان توڑنے کے حکم کے ضمن میں کیا گیا ہے؛ تاکہ اللہ تعالیٰ یہ واضح فرما دے کہ ایسے شخص کو امان دینا واجب ہے؛ یہاں تک کہ اس پر اللہ کی حجت قائم ہو جائے، اس کے ساتھ جنگ کرنا جائز نہیں، جیسے کہ ان کے ساتھ جنگ کی جاتی ہے جنہوں نے یہ طلب ہی نہ کی ہو کہ اللہ کی حجت ان تک پہنچا دی جائے۔

عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے کہتے ہیں: {ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ} پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچادو۔[التوبہ: 6]۔اگر وہ اس بات سے اتفاق نہ کرے جو ہم اس کے سامنے بیان کریں اور اسے خبر دیں، تو اسے اس کے امن کے مقام تک پہنچادو۔انہوں نے کہا: یہ حکم منسوخ نہیں ہوا۔

مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: جو شخص تمہارے پاس آئے اس کلام کو سنے جو تم پر نازل کیا گیا ہے، وہ اس وقت تک امن میں ہے جب تک کہ وہ تمہارے پاس موجود رہے۔

عطار حمہ اللہ نے کہا: مشرکین میں سے کوئی شخص اگر مسلمانوں کے پاس بغیر کسی معاہدے کے آئے، تو تمہیں اختیار ہے کہ یا تو اسے اپنے پاس ٹھہرالو، یا پھر اسے اس کے امن کے مقام تک پہنچادو۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: {فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ} پس اسے پناہ دے دو یہاں تک کہ اللہ کا کلام سنے۔[التوبہ: 6]

یقیناً یہ بات معلوم ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اسے ایسا سننا کرایا جائے جس کے ساتھ وہ اس کے معنی کو سمجھنے کی صلاحیت حاصل کر سکے، کیونکہ مقصود صرف ایسے الفاظ سنانے سے پورا نہیں ہوتا جن کے ساتھ وہ معنی کو سمجھنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، اگر وہ غیر عربی (یعنی عربی زبان نہ جاننے والا) ہو، تو لازم ہے کہ اس کے لیے وہ بات ترجمہ کی جائے جس کے ذریعے اللہ کی حجت اس پر قائم ہو سکے، اگر وہ عربی ہی ہو لیکن قرآن میں کچھ ایسے الفاظ ہوں جو اس کی زبان (لہجے یا بولی) کے نہ ہوں اس کے لیے اجنبی ہوں، تو لازم ہے کہ اس کے لیے اس کا معنی واضح کر دیا جائے، اگر وہ محض لفظ کو اسی طرح سن لے، جیسے بہت سے لوگ سنتے ہیں، اگر وہ معنی کو نہ سمجھ سکے اور ہم سے مطالبہ کرے کہ ہم اس کی تفسیر کریں اس کا مفہوم واضح کریں، تو یہ ہمارے ذمے لازم ہے۔

اگر وہ ہم سے ایسا سوال کرے جو قرآن پر اعتراض یا قدح کرتا ہو، تو ہم اس کا جواب دیں گے، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب بعض مشرکین، یا اہلِ کتاب، یا مسلمان کوئی سوال پیش کرتے جو وہ قرآن پر اعتراض یا اشکال کے طور پر لاتے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سوال کا جواب دیتے تھے، جیسے آپ نے ابن الزِّبعری کو جواب دیا تھا جب اس نے حضرت مسیح علیہ السلام کو مشرکین کے معبودوں پر قیاس کیا تھا، اس نے گمان کیا کہ اصل علت صرف یہ ہے کہ وہ معبود ہیں، یہ بات اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ حکم ہر اس معبود پر صادق آتا ہے جو اللہ کے سوا ہو، تو یقیناً وہ آخرت میں عذاب دیا جائے گا، پس اس نے مسیح علیہ السلام کو مشرکین کے معبودوں کی مثال بنا دیا ان کو ان پر قیاس کیا، جیسے فرع کو اصل پر قیاس کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: {وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ – وَقَالُوا أَآلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ} اور جب ابن مریم کی مثال بیان کی گئی تو اسی وقت آپ کی قوم کے لوگ اس سے کھلکھلا کر ہنسنے لگے۔ اور کہا کیا ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ، یہ ذکر صرف آپ سے جھگڑنے کے لیے کرتے ہیں، بلکہ وہ تو جھگڑالو ہی ہیں۔ [الزخرف: 57 – 58]

اللہ تعالیٰ نے اپنے فرمان کے ذریعے وہ فرق واضح فرما دیا جو الحاق (یعنی قیاس و تشبیہ) کو مانع ہے: {إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَى أُولَئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ} بے شک جن کے لیے ہماری طرف سے بھلائی مقدر ہو چکی ہے وہ اس سے دور رکھے جائیں گے۔ [الانبیاء: 101]

اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ ان قیاس کرنے والوں نے جو قیاس کیا، وہ محض جھگڑالو بحث تھی جو کسی حقیقی علم کو لازم نہیں کرتی؛ کیونکہ فرق فرع اور اصل کے درمیان موجود ہے، یقیناً جب ان بتوں کو جہنم کا ایندھن

بنایا جائے گا، تو یہ ان کے پوجنے والوں کے لیے ذلت اور رسوائی ہو گی، بغیر اس کے کہ کسی ایسے کو عذاب دیا جائے جو عذاب کا مستحق نہ ہو، اس کے بر عکس، اگر اللہ کے نیک بندوں کو دوسروں کے گناہ کی وجہ سے عذاب دیا جائے، یقیناً اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کرتا، خصوصاً مسلمانوں کی اکثریت اور دیگر مذاہب کے پیروکاروں کے نزدیک، خواہ وہ سلف ہوں یا خلف، جو یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نہ کچھ پیدا کرتا ہے نہ حکم دیتا ہے مگر کسی حکمت کے تحت، اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرتا کہ اس کی نیکیوں میں سے کچھ کم کر دے، اللہ تعالیٰ کسی پر دوسروں کے گناہوں کا بوجھ نہیں ڈالتا، بلکہ اللہ تعالیٰ کسی کو عذاب نہیں دیتا مگر اس کے پاس رسول بھیجنے کے بعد، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا} اور جو نیک کام کرے گا اور وہ مومن بھی ہو تو اسے ظلم اور حق تلفی کا کوئی خوف نہیں ہو گا۔ [طہ: 112]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {فَمَنْ يُؤْمِنْ بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا} پھر جو اپنے رب پر ایمان لے آیا تو نہ اسے نقصان کا ڈر رہے گا اور نہ ظلم کا۔[الجن: 13]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ} تمہیں وہی بدلہ مل رہا ہے جو تم کرتے تھے۔ [النمل: 90]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا} اور ہم سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو نہیں بھیج لیتے۔[الإسراء: 15]

جو کوئی مسلمانوں میں سے یا دیگر مذاہب کے پیروکاروں میں سے یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہر چیز کا کرنا جائز ہے، یہ کہ ظلم وہ چیز ہے جو ممتنع ہے اور قدرت کے دائرے میں داخل ہی نہیں ہوتی، یہ لوگ کہتے ہیں:

وہ صرف اس بات کو جان سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کیا کرتا ہے اور کیا نہیں کرتا، یا تو خبرِ صادق کی دلالت سے یا پھر عادت کے ذریعے، اگرچہ جمہور اہلِ علم خبرِ صادق اور دیگر دلائل کے ذریعے اس بات پر استدلال کرتے ہیں کہ بعض امور اللہ تعالیٰ کے لیے ممتنع ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس کے نیک بندے جنت میں ہوں گے، اللہ تعالیٰ انہیں آگ میں عذاب نہیں دے گا، بلکہ اللہ تعالیٰ ان کی طرف سے ان کے بہترین اعمال کو قبول فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی برائیوں سے در گزر فرمائے گا اور انہیں جنت والوں میں شامل کرے گا، چہ جائیکہ (یہ تو بالکل ناممکن ہے) کہ اللہ تعالیٰ انہیں دوسروں کے گناہ پر سزا دے، حالانکہ وہ خود اس فعل کو ناپسند کرتے ہوں، اور ان کو اس سے منع کیا گیا، جو یہ گمان کرے کہ لفظ (ما) حضرت مسیح علیہ السلام کو بھی شامل کرتا ہے اور عام کے بیان کو مؤخر کیا گیا ہے، یا یہ جواب دے کہ لفظ (ما) صرف غیر عاقل پر دلالت کرتا ہے، پس یہ دونوں قول کمزور ہیں، جیسا کہ اپنی جگہ پر تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے۔

اصل میں مشرکین نے صحیح اور واضح نص کے مقابلے میں ایک فاسد قیاس پیش کیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس قیاس کے بطلان کو واضح کر دیا اصل اور فرع کے درمیان فرق کو بیان فرمایا۔

اسی طرح جب بعض نصاریٰ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول پر اعتراض کیا: {يَاأُخْتَ هَارُونَ} اے ہارون کی بہن!۔ [مریم: 28]۔ یہ گمان کرتے ہوئے کہ یہ ہارون وہی ہارون ہیں جو موسیٰ بن عمران کے بھائی تھے، یہ کہ یہ عمران وہی ہیں جو مریم، یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کی والدہ کے والد تھے، اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ یہ ہارون وہ نہیں ہیں، بلکہ وہ اپنے بچوں کے نام انبیاء اور صالحین کے ناموں پر رکھتے تھے۔

بعض جاہل نصاریٰ اس طرح کے اعتراضات کے ذریعے قرآن پر قدح کرتے ہیں، حالانکہ یہ شخص اپنی جہالت میں اس قدر مبالغہ کرتا ہے کہ اسے یہ بھی معلوم نہیں کہ عام لوگ جانتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان بہت طویل مدت ہے، جس کے ہوتے ہوئے یہ بالکل ناممکن ہے کہ موسیٰ اور ہارون مسیح کے ماموں ہوں، یہ ایسی بات ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ادنی سے ادنی پیروکار پر بھی مخفی نہیں رہ سکتی، چہ جائیکہ یہ بات محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر مخفی رہ سکتی۔

یہ سوال اہلِ نجران کی طرف سے پیش کیا گیا تھا، جیسا کہ ثابت ہے کہ «مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اہلِ نجران کی طرف بھیجا، تو انہوں نے کہا: کیا تم لوگ یہ آیت نہیں پڑھتے: {يَاأُخْتَ هَارُونَ}اے ہارون کی بہن!۔ [مریم: 28]، اور تم خوب جانتے ہو کہ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان بہت طویل زمانہ ہے، تو میں نہیں جانتا تھا کہ انہیں کیا جواب دوں، لہٰذا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آیا انہیں اس واقعے کی خبر دی، توآپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے انہیں یہ کیوں نہ بتایا کہ وہ لوگ اپنے بچوں کے نام اپنے انبیاء اور صالحین کے ناموں پر رکھتے تھے جو ان سے پہلے گزرے تھے؟»

یہ وہ سوال ہے جو قرآن پر اعتراض کرنے والوں کا سوال تھا، جب اہلِ نجران کے کفار نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت انہیں جواب نہ دیا، تو بعد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا جواب دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے یہ نہیں فرمایا کہ تمہارے لیے میرے پاس تلوار کے سوا کچھ نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی نہیں فرمایا کہ اگر تم نے کوئی معاہدہ

کیا تھا تو تم نے اسے توڑ دیا ہے، یہ بات معروف ہے کہ اہلِ نجران کی طرف جب بھی کوئی رسول بھیجا گیا تو اس کے ساتھ جہاد کا حکم بھی شامل تھا۔

مسلمان اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سوالات پیش کرتے تھے، جیسا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے صلحِ حدیبیہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سوالات پیش کیے تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین سے صلح کی مکہ میں داخل نہ ہوئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیا آپ ہمیں یہ نہیں بتایا کرتے تھے کہ ہم بیت اللہ آئیں گے اس کا طواف کریں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا میں نے تم سے یہ کہا تھا کہ تم اسی سال بیت اللہ آؤگے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: نہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ضرور بیت اللہ آؤگے اس کا طواف کروگے۔

اسی طرح ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی جواب دیا، حالانکہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیا گیا جواب نہیں سنا تھا، یہ بات معلوم ہے کہ اس لفظ کے ظاہر میں کسی خاص سال کا تعیین نہیں ہے، لیکن سوال کرنے والے نے وہ بات گمان کرلی جس پر لفظ دلالت نہیں کرتا تھا۔

اسی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کا حساب باریک بینی سے لیا گیا، وہ عذاب دیا جائے گا، «حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ: {فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا} پھر جس کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا گیا۔ تو اس سے آسانی کے ساتھ حساب لیا جائے گا۔[الانشقاق: 7]، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ تو صرف پیشی ہے، جس کا حساب باریک بینی سے لیا گیا وہ عذاب دیا جائے گا »

یہ بات معلوم ہے کہ آسان حساب اس شخص کو شامل نہیں کرتا جس کا باریک بینی سے حساب لیا جائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مزید وضاحت فرمائی، اور بتایا کہ یہ محض پیشی ہے، نہ کہ وہ آمنے سامنے کی تفصیلی جانچ پڑتال جس میں باریک بینی سے سوال جواب شامل ہو۔

اسی طرح جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص درخت کے نیچے بیعت کر چکا ہے، وہ ہرگز جہنم میں داخل نہ ہوگا۔ اس پر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ {وَإِنْ مِنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا} تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس کا اس پر گزر نہ ہو۔ [مریم: 71]، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِينَ اتَّقَوْا وَنَذَرُ الظَّالِمِينَ فِيهَا جِثِيًّا} پھر ہم انہیں بچا لیں گے جو ڈرتے ہیں اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں پر گرے ہوئے چھوڑ دیں گے۔ [مریم: 72]»

پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضاحت فرمادی کہ یہ وہی لوگ ہیں جو جہنم میں داخل ہوں گے، یہ جہنم میں داخل ہونا وہی ہے جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ حدیبیہ کے بارے میں نفی فرمادی تھی، اور جہاں تک "وُرُود" گزرنے کا تعلق ہے، اس سے مراد لوگوں کا پل صراط پر سے گزرنا ہے، جیسا کہ اس کی وضاحت صحیح حدیث میں آئی ہے: جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں آیا ہے، یہ گزرنا جہنم پر سے پل صراط کے اوپر سے گزرنا اس داخل ہونے کے معنی میں نہیں ہے جو گناہ گاروں کے لیے سزا کا سبب بنتا ہے اور پرہیزگاروں سے نفی کیا جاتا ہے، اس طرح کی مثالیں بہت ہیں۔

رہا وہ جو قرآن میں کفار کے اقوال، ان کی دلیلیں اور ان کے جوابات کے ذکر کے بارے میں ہے، اس طرح کی مثالیں بہت زیادہ ہیں، پس وہ قرآن کبھی ان سے توحید کے بارے میں مناظرہ کرتا ہے، کبھی قرآن نبوتوں کے

بارے میں مناظرہ کرتا ہے، کبھی آخرت کے بارے میں، کبھی قرآن شریعتوں کے بارے میں بہترین کامل ترین دلائل کے ساتھ مناظرہ کرتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جُمْلَةً وَاحِدَةً كَذَلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهِ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنَاهُ تَرْتِيلًا – وَلَا يَأْتُونَكَ بِمَثَلٍ إِلَّا جِئْنَاكَ بِالْحَقِّ وَأَحْسَنَ تَفْسِيرًا} اور کافر کہتے ہیں کہ اس پر یکبارگی قرآن کیوں نازل نہیں کیا گیا، اس طرح اتارا گیا ہے تا کہ ہم اس سے تیرے دل کو اطمینان دیں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھ سنایا۔ اور جو انوکھی بات تیرے سامنے لائیں گے ہم بھی تمہیں اس کا بہت ٹھیک جواب اور بہت عمدہ حل بتاتے ہیں۔ [الفرقان: 32 – 33]

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اولوالعزم رسولوں کے بارے میں خبر دی ہے کہ وہ کفار سے مناظرہ کرتے رہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {قَالُوا يَانُوحُ قَدْ جَادَلْتَنَا فَأَكْثَرْتَ جِدَالَنَا} کہا اے نوح! تو نے ہم سے جھگڑا کیا اور بہت جھگڑا کر چکا۔ [ھود: 32]

اللہ تعالیٰ نے خلیل ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا: {وَحَاجَّهُ قَوْمُهُ قَالَ أَتُحَاجُّونِّي فِي اللَّهِ وَقَدْ هَدَانِي} اور اس کی قوم نے اس سے جھگڑا کیا، اس نے کہا کیا تم مجھ سے اللہ کے ایک ہونے میں جھگڑتے ہو اور اس نے تو میری رہنمائی کی ہے۔ [الانعام: 80] یہاں تک کہ اس کے قول تک {وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَى قَوْمِهِ نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَنْ نَشَاءُ} اور یہ ہماری دلیل ہے جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابلہ میں دی تھی، ہم جس کے چاہیں درجے بلند کرتے ہیں۔ [الانعام: 83]

اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ بہترین طریقے سے مناظرہ کریں، اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس شخص کی مذمت کی ہے جو بغیر علم کے جھگڑا کرتا ہے، یا پھر حق کے بارے میں اس کے ظاہر ہو جانے کے بعد

جھگڑتے ہیں، جو باطل کے ساتھ مناظرہ کرے: {هَا أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ حَاجَجْتُمْ فِيمَا لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاجُّونَ فِيمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ}ہاں تم وہ لوگ ہو جس چیز کا تمہیں علم تھا اس میں تو جھگڑے، پس اس چیز میں کیوں جھگڑتے ہو جس چیز کا تمہیں علم ہی نہیں، اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔[آل عمران: 66]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَمَا تَبَيَّنَ}وہ حق بات میں تجھ سے جھگڑتے تھے اس کے ظاہر ہو چکنے کے بعد۔ [الانفال: 6]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {وَجَادَلُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ فَأَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ}اور غلط باتوں کے ساتھ بحث کرتے رہے تا کہ اس سے دین حق کو مٹادیں، پھر ہم نے انھیں پکڑ لیا پھر کیسی سزا ہوئی۔ [غافر: 5]

یہی وہ جدال ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ کے اس قول میں آیا ہے: {مَا يُجَادِلُ فِي آيَاتِ اللَّهِ إِلَّا الَّذِينَ كَفَرُوا}اللہ کی آیتوں میں نہیں جھگڑتے مگر وہ لوگ جو کافر ہیں۔ [غافر: 4]

حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قتال کا حکم نازل ہو چکا تھا، اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کفار سے دلیل وحجّت کے ساتھ گفتگو فرماتے رہے، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی حکم دیا کہ جو کوئی پناہ کا طلبگار ہو اسے پناہ دی جائے، یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے، پھر اسے پوری سلامتی کے ساتھ اس کے محفوظ مقام تک پہنچا دیا جائے، اس سے مراد یہ ہے کہ: اس حکم سے مراد اللہ کے پیغامات کو پہنچا دینا اس پر حجت قائم کر دینا ہے، یہ حجت قائم کرنا اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک اس کے لیے قرآن کی ایسی

تفسیر نہ کی جائے جس سے حجت قائم ہو جائے، اسی کے ذریعے اعتراض یا مخالفت کا جواب دیا جاتا ہے، جو چیز واجب کے پورا ہونے کے بغیر ممکن نہ ہو، وہ خود بھی واجب ہے۔

یہ بات واضح ہو گئی کہ اس شخص کا قول باطل ہے جو یہ گمان کرتا ہے کہ جہاد کا حکم مطلق طور پر مجادلہ کے حکم کو منسوخ کر دیتا ہے۔

چوتھا پہلو یہ ہے: جب کوئی شخص یہ کہے کہ کفار سے مناظرہ کی آیت یا اس جیسی کوئی اور آیت جس کے بارے میں وہ نسخ کا دعویٰ کرتا ہے آیتِ سیف کے ذریعے منسوخ ہو گئی ہے، اس سے کہا گیا: آپ ''آیة السیف'' سے کیا مراد لیتے ہیں؟ کیا آپ کسی ایک خاص آیت کو مراد لیتے ہیں، یا آپ ہر اس آیت کو مراد لیتے ہیں جس میں جہاد کا حکم آیا ہے؟

اگر وہ پہلے معنیٰ کو مراد لے، تو اس کا جواب دو پہلوؤں سے ہو گا۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ: قرآن میں جہاد کا ذکر کرنے والی آیات متعدد ہیں، لہٰذا ان میں سے کسی ایک کو مخصوص کر دینا درست نہیں۔

اگر وہ کہے: میری مراد اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے: **{فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ}** پھر جب عزت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کر دو۔ [التوبہ: 5]

اس سے کہا گیا: یہ آیت تو مشرکین کے قتال کے بارے میں ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد اہلِ کتاب کے قتال کے بارے میں فرمایا: **{قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ}** ان لوگوں سے لڑو جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور نہ اسے حرام جانتے ہیں

جسے اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اور سچا دین قبول نہیں کرتے ان لوگوں میں سے جو اہل کتاب ہیں یہاں تک کہ عاجز ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔[التوبہ: 29]

اگر "آية السيف" صرف ایک ہی آیت ہوتی، تو یہ آیت دوسری آیت پر زیادہ مقدم نہ ہوتی۔ اگر وہ کہے: میری مراد ہر وہ آیت ہے جس میں جہاد کا ذکر آیا ہے۔

اس سے کہا گیا: جہاد کو مختلف مراتب پر مشروع کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اس میں اجازت نازل فرمائی، اپنے اس قول کے ساتھ: {أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ} جن سے کافر لڑتے ہیں انہیں بھی لڑنے کی اجازت دی گئی ہے اس لیے کہ ان پر ظلم کیا گیا، اور بے شک اللہ ان کی مدد کرنے پر قادر ہے۔[الحج: 39]

بیشک متعدد علماء نے ذکر کیا ہے کہ یہ (آیتِ اجازت: سورۃ الحج، آیت 39) جہاد کے بارے میں سب سے پہلی آیت ہے جو نازل ہوئی۔ پھر اس کے بعد جہاد کا وجوب اللہ تعالیٰ کے اس قول کے ساتھ نازل ہوا: {كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ} تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے۔[البقرۃ: 216]

مسلمانوں کو اس بات کا حکم نہیں دیا گیا تھا کہ وہ ان لوگوں سے قتال کریں جو ان سے صلح چاہتے تھے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {فَإِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوهُمْ وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا – إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ – أَوْ جَاءُوكُمْ حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ أَنْ يُقَاتِلُوكُمْ أَوْ يُقَاتِلُوا قَوْمَهُمْ – وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقَاتَلُوكُمْ فَإِنِ اعْتَزَلُوكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوكُمْ وَأَلْقَوْا إِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيلًا} پھر اگر وہ اس بات کو قبول نہ کریں تو جہاں پاؤ انہیں پکڑو اور قتل کرو، اور ان میں سے کسی کو اپنا دوست اور مددگار نہ بناؤ۔ نہ وہ منافق اس

حکم سے مستثنیٰ ہیں جو کسی ایسی قوم سے جاملیں جس کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہو یا وہ جو تمہارے پاس آتے ہیں اور لڑائی سے دل برداشتہ ہیں نہ تم سے لڑتے ہیں اور نہ اپنے لوگوں سے، اور اگر اللہ چاہتا تو انہیں تم پر مسلط کر دیتا ہے پھر وہ تم سے لڑتے ہیں، سو اگر وہ تم سے ہٹ کر رہیں اور تم سے نہ لڑیں اور تمہاری طرف صلح کا ہاتھ بڑھائیں تو اللہ نے تمہیں ان پر (لڑائی کی) کوئی راہ نہیں دی۔[النساء: 89 – 90]

اسی طرح جو لوگ ان سے صلح (معاہدۂ امن) کر لیتے تھے، مسلمانوں کو ان سے قتال کا حکم نہیں دیا گیا، اگرچہ صلح کا معاہدہ ایک جائز عقد تھا لیکن لازم اور دائمی نہیں تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے سورۃ براءۃ (التوبہ) میں عہد و پیمان کو توڑ دینے کا حکم نازل فرمایا، اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ وہ تمام مشرکین سے قتال کریں، اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اہلِ کتاب سے قتال کریں اگر وہ اسلام قبول نہ کریں، یہاں تک کہ وہ ذلیل و عاجز ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں، اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ اجازت نہیں دی کہ وہ ان کے ساتھ قتال ترک کر دیں، خواہ وہ ان سے صلح کر لیں یا عارضی جنگ بندی کر لیں، جب کہ ان کے ساتھ جہاد کرنا ممکن ہو۔

پس اگر وہ کہے: ''آية السيف'' جس نے کفار سے مناظرہ و حجت کو منسوخ کیا ہے، وہ دراصل آیتِ اجازت ہے (یعنی سورۃ الحج کی آیت 39)، کہا گیا: آیتِ اجازت (سورۃ الحج: 39) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ میں تشریف لانے کے آغاز میں نازل ہوئی، اس سے پہلے کہ آپ کوئی لشکر روانہ فرماتے۔ اس کے بعد بھی آپ نے کفار سے مناظرہ و حجت جاری رکھا۔

اسی طرح اگر کہا جائے: مراد وہ آیات ہیں جن میں قتال فرض کیا گیا ہے۔ تو کہا جائے گا: اللہ تعالیٰ کا یہ قول: {كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ} تم پر جہاد فرض کیا گیا ہے۔ [البقرۃ: 216]، یہ آیت (یعنی آیاتِ فرضِ

قتال) ابتدائی دور میں، غزوۂ بدر سے پہلے نازل ہوئی تھی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جہاد ان دنوں واجب تھا: غزوۂ اُحد کے دن، غزوۂ خندق کے دن، فتحِ خیبر و فتحِ مکہ کے موقع پر۔ اللہ تعالیٰ نے ان غزوات (اُحد، خندق، خیبر، مکہ) میں جہاد کے فرض ہونے کی آیات ذکر کیں، جیسا کہ اس نے سورۃ آلِ عمران اور سورۃ الاحزاب میں بھی اس کا ذکر فرمایا۔ اگر کہا جائے: بلکہ کفار سے مناظرہ و حجت اس وقت منسوخ ہوا جب مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ ان سے بھی جہاد کریں جو صلح کریں اور ان سے بھی جو صلح نہ کریں، کہا گیا: یہ بات باطل ہے، اگر یہ کہا جائے کہ کفار سے مناظرہ و حجت جہاد کے منافی ہے، لہٰذا یہ دعویٰ کہ مجادلہ جہاد کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا در اصل جہاد کی اباحت اور اس کے وجوب کے منافی ہے، خواہ وہ دشمن صلح کرنے والا ہی کیوں نہ ہو، اگر مجادلہ جہاد کے منافی نہیں، تو پھر یہ جہاد کے وجوب کے بھی منافی نہیں ہو گا، خواہ وہ ان لوگوں کے لیے ہو جو صلح کرنے والے ہیں، جس طرح مجادلہ دوسروں کے خلاف جہاد کے وجوب کے منافی نہیں تھا، اسی طرح یہ صلح کرنے والوں کے خلاف جہاد کے وجوب کے بھی منافی نہیں ہے۔ بیشک صلح کرنے والا کافر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نہ وہ مجادلہ کرتا ہے نہ ہی جنگ کرتا ہے، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ مجادلہ کرتا ہے مگر جنگ نہیں کرتا، جس طرح دوسرے (یعنی غیرِ مسالم) کبھی جنگ بھی کرتا ہے مناظرہ بھی کرتا ہے، بھی ان میں سے ایک ہی کرتا ہے۔

اگر دشمن جو خود قتال کی ابتدا کرے، اس کے ساتھ جہاد کا وجوب اس کے ساتھ مجادلہ کے منافی نہیں، اگر اس دشمن کے ساتھ جہاد، جو خود قتال کی ابتدا کرتا ہے، اس کے ساتھ مجادلہ کے منافی نہیں، تو بدرجۂ اولیٰ زیادہ مناسب یہ ہے کہ اس دشمن کے ساتھ جہاد، جو خود قتال کی ابتدا نہیں کرتا، بھی اس کے ساتھ مجادلہ کے منافی

نہ ہو، جو شخص قتال سے زیادہ دور ہو، اس کے ساتھ مجادلہ قتال کے لیے اس قدر کم منافی ہو گا، بہ نسبت اس کے جو زیادہ سخت قتال کرنے والا ہو۔ اس بات کو یہ امر واضح کرتا ہے:

پانچواں پہلو یہ ہے کہ کہا جائے: منسوخ دراصل صرف مجادلہ پر اکتفا کرنا ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتداء میں اس بات کا حکم دیا گیا تھا کہ وہ کفار سے اپنی زبان کے ذریعے جہاد کریں، نہ کہ ہاتھ (یعنی قتال) کے ذریعے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دعوت دیتے، نصیحت کرتے، ان سے بہترین طریقے سے مناظرہ کرتے، اور قرآن کے ذریعے ان کے خلاف جہادِ کبیر کرتے، اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفرقان میں فرمایا، یہ سورۃ مکی ہے: {وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَذِيرًا – فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا} اور اگر ہم چاہتے تو ہر گاؤں میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے۔ پس کافروں کا کہنا مان ان کے ساتھ بڑے زور سے ان کا مقابلہ کر۔[الفرقان: 51 – 52]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا تھا کہ وہ ان کفار سے قتال سے باز رہیں، کیونکہ اس وقت وہ خود اور مسلمان اس کے قابل نہ تھے، پھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ ہجرت کر گئے وہاں ان کے مددگار وانصار پیدا ہو گئے تو انہیں جہاد کی اجازت دی گئی، پھر جب وہ طاقتور ہو گئے تو ان پر قتال فرض کیا گیا، لیکن ان پر اُن لوگوں سے لڑنا فرض نہ کیا گیا جو ان سے صلح پر قائم رہے، کیونکہ وہ تمام کفار سے لڑنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔

پھر جب اللہ تعالیٰ نے مکہ کو فتح عطا فرمایا اور قریش – جو عرب کے سردار تھے – ان سے جنگ ختم ہو گئی، جب عرب کے قبائل اسلام لا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیا کہ وہ تمام کفار سے قتال کریں، سوائے اُن کے جن کے ساتھ ایک مقررہ

مدت کا معاہدہ تھا، اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دائمی معاہدوں کو ختم کرنے کا حکم دیا، پس جس چیز کو منسوخ اور اٹھادیا گیا وہ قتال سے اجتناب تھا۔

رہا کفار کے خلاف زبان کے ذریعے جہاد کرنا، تو یہ ابتدا سے انتہا تک ہمیشہ مشروع رہا، بے شک جب ان کے خلاف ہاتھ کے ذریعے جہاد مشروع کیا گیا، تو زبان کے ذریعے جہاد کرنا بدرجۂ اولیٰ ہے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مشرکین کے خلاف اپنے ہاتھوں، اپنی زبانوں اور اپنے مالوں کے ذریعے جہاد کرو»

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسان کے لیے اپنی مسجد میں ایک منبر نصب فرماتے تھے، جہاں وہ اپنی زبان کے ذریعے مشرکین کے خلاف ہجو کے جہاد میں حصہ لیتے تھے، یہ سب کچھ آیاتِ قتال کے نازل ہونے کے بعد ہوا تھا، اسلام کی حقانیت پر دلائل و براہین قائم کرنے، مشرکین و اہلِ کتاب کے کفار کی حجّتوں کو باطل ثابت کرنے کے مقابلے میں ہجو کی بھلا کیا حیثیت اور کیا فائدہ ہے؟

چھٹا پہلو یہ ہے کہ: یہ بات معلوم ہے کہ قتال صرف ضرورت کے وقت ہی مشروع کیا گیا ہے، اگر لوگ دلائلِ قاطعہ اور روشن آیات کے ذریعے ایمان لے آتے تو قتال کی ضرورت ہی پیش نہ آتی، پس اسلام کی آیات کی توضیح اس کے دلائل و براہین کا بیان کرنا بہر حال واجب ہے، یہ ایک مستقل اور بنیادی وجوب کے طور پر واجب ہے۔

رہا جہاد، تو وہ ضرورت کے وقت مشروع ہے؛ پھر یہ کس طرح اس دلائل و براہین کے بیان کے مانع ہو سکتا ہے؟ اگر کہا جائے کہ اسلام کی نشانیاں اور آیات ظاہر ہو چکی ہیں، لہٰذا اب اس کی آیات کو ظاہر کرنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی، اس کی ضرورت تو صرف تلوار ہی کو ہے۔ کہا گیا: یہ بات معلوم ہے کہ اللہ نے وعدہ فرمایا ہے کہ اسلام کو تمام دینوں پر غالب کرے گا، یہ غلبہ علم و بیان کے ذریعے بھی ہو گا اور تلوار و

نیزے کے ذریعے بھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ}اس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کرے اور اگرچہ مشرک ناپسند کریں۔[التوبہ: 33]

علماء نے اس کے غلبے کو دونوں پہلوؤں کے ساتھ بیان کیا ہے؛ یعنی علم و بیان کے ذریعے بھی، تلوار اور نیزے کے ذریعے بھی، دین کا غلبہ ہاتھ اور عمل کے ذریعے بھی ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام دینوں پر غالب کرے۔ یہ بات معلوم ہے کہ اسلام کا غلبہ علم اور بیان کے ذریعے پہلے ہوا ہے، اس کے بعد ہاتھ اور قتال کے ذریعے؛ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تیرہ برس تک مقیم رہے، اس دوران اسلام کو علم، بیان، آیات اور براہین کے ذریعے ظاہر کرتے رہے، مہاجرین اور انصار نے آپ پر ایمان لائے، خوشی اور اختیار کے ساتھ، بغیر کسی تلوار کے، اس وجہ سے کہ ان کے سامنے واضح آیات، دلائل اور معجزات ظاہر ہو گئے تھے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تلوار کے ذریعے ظاہر کیا، پس جب ہم پر کفار کے ساتھ تلوار کے ذریعے جہاد کرنا واجب ہو، خواہ ابتداءً ہو یا دفاعاً، پس اسلام کی وضاحت کرنا اس کا اعلان کرنا ہم پر بدرجۂ اولیٰ واجب ہے، ابتداءً بھی، اس شخص کے اعتراضات کے ازالے کے طور پر بھی جو اس میں طعن کرتا ہے یہی زیادہ حق دار، زیادہ موزوں ہے۔

بیشک اسلام کو بیان کرنے اس کی وضاحت کرنے کا وجوب جہاد بالسیف کے وجوب سے پہلے ہے، اس کی منفعت بھی اس کی منفعت سے مقدم ہے، یہ بات معلوم ہے کہ ہر وقت تلوار کی ضرورت نہیں ہوتی، اسی طرح اسے علم اور بیان کی بھی ضرورت ہے، اسلام کا غلبہ علم و بیان کے ذریعے بھی اسی جنس سے ہے جس طرح تلوار کے ذریعے ہے، یہ ایک مجموعی غلبہ ہے جس کے ذریعے وہ تمام دینوں پر بلند ہوا۔ لیکن جیسے بہت

سے کفار ایسے ہیں جنہیں اس کی تلوار نے مغلوب نہیں کیا، اسی طرح بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جن پر اس کی آیات و براہین ظاہر نہیں ہوئے، بلکہ وہ اس میں طعن کرتے ہیں اس کے باطل ہونے پر دلائل قائم کرتے ہیں، خصوصاً اس لیے کہ تلوار کے ذریعے مغلوب ہونے والوں میں بہت سے منافق بھی ہوتے ہیں، ان کا جہاد علم اور بیان کے ذریعے ہے، نہ کہ تلوار اور نیزے کے ذریعے، اس بات کی تائید و تاکید کرتا ہے:

ساتواں پہلو یہ ہے کہ: قتال صرف ظالم کے خلاف ہی ہوتا ہے، بیشک جو مسلمانوں سے لڑے، وہ ظالم اور زیادتی کرنے والا ہی ہوتا ہے، جو شخص حجت قائم ہو جانے کے بعد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے، حالانکہ اس کے سامنے ہدایت واضح ہو چکی ہو، وہ مؤمنین کے راستے کے بجائے کسی اور راستے کی پیروی کرے، تو وہ ظالم ہی ہوتا ہے۔

جہاں تک مجادلہ بحث و مناظرہ کا تعلق ہے، تو وہ کبھی کسی ظالم: کے ساتھ ہوتا ہے: یا ایسے شخص کے ساتھ جو دین میں ظلم کے ساتھ طعن کرتا ہے، یا پھر وہ شخص جس پر واضح حجت قائم ہو گئی، مگر اس نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا، کبھی یہ مجادلہ ایسے طالبِ حق کے ساتھ بھی ہوتا ہے جو ابھی تک حق تک نہیں پہنچا۔

یا پھر وہ شخص جس تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی بعض نشانیاں آپ کی نبوت کے دلائل پہنچے ہوں، لیکن اس کے سامنے ایسے شبہات پیش کیے گئے جو اس کے منافی تھے، تو اسے ان معارضات کے جواب کی ضرورت پیش آئی۔

یا پھر وہ شخص جو نبوت کے دلائل کو اس انداز میں جاننا چاہتا ہے جس سے حقیقت واضح ہو جائے، پس جب قتال، جو صرف مقاتل کے ظلم کو دفع کرنے کے لیے ہوتا ہے، مشروع ہے۔

پس وہ مجادلہ جو اس کے ظلم کو دفع کرنے، اس کے اپنے نفع کے ساتھ دوسروں کے نفع کے لیے ہو، بدرجہ اولیٰ مشروع ہے۔

مجاہد نے کہا: {وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ}اور اہل کتاب سے نہ جھگڑو مگر ایسے طریقے سے جو عمدہ ہو، مگر جو ان میں بے انصاف ہیں۔[العنکبوت: 46]۔ انہوں نے کہا: ظالم وہ ہیں جو تم سے لڑیں تمہیں جزیہ نہ دیں۔ایک دوسرے لفظ میں ان سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: ظالمین میں سے وہ لوگ اہلِ حرب ہیں جن کا کوئی معاہدہ نہیں؛ان کے ساتھ مجادلہ تلوار کے ذریعے ہے۔ جن لوگوں نے ظلم کیا، ان میں سے ایک قسم اہلِ حرب کی ہے وہ جن کے ساتھ کوئی عہد و پیمان نہیں،ایسے لوگوں کے ساتھ مجادلہ تلوار کے ذریعے کیا جائے گا۔ ایک روایت میں ان سے یہ بھی منقول ہے کہ انہوں نے کہا: قتال نہ کرو مگر اسی سے جو تم سے قتال کرے تمہیں جزیہ نہ دے۔ ایک روایت میں ان سے یہ بھی منقول ہے کہ انہوں نے کہا: جو ان میں سے جزیہ ادا کرے، تو اس کے بارے میں بھلائی کے سوا کچھ نہ کہو۔ مجاہد رحمہ اللہ سے منقول ہے: مجادلہ صرف اسی طریقے سے ہو جو سب سے بہتر ہو، پس اگر وہ برائی کہیں تو تم بھلائی کہو؛ یہ مجاہد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ وہ اس آیت کو منسوخ نہیں مانتے، یہی اکثر مفسرین کا قول ہے۔

عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے بیان کیا کہ: {وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ}اور اہل کتاب سے نہ جھگڑو مگر ایسے طریقے سے جو عمدہ ہو۔[العنکبوت: 46] ،عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے کہا کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے، بلکہ قتادہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا: اس آیت کو سورۂ توبہ کی یہ

آیت منسوخ کر چکی ہے: {فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ} پس تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کرو۔ [التوبہ: 5] ، تلوار سے بڑھ کر کوئی سخت اور فیصلہ کن مجادلہ نہیں ہو سکتا۔

پہلا قول زیادہ صحیح ہے، کیونکہ یہ لوگ ان میں سے ہیں جنہوں نے ظلم کیا، لہٰذا یہاں کوئی نسخ نہیں ہے۔

ان امور میں سے جن پر تعجب کیا جا سکتا ہے یہ ہے کہ بعض لوگوں نے کفّار سے مجادلہ کرنے کا انکار اس بنیاد پر کیا کہ دلائلِ نبوت ظاہر و واضح ہو چکے ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ وہ شخص اور اس کے وہ مشایخ جنہیں وہ عظمت دیتا ہے، جن پر وہ اصولِ دین میں اپنے غور و فکر اور مناظروں کے اعتبار سے اعتماد کرتا ہے، یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انہوں نے دلائلِ نبوت کو مضبوطی سے قائم کر دیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے دلائلِ نبوت پر تقریباً اسّی کے قریب شبہات، شکوک اور اعتراضات وارد کیے ہیں، پھر ان کے جوابات ایسے دیے ہیں جو مسائلِ ظنیہ میں بھی جواب کہلانے کے لائق نہیں۔ بلکہ وہ جوابات دلائلِ دین کے اثبات سے زیادہ، معترضین کے شبہات کو تقویت دینے کے قریب تر ہیں۔

وہ بالکل ایسے ہی ہیں جیسا کہ غزالی و دیگر نے ان کی مثال دی ہے، یعنی اس شخص کی مانند جو کسی درخت کو اس زور سے مارتا ہے کہ وہ لرزنے لگتا ہے، وہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ دراصل اسے مضبوط کرنا چاہتا ہے، ان میں سے بہت سے ائمہ نبوت پر ایمان کے معاملے میں اس قدر اضطراب اور تذبذب کا شکار ہیں کہ اس کی تفصیل بیان کرنے کی یہ جگہ نہیں ہے، اس کے باوجود وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اہلِ کتاب کے ہاں وہ حقائق ظاہر ہو گئے ہیں جو ان کے ان مناظرہ کرنے والے مشایخ کے سامنے ظاہر نہیں ہوئے وہ اللہ کی آیات اس کی براہین کو ظاہر کرنے سے روکتے ہیں، حالانکہ یہی ان کے مشایخ کی علمی جستجو کا منتہائے مقصود ہے۔ مگر انہوں نے ان براہین کو ان کا حق نہیں دیا، کبھی اپنی عاجزی اور کمزوری کی وجہ سے کبھی کوتاہی اور غفلت کے باعث۔

آٹھواں پہلو یہ ہے کہ : اہلِ کتاب میں سے بہت سے لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت نے اپنا دین محض تلوار کے زور پر قائم کیا ہے، نہ کہ ہدایت، علم اور آیاتِ الٰہی کے ذریعے، پس جب وہ علم اور مناظرے کا مطالبہ کرتے ہیں، تو ان سے کہا جاتا ہے: تمہارے لیے کوئی جواب نہیں سوائے تلوار کے، یہ ان امور میں سے ہے جو ان کے جھوٹے گمان کو زیادہ مضبوط کرتا ہے، یہ ان کے نزدیک اسلام کے بطلان پر سب سے بڑی دلیل شمار ہوتی ہے، جسے وہ اپنے دل میں دلیل سمجھتے ہیں، وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ کسی رسول کا دین نہیں ہے جو اللہ کی طرف سے آیا ہو، وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ تو ایک بادشاہ کا دین ہے جسے اس نے تلوار کے زور پر قائم کیا ہے۔

نواں پہلو یہ ہے کہ : یہ بات معلوم ہے کہ تلوار، خصوصاً مسلمانوں اور اہلِ کتاب کی تلوار، علم اور حجت کی تابع ہوتی ہے، بلکہ مشرکین کی تلوار بھی ان کے نظریات اور عقائد کی تابع ہوتی ہے، تلوار بھی عمل ہی کی جنس میں سے ہے، اور عمل ہمیشہ علم اور رائے کا تابع ہوتا ہے۔

پس اس وقت دینِ اسلام کو علم کے ذریعے واضح کرنا، اور یہ بیان کرنا کہ جو کچھ اس کے خلاف ہے وہ سراسر گمراہی اور جہالت ہے، دراصل اسلام کی اصل بنیاد کو ثابت کرنا اسے مضبوط کرنا ہے، دوسرے مذاہب کی اصل سے اجتناب ہے، جن پر ان کے پیروکار قتال کرتے ہیں، جب اسلام کی حقانیت اور دوسروں کے مذاہب کا فساد ظاہر ہو جاتا ہے، تو لوگ دو قسم کے ہو جاتے ہیں:

یا پھر وہ شخص جس کے سامنے حق واضح ہو گیا اس نے اس کی پیروی اختیار کر لی، پس یہی سب سے بڑا مقصد ہے رسولوں کو بھیجنے کا، یا پھر وہ شخص جس نے اس کی پیروی نہیں کی، تو اس پر حجت قائم ہو گئی، خواہ اس وجہ

سے کہ اس نے اسلام کی نشانیوں اور دلائل میں غور وفکر ہی نہ کیا، یا پھر اس نے غور کیا اور جان لیا، لیکن اپنی خواہشِ نفس کی پیروی کی یا کوتاہی برتی۔

جب اس پر حجت قائم ہو جاتی ہے، تو یہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے زیادہ پسندیدہ ہوتا ہے، اسلام کی تلوار کے لیے زیادہ مددگار اور کفار کی تلوار کے لیے زیادہ ذلیل وخوار کرنے والا ثابت ہوتا ہے، اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ ان میں کوئی ایسا شخص ہے جو حجت کو سمجھنے سے عاجز ہے، تو یہ شخص اس وقت معذور نہیں ہو گا، اگرچہ اس پر حجت قائم نہ ہوئی ہو، تو جب اس پر حجت قائم ہو جائے، تو وہ بدرجۂ اولیٰ معذور نہ ٹھہرایا جائے گا، اگر وہ حجت قائم ہونے کے باوجود معذور ٹھہرایا جائے، تو حجت کے قائم نہ ہونے کی حالت میں وہ اور بھی زیادہ معذور ہو گا، پس دونوں ہی صورتوں میں چاہے حجت سمجھنے والا ہو یا عاجز ہو حجت کا قائم ہونا زیادہ مؤید زیادہ عذر کو واضح کرنے والا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّى نَبْعَثَ رَسُولًا} اور ہم سزا نہیں دیتے جب تک کسی رسول کو نہیں بھیج لیتے۔ [الإسراء: 15]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ} تاکہ ان لوگوں کا اللہ پر پیغمبروں کے بعد الزام نہ رہے۔ [النساء: 165]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {فَالْمُلْقِيَاتِ ذِكْرًا عُذْرًا أَوْ نُذْرًا} پھر ان ہواؤں کی جو (دل میں) اللہ کی یاد کا القا کرتی ہیں۔ [المرسلات: 5]، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «اللہ سے زیادہ کسی کو عذر پسند نہیں، اسی وجہ سے اس نے رسولوں کو خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا»۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے عموم پر دلائل میں سے ایک دلیل نجاشی کا اسلام قبول کرنا

قصہ نجران سے پہلے بہت سے یہودی اور عیسائی، ان کے سردار بھی اور عام لوگ بھی، ایمان لے آئے تھے جب ان پر یہ بات ظاہر ہو گئی کہ وہ اللہ کے رسول ان کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ جیسا کہ نجاشی، بادشاہِ حبشہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا، وہ خود بھی نصرانی تھا اس کی قوم بھی نصرانی تھی، اس کا ایمان لانا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتدائی زمانے میں ہوا، جب آپ کے صحابہ مکہ میں کمزور و بے بس تھے، پس ان میں سے ایک جماعت نے ہجرت کی، جیسے عثمان بن عفان، عبدالرحمن بن عوف، زبیر بن عوام، عبداللہ بن مسعود اور جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنھم، ان کے علاوہ بھی مرد و عورت نجاشی کی طرف حبشہ ہجرت کر گئے، نجاشی ایک عادل بادشاہ تھا، کفار مکہ نے ان کے پیچھے قاصد بھیجے، تحفے لے کر، تاکہ وہ انہیں واپس ان کے پاس لوٹا دیں، اس نے اپنے عدل کی بنا پر ان کو ان کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا، یہاں تک کہ ان کی بات خود وہ سن لے، جب نجاشی نے مسلمانوں کی بات سنی جو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اسے بتایا، وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آیا انہیں اپنی پناہ میں جگہ دی۔

جب نجاشی نے قرآن سنا تو کہا: یقیناً یہ قرآن اور وہ تعلیمات جو موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے، دونوں ایک ہی چراغ کی روشنی سے نکلتے ہیں، جب نجاشی نے ان سے مسیح علیہ السلام کے بارے میں ان کے قول کے متعلق پوچھا، انہوں نے کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، وہ اس کا کلمہ ہے، جو اس نے مریم عذراء بتول پر القا کیا، جسے کسی مرد نے چھوا تک نہیں تھا، تو نجاشی نے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا: اللہ کی قسم! عیسیٰ ابنِ مریم اس بات پر جو تم نے کہا ہے، اس لکڑی کے تنکے سے بھی زیادہ

نہیں ہیں، اس کے درباری ناک بھوں چڑھانے لگے، تو اس نے کہا: خواہ تم ناک بھوں چڑھاؤ، خواہ تم ناک بھوں چڑھاؤ، نجاشی نے اپنے بیٹے اور اپنے چند ساتھیوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ کیا، جعفر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خیبر کے سال حاضر ہوئے، ان کے قصے کو علما کی ایک جماعت اور حفاظ نے ذکر کیا ہے، جیسے امام احمد بن حنبل نے مسند میں، ابن سعد نے طبقات میں، ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں دیگر نے بھی، اسے اہلِ تفسیر، اہلِ حدیث اور اہلِ فقہ نے ذکر کیا ہے، یہ علما کے نزدیک متواتر ہے۔

قَالَ أَحْمَدُ: حَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ، حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مُسْلِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شِهَابٍ الزُّهْرِيُّ، عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ الْمَخْزُومِيِّ، عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ بِنْتِ أَبِي أُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، فرماتی ہیں: جب ہم سر زمینِ حبشہ میں اترے تو ہمیں بہترین پڑوسی نجاشی ملا۔ ہم اپنے دین پر امن رہے، اللہ کی عبادت کی، نہ ہمیں کوئی اذیت دی گئی نہ ہی کوئی ایسی بات سننے کو ملی جو ہمیں ناگوار گزرتی، جب یہ خبر قریش کو پہنچی تو انہوں نے مشورہ کیا کہ ہمارے بارے میں نجاشی کے پاس دو مضبوط آدمی بھیجے جائیں، کہ وہ نجاشی کو مکہ کے نادر و نفیس سامان میں سے تحفے پیش کریں، ان چیزوں میں سے جو اسے وہاں سے بھیجی جاتیں، سب سے زیادہ پسندیدہ چیز اس کے نزدیک چمڑا ادم تھا، انہوں نے اس کے لیے بہت سا چمڑا جمع کیا، اس کے درباریوں میں سے کوئی بھی بطریق ایسا نہ چھوڑا جسے انہوں نے کوئی نہ کوئی تحفہ نہ دیا ہو، پھر انہوں نے اس مقصد کے لیے عبداللہ بن ابی ربیعہ بن المغیرۃ المخزومی اور عمرو بن العاص بن وائل السہمی کو روانہ کیا، انہوں نے ان دونوں کو اپنی ہدایات دیں، ان سے کہا: ہر بطریق کو اس کا تحفہ دے

دینااس سے پہلے کہ تم نجاشی سے ان مسلمانوں کے بارے میں گفتگو کرو، پھر وہ نجاشی کے حضور اس کے تحفے پیش کریں، پھر نجاشی سے یہ درخواست کرو کہ وہ مسلمانوں کو تمہارے حوالے کر دے اس سے پہلے کہ وہ ان سے بات کرے، ام المومنین فرماتی ہیں: وہ دونوں نکلے نجاشی کے پاس حاضر ہوئے، ہم اس کے ہاں بہترین ٹھکانے میں، بہترین پڑوسی کے پاس ہیں، اس سے پہلے کہ وہ نجاشی سے گفتگو کرتے اس کے درباریوں میں کوئی بطریق ایسا نہ رہا جسے ان دونوں نے اس کو ہدیہ نہ دیا ہو، پھر وہ دونوں ہر بطریق سے کہنے لگے: ہمارے کچھ نادان نوجوان اس بادشاہ کی سرزمین میں آگئے ہیں، انہوں نے اپنی قوم کے دین کو چھوڑ دیا ہے، وہ تمہارے دین میں بھی داخل نہیں ہوئے، وہ ایک نیا گھڑا ہوا دین لے کر آئے ہیں، جسے نہ ہم جانتے ہیں نہ تم، ہم نے ان کے بارے میں بادشاہ کی طرف ان ہی کی قوم کے اشراف میں سے چند افراد کو بھیجا ہے، تا کہ ہم انہیں واپس ان ہی کے پاس لوٹادیں، جب ہم ان کے بارے میں بادشاہ سے گفتگو کریں، تو آپ اس کو یہ مشورہ دیں کہ وہ انہیں ہمارے حوالے کر دے خود ان سے کوئی بات نہ کریں، کیونکہ ان کی قوم ہی ان پر زیادہ نگاہ رکھنے والی ہے وہی بہتر جانتی ہے کہ ان پر کیا عیب لگایا گیا ہے، انہوں نے دونوں سے کہا: جی ہاں، پھر ان دونوں نے اپنے ہدیے نجاشی کے سامنے پیش کیے، نجاشی نے وہ ہدیے ان دونوں سے قبول کر لیے، پھر انہوں نے نجاشی سے گفتگو کی اس سے کہا: اے بادشاہ! ہماری قوم کے کچھ نا سمجھ نوجوان تمہارے ملک کی طرف نکل آئے ہیں، انہوں نے اپنی قوم کے دین کو چھوڑ دیا ہے، نہ وہ تمہارے دین میں داخل ہوئے ہیں، وہ ایک نئے ایجاد شدہ دین کے ساتھ آئے ہیں، جسے نہ ہم جانتے ہیں نہ آپ، ہم نے ان کے بارے میں آپ کی طرف ان کی قوم کے اشراف میں سے، ان کے آباؤ، چچاؤں اور قبیلوں کے افراد کو بھیجا ہے تا کہ آپ انہیں

واپس اپنی قوم کے حوالے کر دیں، پس وہ ان پر ہر اعتبار سے بلند و بر تر ہیں، وہ اس بات سے بھی زیادہ واقف ہیں کہ ان پر کس چیز کا عیب لگایا گیا کس بات پر انہیں ملامت کی گئی ہے۔

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: عبد اللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص کے لیے اس سے زیادہ ناگوار بات کچھ نہیں تھی کہ نجاشی ہماری گفتگو سنے۔

نجاشی کے ارد گرد موجود بطریقوں نے کہا: اے بادشاہ! انہوں نے سچ کہا، ان کی قوم ہر اعتبار سے ان سے بر تر ہے، وہ اس بات سے زیادہ واقف ہیں کہ ان پر کس چیز کا عیب لگایا گیا، انہیں ان دونوں کے حوالے کر دو تاکہ وہ انہیں اپنی سر زمینا پنی قوم کے پاس واپس پہنچادیں، ام المومنین فرماتی ہیں: نجاشی غضبناک ہو گیا، اس نے کہا: اللہ کی قسم! اس وقت میں انہیں ان دونوں کے حوالے ہر گز نہیں کروں گا، میں ایسے لوگوں کے بارے میں فیصلہ کرنے والا نہیں جو میرے پڑوس میں رہتے ہیں، میری سر زمین میں آبسے ہیں مجھے دوسروں پر ترجیح دی ہے، جب تک کہ میں انہیں نہ بلالوں ان سے نہ پوچھ لوں کہ یہ دونوں ان کے بارے میں جو کچھ کہہ رہے ہیں اس کا جواب کیا ہے، اگر وہ ویسے ہی ہوں جیسا کہ یہ دونوں کہتے ہیں، تو میں انہیں ان کے حوالے کر دوں گا ان کی قوم کے پاس واپس بھیج دوں گا، اگر وہ اس کے بر عکس نکلے (یعنی ان پر لگے الزامات درست نہ ہوئے)، تو میں انہیں ان دونوں سے بچاؤں گا جب تک وہ میرے پڑوس میں رہیں گے، ان کے ساتھ بہترین پڑوسی کا سلوک کروں گا۔

ام المومنین فرماتی ہیں: پھر اس نے رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی طرف قاصد بھیجا انہیں بلایا، جب ان کے پاس نجاشی کا قاصد آیا تو وہ سب جمع ہو گئے، پھر ان میں سے بعض نے بعض سے کہا: جب تم اس شخص کے پاس پہنچو گے تو کیا کہو گے؟ انہوں نے کہا: اللہ کی قسم ہم! وہی کہیں گے جو ہمارے نبی صلی

اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھایا ہے جس کا ہمیں حکم دیا ہے، جو کچھ اس میں ہونا ہے، وہی ہوگا۔ جب وہ نجاشی کے پاس پہنچے، تو ابو نعیم نے یہ اضافہ کیا کہ نجاشی نے اپنے اساقفہ (بزرگ پادریوں) کو بھی بلالیا تھا، وہ اپنے مصاحف (انجیلیں) ساتھ لیے اس کے گرد بیٹھے تھے، جب صحابہ نجاشی کے پاس پہنچے تو اس نے ان سے سوال کیا، نجاشی نے کہا: یہ کون سا دین ہے جس کی وجہ سے تم نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا، نہ میرے دین میں داخل ہوئے اور نہ ہی ان دیگر امتوں کے کسی دین میں؟

ام المؤمنین فرماتی ہیں: ان سے گفتگو کرنے والے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے، انہوں نے کہا: اے بادشاہ! ہم ایک ایسی قوم تھے جو جاہلیت میں ڈوبی ہوئی تھی، ہم بتوں کی عبادت کرتے تھے، مردار کھاتے تھے، فواحش (بے حیائی و برے کام) کیا کرتے تھے، ہم رشتے ناتوں کو منقطع کرتے تھے، پڑوس کے ساتھ برا سلوک کرتے تھے، ہم میں سے طاقتور کمزور کو کھا جاتا تھا (یعنی ظلم کرتا تھا)، ہم اسی حال میں تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری ہی قوم میں سے ایک رسول کو ہمارے پاس بھیجا، ہم اس کا نسب جانتے ہیں، اس کی سچائی کو پہچانتے ہیں، اس کی امانت داری سے واقف ہیں، اس کی پاکدامنی کو جانتے ہیں، پھر اس نے ہمیں اللہ کی طرف بلایا تاکہ ہم اسے ایک مانیں اسی کی عبادت کریں، ہم نے وہ سب چھوڑ دیا جن کی ہم اور ہمارے باپ دادا اللہ کے سوا پتھروں اور بتوں کی عبادت کرتے تھے، اس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم سچ بولیں، امانت ادا کریں، رشتہ داری جوڑیں، پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا، اس نے ہمیں حکم دیا کہ ہم حرام چیزوں سے باز رہیں خونریزی سے ہاتھ روکیں، اس نے ہمیں بے حیائی کے کاموں سے، جھوٹی بات کہنے سے، یتیم کا مال کھانے سے منع کیا، ہمیں پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے سے منع کیا، ہمیں حکم دیا کہ ہم اللہ کی عبادت کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں، اس نے ہمیں نماز، زکوٰۃ اور روزے کا

حکم دیا۔ ام المومنین فرماتی ہیں: جعفر رضی اللہ عنہ نے اسلام کے امور ایک ایک کر کے گنوائے، ہم نے اس کی تصدیق کی اس پر ایمان لے آئے، ہم نے اس کی پیروی کی، جس چیز کے ساتھ وہ آیا تھا اس پر چلنے لگے، ہم نے اللہ ہی کی عبادت کی، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا، ہم نے وہ سب حرام کر لیا جسے اس نے ہم پر حرام کیا، ہم نے وہ سب حلال کر لیا جسے اللہ نے ہمارے لیے حلال کیا، ہماری قوم ہم پر چڑھ دوڑی، انہوں نے ہمیں عذاب دیا ہمارے دین سے پھیرنے کی کوشش کی، تاکہ ہمیں اللہ کی عبادت سے ہٹا کر دوبارہ بتوں کی پوجا کی طرف لوٹا دیں، ہم دوبارہ وہ ناپاک چیزیں حلال کر لیں جنہیں ہم پہلے حلال سمجھتے تھے، جب انہوں نے ہم پر جبر کیا، ہم پر ظلم ڈھایا، ہمیں سختیوں میں مبتلا کیا، ہمارے اور ہمارے دین کے درمیان رکاوٹ بنے، تو ہم آپ کے ملک کی طرف نکل آئے، ہم نے دوسروں پر آپ کو ترجیح دی، آپ کے پڑوس وپناہ میں رغبت کی، رہم نے امید رکھی کہ اے بادشاہ! آپ کے پاس ہم پر ظلم نہ کیا جائے گا۔

ام المؤمنین اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ: نجاشی نے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا تمہارے پاس اُس کلام میں سے کچھ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے لے کر آئے ہیں؟

ام المؤمنین اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: جی ہاں۔

اس پر نجاشی نے کہا: تو پھر اسے مجھے پڑھ کر سناؤ۔ چنانچہ جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم کا ابتدائی حصہ اس کے سامنے تلاوت کیا۔

{كهيعص – ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهُ زَكَرِيَّا – إِذْ نَادَى رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا – قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُنْ بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا – وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا – يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ

رَضِيًّا – يَازَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَى لَمْ نَجْعَلْ لَهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا – قَالَ رَبِّ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا – قَالَ كَذَلِكَ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْئًا – قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِي آيَةً قَالَ آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَ لَيَالٍ سَوِيًّا – فَخَرَجَ عَلَى قَوْمِهِ مِنَ الْمِحْرَابِ فَأَوْحَى إِلَيْهِمْ أَنْ سَبِّحُوا بُكْرَةً وَعَشِيًّا – يَايَحْيَى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا – وَحَنَانًا مِنْ لَدُنَّا وَزَكَاةً وَكَانَ تَقِيًّا – وَبَرًّا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا – وَسَلَامٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا – وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ مَرْيَمَ إِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ أَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا – فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُونِهِمْ حِجَابًا فَأَرْسَلْنَا إِلَيْهَا رُوحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا – قَالَتْ إِنِّي أَعُوذُ بِالرَّحْمَنِ مِنْكَ إِنْ كُنْتَ تَقِيًّا – قَالَ إِنَّمَا أَنَا رَسُولُ رَبِّكِ لِأَهَبَ لَكِ غُلَامًا زَكِيًّا – قَالَتْ أَنَّى يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَلَمْ يَمْسَسْنِي بَشَرٌ وَلَمْ أَكُ بَغِيًّا – قَالَ كَذَلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِنَّا وَكَانَ أَمْرًا مَقْضِيًّا – فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهِ مَكَانًا قَصِيًّا – فَأَجَاءَهَا الْمَخَاضُ إِلَى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يَالَيْتَنِي مِتُّ قَبْلَ هَذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَنْسِيًّا – فَنَادَاهَا مِنْ تَحْتِهَا أَلَّا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا – وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا – فَكُلِي وَاشْرَبِي وَقَرِّي عَيْنًا فَإِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ أَحَدًا فَقُولِي إِنِّي نَذَرْتُ لِلرَّحْمَنِ صَوْمًا فَلَنْ أُكَلِّمَ الْيَوْمَ إِنْسِيًّا – فَأَتَتْ بِهِ قَوْمَهَا تَحْمِلُهُ قَالُوا يَامَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا – يَاأُخْتَ هَارُونَ مَا كَانَ أَبُوكِ امْرَأَ سَوْءٍ وَمَا كَانَتْ أُمُّكِ بَغِيًّا – فَأَشَارَتْ إِلَيْهِ قَالُوا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا – قَالَ إِنِّي عَبْدُ اللَّهِ آتَانِيَ الْكِتَابَ وَجَعَلَنِي نَبِيًّا – وَجَعَلَنِي مُبَارَكًا أَيْنَ مَا كُنْتُ وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا – وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا – وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا – ذَلِكَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِي فِيهِ يَمْتَرُونَ – مَا كَانَ لِلَّهِ أَنْ يَتَّخِذَ مِنْ

وَلَدٍ سُبْحَانَهُ إِذَا قَضَى أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ – وَإِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ – فَاخْتَلَفَ الْأَحْزَابُ مِنْ بَيْنِهِمْ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ مَشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيمٍ – أَسْمِعْ بِهِمْ وَأَبْصِرْ يَوْمَ يَأْتُونَنَا لَكِنِ الظَّالِمُونَ الْيَوْمَ فِي ضَلَالٍ مُبِينٍ – وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ إِذْ قُضِيَ الْأَمْرُ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ – إِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْأَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَإِلَيْنَا يُرْجَعُونَ} ک ھ ی ع ص آ۔ یہ تیرے رب کی مہربانی کا ذکر ہے جو اس کے بندے زکریا پر ہوئی۔ جب اس نے اپنے رب کو خفیہ آواز سے پکارا۔ کہا اے میرے رب! میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور سر میں بڑھاپا چمکنے لگا ہے اور میرے رب! تجھ سے مانگ کر میں کبھی محروم نہیں ہوا۔ اور بے شک میں اپنے بعد اپنے رشتہ داروں سے ڈرتا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے پس تو اپنے ہاں سے ایک وارث عطا کر۔ جو میرا اور یعقوب کے خاندان کا بھی وارث ہو، اور میرے رب اسے پسندیدہ بنا۔ اے زکریا بے شک ہم تجھے ایک لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحیٰی ہو گا، اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی پیدا نہیں کیا۔ کہا اے میرے رب میرے لیے لڑکا کہاں سے ہو گا حالانکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے میں انتہائی درجہ کو پہنچ گیا ہوں۔ کہا ایسا ہی ہو گا، تیرے رب نے کہا ہے وہ مجھ پر آسان ہے اور میں نے تجھے اس سے پہلے پیدا کیا حالانکہ تو کوئی چیز نہ تھا۔ کہا اے میرے رب میرے لیے کوئی نشانی مقرر کر، کہا تیری نشانی یہ ہے کہ تو تین رات تک مسلسل لوگوں سے بات نہیں کر سکے گا۔ پھر حجرہ سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آئے اور انہیں اشارہ سے کہا کہ تم صبح و شام خدا کی تسبیح کیا کرو۔ اے یحیٰی کتاب کو مضبوطی سے پکڑ، اور ہم نے اسے بچپن ہی میں حکمت عطا کی۔ اور اسے اپنے ہاں سے رحم دلی اور پاکیزگی عنایت کی، اور وہ پرہیزگار تھا۔ اور اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا تھا اور سرکش نافرمان نہ تھا۔ اور اس پر سلام ہو جس دن وہ پیدا ہوا اور جس دن

مرے گا اور جس دن وہ زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔ اور اس کتاب میں مریم کا ذکر کر جب کہ وہ اپنے لوگوں سے علیحدہ ہو کر مشرقی مقام میں جا بیٹھی۔ پھر لوگوں کے سامنے سے پردہ ڈال لیا، پھر ہم نے اس کے پاس اپنے فرشتے کو بھیجا پھر وہ اس کے سامنے پورا آدمی بن کر ظاہر ہوا۔ کہا بے شک میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو پرہیزگار ہے۔ کہا میں تو بس تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں، تاکہ تجھے پاکیزہ لڑکا دوں۔ کہا میرے لیے لڑکا کہاں سے ہو گا حالانکہ مجھے کسی آدمی نے ہاتھ نہیں لگایا اور نہ میں بدکار ہوں۔ کہا ایسا ہی ہو گا، تیرے رب نے کہا ہے کہ وہ مجھ پر آسان ہے، اور تاکہ ہم اسے لوگوں کے لیے نشانی اور اپنی طرف سے رحمت بنائیں، اور یہ بات طے ہو چکی ہے۔ پھر اس (بچہ کے ساتھ) حاملہ ہوئی پھر اسے لے کر کسی دور جگہ میں چلی گئی۔ پھر اسے دردِ زہ ایک کھجور کی جڑ میں لے آیا، کہا اے افسوس میں اس سے پہلے مر گئی ہوتی اور میں بھولی بھلائی ہوتی۔ پھر اسے اس کے نیچے سے پکارا کہ غم نہ کر تیرے رب نے تیرے نیچے سے ایک چشمہ پیدا کر دیا۔ اور تو کھجور کے تنہ کو پکڑ کر اپنی طرف ہلا تجھ پر پکی تازہ کھجوریں گریں گی۔ پس کھا اور پی اور آنکھ ٹھنڈی کر، پھر اگر تو کوئی آدمی دیکھے تو کہہ دے کہ میں نے رحمان کے لیے روزہ کی نذر مانی ہے سو آج میں کسی انسان سے بات نہیں کروں گی۔ پھر وہ اسے قوم کے پاس اٹھا کر لائی، انہوں نے کہا اے مریم البتہ تو نے عجیب بات کر دکھائی۔ اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ ہی برا آدمی تھا اور نہ ہی تیری ماں بدکار تھی۔ تب اس نے لڑکے کی طرف اشارہ کیا، انہوں نے کہا ہم پنگوڑھے والے بچے سے کیسے بات کریں۔ کہا بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں، مجھے اس نے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔ اور مجھے بابرکت بنایا ہے جہاں کہیں ہوں، اور مجھے نماز اور زکوٰۃ کی وصیت کی ہے جب تک میں زندہ ہوں۔ اور اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرنے والا، اور مجھے سرکش بدبخت نہیں بنایا۔ اور مجھ پر سلام ہے جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں گا اور جس دن زندہ کر

کے اٹھایاجاؤں گا۔ یہ عیسیٰ مریم کا بیٹا ہے، سچی بات جس میں وہ جھگڑ رہے ہیں۔اللہ کی شان نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے، وہ پاک ہے، جب کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو صرف اسے کن کہتا ہے پھر وہ ہو جاتا ہے۔اور بے شک اللہ تعالیٰ میرا اور تمہارا رب ہے سو اسی کی عبادت کرو، یہ سیدھا راستہ ہے۔ پھر جماعتیں آپس میں مختلف ہو گئیں، سو کافروں کے لیے ایک بڑے دن کے آنے سے خرابی ہے۔ کیا خوب سنتے اور دیکھتے ہوں گے، جس دن ہمارے پاس آئیں گے، لیکن ظالم آج صریح گمراہی میں ہیں۔اور انہیں حسرت کے دن سے ڈرا جس دن سارے معاملہ کا فیصلہ ہو گا، اور وہ غفلت میں ہیں اور ایمان نہیں لاتے۔ بے شک ہم ہی زمین کے وارث ہوں گے اور ان کے بھی جو اس پر ہیں اور ہماری طرف لوٹائے جائیں گے۔[مریم: 1 – 40]

ام المؤمنین اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ : اللہ کی قسم! نجاشی اس قدر رویا کہ اُس کی داڑھی بھیگ گئی۔ نجاشی کے اساقفہ (یعنی بڑے پادری اور مذہبی علما) بھی اس قدر روئے کہ اُنہوں نے اپنے مصاحف کو آنسوؤں سے تر کر دیا، جب انہوں نے وہ کلام سنا جو اُن پر تلاوت کیا گیا۔ پھر نجاشی نے کہا: یقیناً یہ کلامِ الٰہی اور وہ جو موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے، دونوں ایک ہی چراغ دان سے نکلتے ہیں۔ نجاشی نے عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرو بن العاص سے کہا: چلے جاؤ! اللہ کی قسم، میں ان مسلمانوں کو کبھی بھی تمہارے حوالے نہیں کروں گا، نہ ہی اس کا ارادہ رکھتا ہوں۔

ام المؤمنین اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ : جب قریشی سفیر نجاشی کے دربار سے باہر نکلے تو عمرو بن عاص نے کہا: اللہ کی قسم! میں کل ضرور اس کے پاس جاؤں گا ان مسلمانوں کی برائیاں اس کے سامنے بیان کروں گا، پھر اسی کے ذریعے ان کی جڑ کاٹ دوں گا۔

ام المؤمنین اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ : عبداللہ بن ابی ربیعہ جو ان میں سب سے زیادہ پرہیزگار تھے، عروبن عاص سے کہا: ایسانہ کرو، کیونکہ ان مسلمانوں کے ساتھ ہمارے رشتہ ناطے ہیں، اگرچہ وہ ہم سے اختلاف کر گئے ہیں۔ اس پر عمرو بن عاص نے کہا: اللہ کی قسم! میں نجاشی کو ضرور بتاؤں گا کہ وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام اللہ کے بندے ہیں۔

ام المؤمنین اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ : پھر اگلے دن عمرو بن عاص نجاشی کے پاس گیا اور کہا: اے بادشاہ! یہ مسلمان عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام کے بارے میں ایک بڑی بات کہتے ہیں۔ پس آپ انہیں بلائیں ان سے پوچھیں کہ وہ ان کے بارے میں کیا کہتے ہیں۔

ام المؤمنین اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ : نجاشی نے مسلمانوں کے پاس قاصد بھیجا تاکہ وہ انہیں بلا کر عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام کے بارے میں ان کا موقف دریافت کرے

ام المؤمنین اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ : ہمارے اوپر اس جیسی آزمائش کبھی نہیں آئی تھی۔ چنانچہ سب لوگ جمع ہوئے بعض نے ایک دوسرے سے کہا: وہ کہنے لگے : جب نجاشی تم سے عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام کے بارے میں پوچھے گا تو تم کیا کہو گے ؟ انہوں نے جواب دیا: ہم اللہ کی قسم حضرت عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام کے بارے میں وہی بات کہیں گے جو اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے, اور جو کچھ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں، وہی اس معاملے میں ہے جو ہونا چاہیے، جب مسلمان نجاشی کے پاس داخل ہوئے تو اس نے ان سے کہا: : تم عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام کے بارے میں کیا کہتے ہو ؟ اس پر جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اسے جواب دیا: ہم حضرت عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام کے بارے میں وہی کہتے ہیں جو

ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں: وہ اللہ کا بندہ ہے، اس کا رسول ہے، اس کی روح ہے اور اس کا کلمہ ہے، جو اس نے مریم عذراء بتول کی طرف القاء کر دیا۔

ام المؤمنین اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نجاشی نے اپنا ہاتھ زمین کی طرف بڑھایا وہاں سے ایک لکڑی کا تنکا اٹھالیا، پھر نجاشی نے کہا: عیسیٰ ابنِ مریم علیہ السلام اس لکڑی کے تنکے سے بھی زیادہ اس بات سے آگے نہیں بڑھے جو تم نے کہا ہے، ام المؤمنین اُم سلمہ فرماتی ہیں: نجاشی کے درباری سردار اس کے گرد جمع ہو کر ناک بھوں چڑھانے لگے جب اس نے وہ بات کہی جو کہی تھی، نجاشی نے کہا: اگر تم ناک بھوں چڑھاؤ تو بھی، اللہ کی قسم!: جاؤ تم میری سرزمین میں محفوظ ہو سُیُوم کا مطلب ہے: امن میں رہنے والے۔ جو شخص تمہیں برا کہے گا، وہ جرمانہ ادا کرے گا، پھر جو شخص تمہیں برا کہے گا، وہ جرمانہ ادا کرے گا، پھر جو شخص تمہیں برا کہے گا، وہ جرمانہ ادا کرے گا، میں یہ ہرگز پسند نہیں کرتا کہ میرے پاس ڈھیر بھر سونا ہو، لیکن اس کے بدلے میں میں نے تم میں سے کسی ایک شخص کو بھی ایذا پہنچائی ہو اور حبشی زبان میں «الدَّبْر» کے معنی پہاڑ کے ہیں نجاشی نے حکم دیا: ان دونوں کے تحفے واپس کر دو، ہمیں ان تحفوں کی کوئی ضرورت نہیں، اللہ کی قسم! جب اس نے میری بادشاہت مجھے واپس لوٹائی تھی تو اس وقت اس نے مجھ سے کوئی رشوت نہیں لی، تو اب میں اس معاملے میں رشوت کیوں لوں؟ لوگوں نے میری بادشاہت کے بارے میں میری اطاعت نہیں کی، تو میں بھی اس معاملے میں ان کی اطاعت نہیں کروں گا۔

ام المؤمنین اُم سلمہ فرماتی ہیں: پھر وہ دونوں (عمرو بن عاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ) نجاشی کے پاس سے ذلیل و رسوا ہو کر نکلے، جو کچھ وہ دونوں لے کر آئے تھے، وہ ان ہی کو واپس کر دیا گیا، ہم نجاشی کے پاس بہترین گھر میں بہترین پڑوسی کے ساتھ مقیم رہے۔

ام المؤمنین اُم سلمہ فرماتی ہیں: اللہ کی قسم! ہم اسی حال میں تھے کہ اچانک اس پر ایک آزمائش نازل ہوئی۔ یعنی کوئی شخص اس کی بادشاہت میں اس سے تنازع کرنے لگا۔

ام المؤمنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اللہ کی قسم! ہم نے کبھی ایسا غم نہیں دیکھا جو اس وقت کے غم سے زیادہ سخت ہو۔ ہمیں اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ آزمائش نجاشی پر غالب نہ آجائے اور پھر کوئی دوسرا شخص بادشاہ بن جائے جو ہمارے حق کو اس طرح نہ پہچانے جس طرح نجاشی پہچانتا تھا۔

وَرَوَى عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَامِرِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: جب نجاشی پر اس کے دشمن نے اپنی سرزمین سے حملہ کیا، تو مہاجرین اس کے پاس آئے، مہاجرین نے کہا: ہم خود باہر نکلتے ہیں اور تمہارے ساتھ مل کر لڑتے ہیں، پھر تم ہماری وفاداری کا بدلہ دیکھو گے۔ ہم تمہیں اس بھلائی کا بدلہ دیں گے جو تُم نے ہمارے ساتھ کیا ہے، نجاشی نے فرمایا: جسے اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہو، وہ اس سے بہتر ہے جسے لوگ سہارا دیتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے مہاجرین کی اس پیشکش کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

(ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم اُم المؤمنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت کی طرف رجوع کرتے ہیں) ام المؤمنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: نجاشی روانہ ہوا، ان دونوں کے درمیان دریائے نیل کی وسعت حائل تھی۔ ام المؤمنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے کہا: کون ایسا شخص ہے جو نکل کر قوم کی جنگ کا منظر دیکھے، پھر ہمارے پاس آکر خبر دے؟

ام المؤمنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے کہا: میں جاؤں گا۔

ام المؤمنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اس جماعت میں سب سے کم عمر تھے، ام المؤمنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ہم نے ان کے لیے ایک مشکیزہ پھلایا، انہوں نے اسے

اپنے سینے پر رکھا اس پر تیرتے ہوئے دریا کو پار کیا، یہاں تک کہ دریائے نیل کے اُس کنارے پر پہنچ گئے جہاں دونوں لشکر آمنے سامنے تھے۔ وہ آگے بڑھے یہاں تک کہ ان کے پاس جا پہنچے۔

ام المؤمنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ نجاشی اپنے دشمن پر غالب آجائے اپنی سرزمین میں اس کے لیے اقتدار و تمکین ثابت ہو جائے۔

ام المؤمنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اللہ کی قسم! ہم اسی انتظار میں تھے کہ کیا ہونے والا ہے، اتنے میں زبیر رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے، کپڑا لہرا رہے تھے اور کہہ رہے تھے: خوش ہو جاؤ! نجاشی غالب آگئے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمن کو ہلاک کر دیا ہے۔

ام المؤمنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اللہ کی قسم! ہمیں کبھی ایسی خوشی حاصل نہیں ہوئی جیسی اس وقت ہوئی۔

ام المؤمنین اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نجاشی واپس لوٹے، اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمن کو ہلاک کر دیا، ان کے لیے اپنی سرزمین میں اقتدار و تمکین عطا فرمایا، اہلِ حبشہ کے معاملات ان کے لیے مضبوطی سے قائم ہو گئے۔ ہم ان کے پاس بہترین حالت میں رہے، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے۔

اس واقعے کے متعدد حصے امام ابو داود رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیے ہیں۔

صحیحین میں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ واقعہ نقل ہوا ہے، انہوں نے کہا: حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ کی طرف ہجرت

کرنے کی خبر ملی، اس وقت ہم یمن میں تھے، ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کے ارادے سے نکلے۔ میں اور میرے دو بھائی تھے، میں ان دونوں میں سب سے چھوٹا تھا۔ ہم اپنی قوم کے باون (52)افراد کے ساتھ روانہ ہوئے، ہم ایک کشتی پر سوار ہوئے، وہ کشتی ہمیں حبشہ میں نجاشی کے پاس لے جا پہنچی، ہم وہاں جا کر جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے مل گئے، جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہاں بھیجا ہے اور ہمیں حکم دیا ہے یہاں قیام کرنے کا۔ تم بھی ہمارے ساتھ قیام کرو۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ قیام پذیر رہے، یہاں تک کہ ہم سب مل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس وقت جا ملے جب آپ نے خیبر فتح فرمایا، آپ نے ہمیں بھی اس میں سے حصہ عطا فرمایا، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی غائب کو خیبر کی فتح میں حصہ نہیں دیا سوائے ہمارے۔ ہمارے ساتھ وہ لوگ بھی شریک کیے گئے جو ہماری کشتی میں تھے، یعنی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی۔ آپ نے ان کے لیے بھی حصہ مقرر فرمایا۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب کچھ لوگوں نے ہمیں دیکھا تو کہنے لگے – یعنی اہلِ سفینہ سے – ہم نے تم سے پہلے ہجرت کی ہے, حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اسماء بنت عُمَیس رضی اللہ عنہا جو ہمارے ساتھ آئی تھیں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس زیارت کے لیے داخل ہوئیں، اسماء بنت عُمَیس رضی اللہ عنہا اُن لوگوں میں شامل تھیں جو نجاشی کے پاس ہجرت کر کے گئی تھیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس داخل ہوئے، اس وقت اسماء بنت عُمَیس

رضی اللہ عنہا بھی وہاں موجود تھیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسماء بنت عُمَیس رضی اللہ عنہا کو دیکھا تو کہا: یہ کون ہیں؟ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا: یہ اسماء بنت عُمَیس رضی اللہ عنہا ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا یہ حبشہ کی مہاجرہ ہیں؟ کیا یہ سمندر پار جانے والی ہیں؟ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: جی ہاں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم نے تم سے پہلے ہجرت کی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ حق دار ہیں۔ اس پر اسماء بنت عُمَیس رضی اللہ عنہا غضبناک ہوئیں اور کہا: اے عمر! ہرگز نہیں، اللہ کی قسم! تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، وہ تمہارے بھوکوں کو کھانا کھلاتے تھے تمہارے جاہلوں کو نصیحت کرتے تھے، ہم حبشہ میں ایسے لوگوں کی سرزمین میں تھے جو ہم سے دور ہم سے بغض رکھنے والے تھے، یہ سب کچھ ہم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کے لیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کیا، اللہ کی قسم! میں نہ کھانا کھاؤں گی نہ پانی پیوں گی جب تک کہ تمہاری یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان نہ کر دوں، ہم وہاں اذیتیں سہتے تھے خوف میں مبتلا رہتے تھے، میں یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ضرور ذکر کروں گیان سے پوچھوں گی، اللہ کی قسم! میں نہ جھوٹ بولوں گی، نہ حق سے ہٹوں گی، نہ اس پر کچھ اضافہ کروں گی۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، اسماء بنت عُمَیس رضی اللہ عنہا نے کہا: یا رسول اللہ! عمر نے یوں اور یوں کہا۔ فرمایا: «رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر تم پر مجھ سے زیادہ حق دار نہیں ہے۔ ان کے لیے اور ان کے ساتھیوں کے لیے ایک ہجرت ہے، تمہارے لیے اے اہلِ سفینہ دو ہجرتیں ہیں»

اسماءبنت عُمَیس رضی اللہ عنہانے کہا: میں نے دیکھا کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اور اہلِ سفینہ میرے پاس بار بار آتے اس حدیث کے بارے میں مجھ سے پوچھتے، دنیا میں کوئی چیز ایسی نہ تھی جس سے وہ زیادہ خوش ہوتے جسے وہ اپنے دلوں میں زیادہ عظیم سمجھتے، اس بات سے بڑھ کر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمائی تھی۔

ابو بردہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: اسماءبنت عُمَیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے ابو موسیٰ کو دیکھا کہ وہ بار بار مجھ سے اس حدیث کو دہراتے اور دوبارہ سننے کی درخواست کرتے۔ یہ حدیث دونوں صحیحین، بخاری اور مسلم، میں روایت کی گئی ہے۔

امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی، جو حبشہ کا بادشاہ تھا، کے انتقال کی خبر اسی دن صحابہ کو دی جس دن وہ وفات پا گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کے لیے مغفرت کی دعا کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: «نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کے انتقال کی خبر اسی دن دی جس دن وہ وفات پا گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے بھائی کے لیے مغفرت کی دعا کرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو لے کر عید گاہ (نماز کے کھلے میدان) کی طرف نکلے، صحابہ نے آپ کے پیچھے صفیں باندھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر نمازِ جنازہ چار تکبیروں کے ساتھ ادا کی» اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: «بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصحمہ نجاشی پر نمازِ جنازہ ادا کی اور ان پر چار تکبیریں کہیں» ۔اس حدیث کی تخریج صحیحین میں کی گئی ہے۔

اپنے عہد میں موجود تمام قوموں و گروہوں کی طرف قاصدوں کو بھیجنا

جب صلحِ حدیبیہ کے بعد قریش کے ساتھ امن قائم ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سفیروں کو تمام قبائل اور گروہوں کی طرف بھیجا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصاریٰ کی طرف اپنے سفیر بھیجے، شام اور مصر کے نصاریٰ کی طرف، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قل، بادشاہِ روم کی طرف اپنا سفیر بھیجا، کہا جاتا ہے کہ یہ ہر قل ہی تھا جس کے لیے نصاریٰ نے اپنے روزوں میں دس دن اور بڑھا دیے، جب روم اور فارس آپس میں لڑ پڑے، اس نے یہود کو قتل کر دیا، حالانکہ پہلے انہیں امان دے چکا تھا، نصاریٰ نے اس سے ان یہود کے قتل کا مطالبہ کیا اس کے لیے ضمانت دی کہ وہ اپنی خطا کا کفارہ اس اضافے کے ذریعے ادا کرے گا جو انہوں نے روزوں میں بڑھا دیا تھا، فارس والے مجوسی تھے، روم والے نصاریٰ تھے، ابتدا میں مجوسی فارس والوں نے نصاریٰ کو شکست دی، یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے ابتدائی زمانے میں ہوا، جب آپ مکہ میں تھے، آپ کے پیروکار بہت کم تھے، مشرکین فارس کی فتح پر خوش ہو گئے، کیونکہ وہ ان کے زیادہ قریب تھے، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فارس کی روم پر فتح کی خبر دی، اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: {الم – غُلِبَتِ الرُّومُ – فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ – فِي بِضْعِ سِنِينَ لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ – بِنَ ْرِ اللَّهِ}ال مٓ۔ روم مغلوب ہو گئے۔ نزدیک کے ملک میں اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آجائیں گے۔ چند ہی سال میں، پہلے

اور پچھلے سب کام اللہ کے ہاتھ میں ہیں، اور اس دن مسلمان خوش ہوں گے۔ اللہ کی مدد سے۔ [الروم: 1 – 5]

یہ ان باتوں میں سے تھی جن کی خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی دے دی تھی، اس سے قبل کہ وہ واقعہ پیش آئے، پس وہ بالکل اسی طرح ہوا جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی، جب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے روم کی دوبارہ فتح کی خبر بیان کی تو انہوں نے اسے جھٹلایا، ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے شرط لگائی، جیسا کہ مفسرین اور محدثین نے ذکر کیا ہے سنید نے اپنی تفسیر میں کہا وہ امام بخاری کے شیخ ہیں حَدَّثَنَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ نِيَارِ بْنِ مُكْرَمٍ الْأَسْلَمِيِّ، انہوں نے کہا: جب اللہ تعالی نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیات نازل فرمائیں: {الم – غُلِبَتِ الرُّومُ} ال مٓ۔ روم مغلوب ہو گئے۔ [الروم: 1 – 2] اس کے قول تک: {وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ} اور وہ غالب رحم والا ہے۔ [الروم: 5] ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مکہ میں نکلے وہاں آیات کو بلند آواز سے پڑھ رہے تھے: {الم – غُلِبَتِ الرُّومُ – فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ فِي بِضْعِ سِنِينَ} ال مٓ۔ روم مغلوب ہو گئے۔ نزدیک کے ملک میں اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آجائیں گے۔ چند ہی سال میں۔ [الروم: 1 – 3]

مکہ کے سرداروں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ کیا ہے اے ابنِ ابی قحافہ! شاید یہ بھی انہی باتوں میں سے ہو جو تمہارے صاحب (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) لے کر آتے ہیں، انہوں نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! بلکہ یہ اللہ کا کلام اور اس کا قول ہے، جو بابرکت اور بلند و برتر ہے، انہوں نے کہا: یہ بات ہمارے اور تمہارے درمیان ہے، اگر روم چند سالوں میں فارس پر غالب آگئے، پس ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان

سے شرط لگالی،اللہ تعالیٰ نے روم کو فارس پر نو سال سے کم مدت میں فتح عطا فرمائی،اس موقع پر بہت سے مشرکین اسلام لے آئے۔

ابنِ مکرم نے کہا: اس وقت قریش فارس کے ذریعے فتح کی دعا مانگا کرتے تھے؛ کیونکہ قریش اور مجوس یہ دونوں ہی قیامت کا انکار کرنے والے بتوں کے پجاری تھے،اس وقت مومنین روم کے ذریعے فتح کی دعا مانگا کرتے تھے؛ کیونکہ مسلمان اور رومی دونوں اہلِ نبوت قیامت کی تصدیق کرنے والے تھے،اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: {وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ بِنَصْرِ اللَّهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ}اور اس دن مسلمان خوش ہوں گے۔اللہ کی مدد سے،مدد کرتا ہے جس کی چاہتا ہے۔[الروم: 4]

یہ حدیث امام ترمذی نے اپنی جامع (سنن ترمذی) میں روایت کی،انہوں نے کہا: حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أُوَيْسٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ أَبِي الزِّنَادِ، عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ نِيَارِ بْنِ مُكْرَمٍ الْأَسْلَمِيِّ،انہوں نے کہا: جب یہ آیات نازل ہوئیں: {الم – غُلِبَتِ الرُّومُ – فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ – فِي بِضْعِ سِنِينَ}ال مٓ۔روم مغلوب ہو گئے۔نزدیک کے ملک میں اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آجائیں گے۔چند ہی سال میں، پہلے اور پچھلے سب کام اللہ کے ہاتھ میں ہیں،اس دن مسلمان خوش ہوں گے۔ [الروم: 1 – 4]۔ جب یہ آیت نازل ہوئی،اس وقت فارس روم پر غالب تھے،مسلمان روم کی فتح کو پسند کرتے تھے،کیونکہ وہ اور روم والے دونوں اہلِ کتاب تھے۔

یہی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: {وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ – بِنَصْرِ اللَّهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ}اور اس دن مسلمان خوش ہوں گے۔ اللہ کی مدد سے، مدد کرتا ہے جس کی چاہتا ہے۔ اور وہ غالب رحم والا ہے۔[الروم: 4 – 5]

قریش فارس کی فتح کو پسند کرتے تھے؛ کیونکہ وہ اور فارس دونوں نہ اہلِ کتاب ہیں نہ ہی قیامت پر ایمان رکھنے والے، پس جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مکہ کے اطراف میں نکلے اور بلند آواز سے اعلان کرنے لگے: {الم – غُلِبَتِ الرُّومُ – فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ – فِي بِضْعِ سِنِينَ لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ} الٓمٓ۔ روم مغلوب ہوگئے۔ نزدیک کے ملک میں اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آجائیں گے۔ چند ہی سال میں، پہلے اور پچھلے سب کام اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ [الروم: 1 – 4]

قریش کے کچھ لوگوں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ معاملہ ہمارے اور تمہارے درمیان ہے، تمہارے صاحب (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کا دعویٰ ہے کہ روم چند سالوں میں فارس پر غالب آجائیں گے، تو کیا ہم اس بات پر تمہارے ساتھ شرط نہ لگائیں؟ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور مشرکین نے آپس میں شرط باندھ لی، روم چند سالوں میں فارس پر غالب آگئے، اس موقع پر بہت سے مشرکین اسلام لے آئے۔

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن، صحیح اور غریب ہے۔ ہم اسے صرف عبد الرحمن بن ابی الزناد کی روایت سے جانتے ہیں یعنی یہ اس سند کے اعتبار سے غریب ہے ورنہ یہ واقعہ اہلِ تفسیر، مغازی، حدیث اور فقہ کے علماء کے نزدیک مشہور و متواتر ہے، یہ قصہ عام لوگوں کے درمیان بھی متواتر طور پر معروف ہے۔

ابو جعفر ابن جریر (الطبری) نے اپنی تفسیر میں کہا: عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ انہوں نے کہا: مسلمان چاہتے تھے کہ روم فارس پر غالب آجائیں، کیونکہ روم والے اہلِ کتاب تھے، مشرکین چاہتے تھے کہ اہلِ فارس غالب آئیں، کیونکہ وہ بت پرست تھے؛ انہوں نے یہ بات ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ذکر کی، پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں: {الم – غُلِبَتِ الرُّومُ – فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ – فِي بِضْعِ سِنِينَ لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ} ال مٓ۔ روم مغلوب ہوگئے۔ نزدیک کے ملک میں اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آجائیں گے۔ چند ہی سال میں، پہلے اور پچھلے سب کام اللہ کے ہاتھ میں ہیں، اور اس دن مسلمان خوش ہوں گے۔ [الروم: 1 – 4]

ابو بکر رضی اللہ عنہ نے یہ بات مشرکین سے ذکر کی، تو انہوں نے کہا: ہمارے اور اپنے درمیان ایک مقررہ مدت ٹھہرادو۔ اگر فارسی مغلوب ہوگئے تو تمہارے لیے یہ اور یہ چیزیں ہوں گی۔ اگر رومی مغلوب ہو جائیں تو ہمارے لیے یہ اور یہ چیزیں ہوں گی۔ انہوں نے اپنے درمیان پانچ سال کی مدت مقرر کرلی، «سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے وہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: کاش تم نے احتیاط سے کام لیا ہوتا، تو کیا بہتر نہ تھا کہ اسے دس سے کم کر دیتے؟» سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا: 'بِضع' کا مطلب ہے دس سے کم۔ انہوں نے کہا: رومی شکست کھا گئے، دوبارہ غالب آ گئے، یہی اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: {الم – غُلِبَتِ الرُّومُ} ال مٓ۔ روم مغلوب ہوگئے۔ [الروم: 1 – 2]

یہ روایت امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی اپنی کتاب میں نقل کی ہے: حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ حُرَيْثٍ، حَدَّثَنَا مُعَاوِيَةُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ الْفَزَارِيِّ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ حَبِيبِ بْنِ أَبِي عَمْرَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ،امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن، صحیح اور غریب ہے۔ ہم اسے صرف سفیان ثوری کی روایت سے جانتے ہیں، جسے انہوں نے حبیب بن ابی عمرۃ سے نقل کی ہے۔

اسے امام زہری رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے، عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ کے واسطے سے، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے۔ اور کہا: یہ حدیث اس سند کے اعتبار سے غریب ہے۔

اسے امام اعمش رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے، عطیہ کے واسطے سے، ابو سعید رضی اللہ عنہ سے۔

امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن اور غریب ہے، اس خاص سند کے اعتبار سے۔

علماء کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ یہ خبر رومیوں کے فارس پر غالب آنے کے بارے میں ہے، یہ واقعہ بدر کے دن پیش آیا۔

بعض دیگر علماء نے کہا کہ رومیوں کی فارس پر فتح کا دن حدیبیہ کے دن تھا، یہی قول صحیح ہے۔ ہرقل (قیصرِ روم) اللہ کا شکر ادا کرنے کے لیے حمص سے بیت المقدس تک پیدل چل کر گیا، اس نصرت پر جو اللہ نے اسے فارس کے خلاف عطا کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط اس کے پاس پہنچا، جس میں آپ نے اسے اسلام کی دعوت دی، یہ اللہ کی طرف سے رومیوں کو فارس پر نصرت عطا کرنے کے بعد کا واقعہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ساتھ موجود مؤمنین اس فتح پر خوش ہو گئے۔

علماءِ سیر نے کہا: جب رومی فتح یاب ہوئے، ہرقل، بادشاہِ روم، حمص میں اپنے گھر سے پیدل چل کر اللہ عزوجل کا شکر ادا کرتے ہوئے بیت المقدس گیا، جب اللہ نے اسے وہ فتح واپس عطا کی، تاکہ وہ وہاں نماز ادا

کرے۔ جب وہ بیت المقدس پہنچا وہاں نماز ادا کی، اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط اس کے پاس آیا جو دحیہ کلبی کے ذریعے لایا گیا تھا، جس میں آپ نے اسے اسلام کی دعوت دی تھی۔

ابن اسحاق نے کہا: حَدَّثَنِي الزُّهْرِيُّ، عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو سُفْيَانَ، نے فرمایا: ہم ایک تجارتی قوم تھے، ہمارے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جنگ نے ہمیں اس قدر گھیر لیا کہ ہماری تجارت تباہ ہو گئی تھی ہمارے مال و دولت ہلاک ہو گئے تھے۔ جب ہمارے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صلح ہو گئی یعنی وہ صلح جو حدیبیہ کے دن منعقد ہوئی تھی جب صلح ہو گئی تو ہم امن میں آ گئے، میں قریش کے ایک گروہ کے ساتھ تجارت کے لیے شام کی طرف نکلا، یہی ہماری تجارت کا رخ تھا، میں شام پہنچا جب ہرقل فارس کے اس لشکر پر غالب آ چکا تھا جو اس کے مقابلے میں آیا تھا، اس نے انہیں وہاں سے نکال دیا تھا، اس کے لیے اس کا سب سے بڑی صلیب (مقدس نشان) واپس لے لیا گیا، فارس کے لوگ اس عظیم صلیب کو اس سے چھین کر لے گئے تھے، جب ہرقل کو ان لوگوں کی طرف سے یہ خبر پہنچی، اور یہ بھی اطلاع ملی کہ اس کے لیے اس کی صلیب واپس حاصل کر لی گئی ہے، حمص میں اس کا گھر تھا، ہرقل اللہ عزوجل کا شکر ادا کرتے ہوئے وہاں سے پیدل نکلا، جب اللہ نے اسے وہ فتح واپس عطا کی جو اس سے چھن گئی تھی، تاکہ وہ بیت المقدس میں نماز ادا کرے، اس کے لیے راستہ قالینوں سے بچھا دیا گیا ان پر خوشبودار پھول ڈالے گئے، جب ہرقل ایلیاء (بیت المقدس) پہنچا وہاں اپنی نماز ادا کی، اس کے ساتھ اس کے سردار اور اساقفہ (پادری و مذہبی پیشوا) بھی تھے، ابو سفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط ہرقل کے پاس آیا جو دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ذریعے لایا گیا تھا، اس میں یہ لکھا تھا: «بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کی طرف سے، ہرقل عظیم الروم کے نام، سلامتی ہو اُس پر جو ہدایت کی پیروی کرے، اَمَّا بَعْدُ: اسلام قبول کرلو، سلامتی پاؤ گے۔ اسلام قبول کرلو گے، تو اللہ تمہیں دوہرا اجر عطا کرے گا، اگر تم منہ موڑو گے تو تم پر اریسیوں کا گناہ ہوگا» — یعنی کسانوں کا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: ابن شہاب نے کہا: مجھ سے نصاریٰ کے اسقف نے عبد الملک بن مروان کے زمانے میں یہ بات بیان کی، اس نے مجھ سے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے سے پالی تھی، ہرقل کے معاملے اس کی عقل و فہم کے بارے میں (یعنی اس واقعے کی اصل اور حقیقت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے آپ کے امرِ مبارک سے سمجھ لیا تھا)، ابو سفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط دحیہ بن خلیفہ کلبی کے ہمراہ ہرقل کے پاس آیا، تو اس نے اسے لیا اور اپنی کمر کے پہلو پر رکھ لیا، پھر اس نے روم میں ایک شخص کو لکھا جو عبرانی زبان پڑھ سکتا تھا، تاکہ وہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے کا ذکر کرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرے اور اسے خبر دے کہ اس کی طرف سے کیا آیا ہے، ابو سفیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: روم کے اس شخص نے اسے لکھا کہ یہ وہی نبی ہیں جن کا ہم انتظار کر رہے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں، لہٰذا ان کی پیروی کرو ان کی تصدیق کرو، ہرقل نے روم کے سرداروں (بطارقہ) کو بلانے کا حکم دیا، پس وہ سب اس کے لیے اس کے شاہی محل (دسکرہ) میں جمع کیے گئے، ہرقل نے حکم دیا کہ محل کے دروازے ان پر بند کر دیے جائیں، پھر ہرقل نے بالا خانے سے ان سرداروں پر جھانکا، وہ ان سے اپنی جان کے بارے میں خوفزدہ ہو گیا، اس نے کہا: اے روم کے سردارو! میں نے تمہیں بھلائی کے لیے جمع کیا ہے، یقیناً میری طرف اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا خط آیا ہے جو مجھے اپنے دین کی طرف بلاتا ہے، — اللہ کی قسم — یہ وہی شخص ہے جس کا

ہم انتظار کر رہے تھے جسے ہم اپنی کتابوں میں پاتے ہیں، پس آؤ! ہم اس شخص کی پیروی کریں اس کی تصدیق کریں، تاکہ ہماری دنیااور آخرت ہمارے لیے سلامتی بن جائے، وہ سب بیک وقت زور سے چیخ اٹھے، شاہی محل کے دروازوں کی طرف دوڑ پڑے تاکہ وہاں سے نکل جائیں، انہوں نے دیکھا کہ وہ دروازے ان پر بند کر دیے گئے ہیں، ہر قل نے کہا: انہیں میری طرف دھکیل دو، ہر قل ان سے اپنی جان کے بارے میں خوفزدہ ہو گیا، پس وہ اس پر جھپٹ پڑے، اس نے کہا: اے روم کے سر دارو! میں نے جو بات ابھی تم سے کہی تھی، وہ تو صرف ایک قول تھا جو میں نے تم سے کہا، تاکہ میں دیکھوں کہ اس معاملے کے پیش آنے پر تم اپنے دین پر کتنے مضبوط اور ثابت قدم ہو، پس میں نے تم میں وہ چیز دیکھ لی ہے جس سے میں خوش ہوا ہوں، وہ سب سجدے میں گر پڑے، ہر قل نے شاہی محل کے دروازے کھول دینے کا حکم دیا، وہ ان کے لیے کھول دیے گئے اور وہ نکل گئے۔

یہ ایک مشہور حدیث ہے، محمد بن اسحاق کی روایت سے، اور وہ اس معاملے میں علم و بصیرت رکھنے والے تھے، انہوں نے وہ چیزیں محفوظ کر لیں جو کوئی اور محفوظ نہ کر سکا، ابن اسحاق کہتے ہیں: ہر قل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط اٹھالیا، چنانچہ اس نے اسے سونے کی بنی ہوئی ایک نلکی میں رکھ دیا، ہر قل نے اس خط کو اس کی تعظیم کے طور پر اپنے پاس رکھا۔

یہ قصہ مشہور ہے، اسے اصحابِ صحاح نے ذکر کیا ہے، یہ واقعہ بخاری اور مسلم دونوں میں مذکور ہے، اس کا تفصیلی سیاق بخاری کا ہے، عَنِ الزُّهْرِيِّ، قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں خبر دی کہ ابو سفیان بن حرب رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ ہر قل نے قریش کے ایک قافلے کو اپنے پاس بلایا، وہ لوگ شام میں تجارت کرنے کی غرض سے گئے تھے، اس

مدت میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان بن حرب اور قریش کے کافروں سے صلح کر رکھی تھی، وہ اس کے پاس آئے، ہرقل ایلیاء (بیت المقدس) میں تھا، ہرقل نے انہیں اپنے دربار میں بلایا، اس کے گرد روم کے بڑے بڑے سردار بیٹھے تھے، اس نے انہیں مترجم کے ذریعے بلایا، ہرقل نے کہا: تم میں سے کون اس شخص کے سب سے زیادہ قریب نسبی تعلق رکھتا ہے، جو یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ نبی ہے؟ ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے ہرقل سے کہا، میں ان میں سب سے زیادہ قریبی نسبی تعلق رکھنے والا ہوں، اس نے کہا: اسے قریب کرو، اور اس کے ساتھیوں کو بھی قریب کر دو، پھر انہیں اس کے پیچھے کھڑا کر دو، پھر اس نے اپنے مترجم سے کہا: میں اِس شخص سے اُس شخص کے بارے میں سوال کرنے والا ہوں، اگر یہ مجھ سے جھوٹ بولے تو تم اس کی تکذیب کر دینا، ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! اگر مجھے اس بات کی شرم نہ ہوتی کہ یہ لوگ میرے بارے میں جھوٹ منسوب کریں گے، تو میں ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جھوٹ بول دیتا، اس شخص نے مجھ سے سب سے پہلا سوال یہی کیا کہ: تم لوگوں کے درمیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب کیسا ہے؟ میں نے کہا: وہ ہمارے درمیان بلند نسب والا ہے۔ اس نے کہا: کیا تم میں سے کسی نے اس سے پہلے کبھی یہ دعویٰ کیا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا: کیا اس کے آباء واجداد میں سے کوئی بادشاہ رہا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا: کیا اس کی پیروی قوم کے اشراف نے کی ہے یا کمزوروں نے؟ میں نے کہا: بلکہ ان کے کمزور لوگوں نے ان کی پیروی کی ہے۔ اس نے کہا: کیا ان کے پیروکار بڑھتے ہیں یا گھٹتے ہیں؟ میں نے کہا: بلکہ وہ بڑھتے ہیں۔ اس نے کہا: کیا ان میں سے کوئی شخص اپنے دین سے ناراض ہو کر، داخل ہونے کے بعد واپس پلٹ جاتا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا: کیا تم لوگ اس پر کبھی جھوٹ کا الزام لگاتے تھے، اس سے پہلے کہ وہ یہ دعویٰ کرے؟

میں نے کہا: نہیں۔اس نے کہا: کیاوہ دھوکہ دیتا ہے؟میں نے کہا: نہیں، ہم اس کے ساتھ ایک معاہدے کی مدت میں ہیں، ہمیں معلوم نہیں کہ وہ اس مدت میں کیا کرنے والا ہے۔ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے کوئی اور بات شامل کرنے کا موقع نہ ملا، سوائے اس ایک جملے کے۔اس نے کہا: کیا تم نے اس سے جنگ کی ہے؟میں نے کہا: ہاں۔اس نے کہا: تمہاری اس کے ساتھ جنگ کیسی رہی؟میں نے کہا: ہمارے اور اس کے درمیان جنگ کبھی ہمارے حق میں رہی اور کبھی اس کے حق میں؛ وہ ہم سے کچھ لیتا ہے اور ہم اس سے کچھ لیتے ہیں۔اس نے کہا: وہ تمہیں کس بات کا حکم دیتا ہے؟میں نے کہا: وہ کہتا ہے کہ اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور اپنے آباء واجداد کی باتوں کو چھوڑ دو، اور وہ ہمیں نماز، سچائی، پاکدامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے، ہرقل نے مترجم سے کہا: اس سے کہہ دو کہ میں نے تم سے اس کے نسب کے بارے میں پوچھا تھا، تم نے ذکر کیا کہ وہ تم میں ذو نسب ہے، اسی طرح رسول اپنی قوم کے بہترین نسب والے خاندانوں میں مبعوث کیے جاتے ہیں، میں نے تم سے پوچھا کہ کیا تم میں سے کسی نے اس سے پہلے یہ بات کہی تھی؟ تو تم نے ذکر کیا کہ نہیں، میں نے کہا: اگر کوئی شخص اس سے پہلے یہ بات کہہ چکا ہوتا، تو میں کہتا کہ یہ آدمی اسی پہلے کہی ہوئی بات کی پیروی کر رہا ہے۔میں نے تم سے پوچھا: کیا اس کے آباء واجداد میں کوئی بادشاہ گزرا ہے؟ تم نے کہا کہ نہیں، پھر میں نے کہا: اگر اس کے آباء واجداد میں کوئی بادشاہ ہوتا تو میں کہتا کہ یہ شخص اپنے باپ کی بادشاہت کا طالب ہے، میں نے تم سے پوچھا: کیا تم لوگ اس پر جھوٹ کا الزام لگاتے تھے اس سے پہلے کہ وہ یہ دعویٰ کرے؟ تو تم نے کہا کہ نہیں، میں خوب جانتا ہوں کہ وہ لوگوں پر جھوٹ چھوڑ دے اور اللہ پر جھوٹ باندھے، یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔میں نے تم سے پوچھا: کیا لوگوں کے اشراف نے اس کی پیروی کی ہے یا کمزوروں نے؟ تو تم نے کہا کہ کمزوروں نے اس کی پیروی کی ہے، یہی

انبیاء کے پیروکار ہوتے ہیں۔ میں نے تم سے پوچھا: کیاان کے پیروکار بڑھتے ہیں یا گھٹتے ہیں؟ توتم نے کہا کہ وہ بڑھتے ہیں، یہی ایمان کا معاملہ ہے یہاں تک کہ وہ مکمل ہو جائے۔ میں نے تم سے پوچھا: کیا کوئی شخص اپنے دین سے ناراض ہو کر اس میں داخل ہونے کے بعد مرتد ہو جاتا ہے؟ تم نے کہا کہ نہیں، ایمان بھی ایسا ہی ہے: جب اس کی خوشبو اور لذت دلوں میں رچ بس جاتی ہے تو کوئی شخص اس سے بیزار نہیں ہوتا۔ میں نے تم سے پوچھا: کیا وہ وعدہ خلافی کرتا ہے؟ تو تم نے کہا کہ نہیں، اور اسی طرح رسول وعدہ خلافی نہیں کرتے۔ میں نے تم سے پوچھا: وہ تمہیں کس بات کا حکم دیتا ہے؟ توتم نے ذکر کیا کہ وہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، وہ تمہیں بتوں کی عبادت سے روکتا ہے، تمہیں نماز، سچائی اور پاکدامنی کا حکم دیتا ہے، پس اگر جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ سچ ہے، تو وہ میرے ان دونوں قدموں کی جگہ کا مالک بن جائے گا، میں جانتا تھا کہ وہ ظاہر ہونے والا ہے، مجھے یہ گمان نہ تھا کہ وہ تم میں سے ہو گا، اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں اس تک پہنچ سکوں گا، تو میں ضرور اس سے ملاقات کی مشقت برداشت کرتا، اگر میں اس کے پاس ہوتا تو یقیناً اس کے قدم دھوتا۔

پھر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ خط منگوایا جو آپ نے دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کے ذریعے بصریٰ کے حاکم کے پاس بھیجا تھا، اور بصریٰ کے حاکم نے وہ خط ہرقل کے حوالے کر دیا، اس نے اسے پڑھا، تو اس میں یہ لکھا تھا: «بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ محمد، اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی طرف سے ہرقل، عظیم روم کے نام۔ سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ اس کے بعد: میں تمہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ اسلام قبول کرو تاکہ سلامت رہو۔ اسلام قبول کرو، اللہ تمہیں دوہرا اجر دے گا۔ اگر تم نے انکار کیا تو تم پر عوام (اریسیین) کا گناہ ہو گا۔ اور {يَاأَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَنْ لَا

نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ، وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا، وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ، فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ} کہہ اے اہلِ کتاب! ایک بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ سوائے اللہ کے اور کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور سوائے اللہ کے کوئی کسی کو رب نہ بنائے، پس اگر وہ پھر جائیں تو کہہ دو گواہ رہو کہ ہم تو فرمانبردار ہونے والے ہیں۔ [آل عمران: 64]»

ابو سفیان رضی اللہ عنہ نے کہا: جب ہرقل نے وہ سب کہا جو کہا، اور خط کو پڑھنے سے فارغ ہوا، تو اس کے دربار میں شور بہت بڑھ گیا، آوازیں بلند ہو گئیں، ہمیں وہاں سے باہر نکال دیا گیا، میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا جب ہمیں باہر نکالا گیا: ابنِ ابی کبشہ کا معاملہ تو بڑا ہو گیا ہے، یہاں تک کہ بنی اصفر (رومیوں) کا بادشاہ بھی اس سے خوف کھاتا ہے، میں برابر یقین رکھتا رہا کہ وہ ضرور غالب آکر ظاہر ہو گا، یہاں تک کہ اللہ نے مجھے اسلام میں داخل کر دیا۔

ابن ناطور، جو ایلیا (بیت المقدس) کا متولی اور شام کے نصاریٰ کا اسقف تھا، بیان کرتا ہے کہ جب ہرقل ایلیا آیا تو ایک دن وہ بددل اور پریشان طبیعت کے ساتھ صبح کو اٹھا، اس کے بعض سرداروں اور مذہبی و سیاسی مشیروں نے اس سے کہا: ہم نے تمہاری کیفیت کو عجیب پایا۔ ابن النّاطور نے کہا: ہرقل ایسا شخص تھا جو ستاروں اور فلکیات پر نظر رکھتا ان کے حالات کا مطالعہ کرتا تھا، اس نے ان سے کہا، جب انہوں نے اس سے سوال کیا: میں نے آج رات جب ستاروں میں دیکھا تو یہ پایا کہ ختنے کرنے والا بادشاہ ظاہر ہو چکا ہے۔ اس امت میں کون لوگ ہیں جو ختنے کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: ختنے تو صرف یہود کرتے ہیں، لہٰذا ان کے معاملے کی پرواہ نہ کریں، اپنی سلطنت کے شہروں کو لکھ بھیجو کہ وہ وہاں موجود یہود کو قتل کر دیں، جب وہ

اپنے اسی معاملے میں مشغول تھے، ہر قل کے پاس ایک آدمی لایا گیا، جسے غسّان کے بادشاہ نے بھیجا تھا، تا کہ اسے خبر حاصل کی، اس شخص نے کہا: جاؤاور دیکھو، کیا وہ مختون ہے یا نہیں؟ انہوں نے اس کو دیکھا اور اسے خبر دی کہ وہ مختون ہے، ہر قل نے اس سے عربوں کے بارے میں پوچھا، تو اس نے کہا: وہ مختون ہیں، ہر قل نے کہا: یہ اس امت کا بادشاہ ہے، وہ ظاہر ہو چکا ہے، پھر ہر قل نے رومیہ (روم) میں اپنے دوست کو خط لکھا، جو علم میں اس کا ہم مرتبہ تھا، پھر ہر قل حمص کی طرف روانہ ہوا، یہاں تک کہ اس کے دوست کی طرف سے اسے ایک خط آیا، جو ہر قل کی رائے سے متفق تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہو چکے ہیں وہ واقعی نبی ہیں، ہر قل نے روم کے بڑے بڑے سرداروں کو حمص میں اپنے ایک محل (دسکرہ) میں بلایا، اس نے حکم دیا کہ اس کے دروازے بند کر دیے جائیں، پھر ہر قل ان لوگوں کو جھانک کا دیکھا، ان سرداروں سے کہا: اے روم کے گروہ! کیا تم اپنی کامیابی، صحیح رہنمائی اور اس بات کے خواہش مند ہو کہ تمہاری بادشاہت قائم و برقرار رہے؟ تو پھر اس نبی کی پیروی اختیار کر لو، تو وہ لوگ وحشی گدھوں کی طرح بدحواسی میں بھاگتے ہوئے دروازوں کی طرف لپکے، مگر انہوں نے دروازوں کو بند پایا، جب ہر قل نے ان لوگوں کی نفرت دیکھی اور ان کے ایمان لانے سے مایوس ہو گیا، تو اس نے کہا: انہیں میری طرف واپس لے آؤ، اس نے کہا: میں نے جو بات ابھی کہی تھی، وہ دراصل تمہارے دین پر تمہاری سختی کو آزمانے کے لیے کہی تھی، اب میں دیکھ چکا ہوں، پس وہ سب اس کے سامنے سجدے میں گر پڑے اس پر راضی ہو گئے، یہی ہر قل کا آخری حال تھا۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہر قل اس وقت نصاریٰ کے سب سے بڑے بادشاہوں میں سے تھا، ایک سے زیادہ لوگوں نے خبر دی ہے کہ یہ خط آج تک ہر قل کی اولاد کے پاس موجود ہے، سب سے بلند صندوق

میں نہایت محفوظ جگہ پر، جسے وہ نسل در نسل بڑے سے بڑے کو منتقل کرتے ہیں، ایک سے زیادہ لوگوں نے خبر دی ہے کہ یہ خط آج تک قَشْطالَہ کے حاکم، الفُنْش کے پاس محفوظ ہے، اہلِ اندلس اس پر فخر کرتے ہیں، یہ بات مشہور و معروف ہے۔

یہ روایت سنید نے اپنی تفسیر میں نقل کی ہے، جو امام بخاری کے شیخ ہیں، کہتے ہیں: **حَدَّثَنَا هِشَامٌ، قَالَ: أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ** کہتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر قل کو خط لکھا، تو اس نے روم کے لوگوں کو جمع کیا اور وہ خط پڑھا، لیکن انہوں نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا، عبد اللہ بن شداد کہتے ہیں: جب اتوار کا دن آیا تو ان کا بڑا اسقف (پادری) حاضر نہ ہوا بیماری کا بہانہ کیا، ہر قل نے اسے بلایا مگر اس نے انکار کیا، دوبارہ بلایا مگر اس نے انکار کیا، تین مرتبہ ایسا ہوا، چنانچہ ہر قل اس کے پاس سواری پر روانہ ہوا، اس سے کہا: ہر قل نے کہا: کیا تم یہ بات جان نہیں چکے کہ وہ یقیناً اللہ کے رسول ہیں اسقف کبیر نے جواب دیا: کیوں نہیں (بالکل جان چکا ہوں)، ہر قل نے کہا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ انہوں نے میرے ساتھ کیا کیا؟ تم ان میں میرے مقابلے میں زیادہ مطاع مانے جانے والے ہو، لہٰذا آؤ انہیں دعوت دو، اسقف نے کہا: کیا آپ مجھے اس بات کی اجازت دیتے ہیں؟ ہر قل نے کہا: ہاں، تم جاؤ، میں ابھی آتا ہوں، بڑا اسقف اپنے پیروکاروں کے ساتھ ان کی بڑی کلیسا میں آیا، جب انہوں نے اسے دیکھا تو بادشاہ اور دوسرے لوگ اس کے سامنے سجدے میں گر پڑے، اسقفِ کبیر مذبح (قربان گاہ/محراب) میں کھڑا ہوا اور کہا: اے مردوں کے بیٹو! یہ وہ نبی ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، وہ

سب چیخنے لگے اور اس پر جھپٹ پڑے، اسے اپنے دانتوں سے کاٹنے لگے یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا، انہوں نے اس کی پسلیاں لوہے کی چمٹوں سے نکالنی شروع کر دیں یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

فَصْل: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط مصر کے بادشاہ مقوقس کے نام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت مصر کے بادشاہ مقوقس، جو نصاریٰ کے حکمران تھے، کو بھی ایک قاصد بھیجا، یہ پیغام اسکندریہ پہنچایا گیا، مقوقس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا گیا، حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط لے کر مصر کے بادشاہ مقوقس کے پاس پہنچا جس کا اصل نام جریج بن مینا تھا، میں نے اس سے کہا: تم سے پہلے ایک شخص گزرا ہے جو دعویٰ کرتا تھا کہ وہی سب سے بڑا رب ہے، تو اللہ نے اسے دنیا و آخرت دونوں کے لیے عبرتناک سزا دی؛ اللہ نے اس کے ذریعے انتقام لیا، پھر اس سے بھی انتقام لیا۔ پس دوسروں سے عبرت حاصل کرو، ایسا نہ ہو کہ لوگ تم سے عبرت حاصل کریں، مقوقس نے کہا: لاؤ خط پیش کرو، میں نے کہا: تمہارے پاس ایک دین ہے، تم اسے کبھی نہ چھوڑو گے مگر اس چیز کے لیے جو اس سے بہتر ہو، وہ ہے اسلام، جو باقی تمام مذاہب کے بعد کافی ہے، یقیناً اس نبی نے لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا، تو سب سے زیادہ اس کے خلاف قریش تھے، سب سے زیادہ دشمنی کرنے والے یہود تھے، سب سے قریب قبول کرنے والے نصاریٰ تھے، قسم ہے میری عمر کی! موسیٰ کی بشارت عیسیٰ کے بارے میں بالکل ایسی ہی ہے جیسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عیسیٰ کی بشارت ہے، ہمارا تمہیں قرآن کی طرف بلانا ایسا ہی ہے جیسے تمہارا اہلِ تورات کو انجیل کی طرف بلانا ہے، جو بھی کسی نبی کو پائے، وہ اسی نبی کی امت میں شمار ہوتا

ہے، ان پر لازمی طور پر حق ہے کہ وہ اس نبی کی اطاعت کریں، تم بھی ان میں سے ہو جنہوں نے اس نبی کو پایا ہے، ہم تمہیں مسیح کے دین سے نہیں روک رہے ہیں، بلکہ ہم تو تمہیں اسی بات کا حکم دیتے ہیں، پھر حاطب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط مقوقس کے حوالے دیا، جب مقوقس نے اس خط کو پڑھا تو کہا: اچھی بات ہے، میں نے اس خط پر غور کیا تو پایا کہ یہ نبی کسی ایسی چیز کا حکم نہیں دیتا جسے لوگ ناپسند کرتے ہوں، نہ ہی کسی ایسی چیز سے منع کرتا ہے جس کی طرف دل مائل ہوتے ہیں، میں نے اس کو نہ تو گمراہ جادوگر پایا نہ ہی جھوٹا کاہن، میں نے اس نبی کے ہمراہ نبوت کے آثار و علامات پائے ہیں، تحقیق اس بات کو میں جان گیا ہوں کہ ایک نبی باقی رہ گیا ہے، میں نے تمہارے قاصد کی عزت و تکریم کی ہے۔ مقوقس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دو لونڈیوں اور ایک خچر کا ہدیہ دیا جس کا نام دُلدُل تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہدیہ قبول فرمایا ان لونڈیوں میں سے ایک لونڈی کو جس کا نام ماریہ قبطیہ تھا، اپنے لیے منتخب فرمایا، ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنھا سے ابراہیم رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، دوسری لونڈی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو عطا کر دیا، اس لونڈی سے عبد الرحمن پیدا ہوئے، وہ خچر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے تک زندہ رہا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ‹‹اس خبیث نے اپنی بادشاہت پر بخل کیا، حالانکہ اس کی بادشاہت باقی رہنے والی نہیں ہے››

محمد بن سعد کہتے ہیں: **حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِيهِ**، جعفر کہتے ہیں: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذوالقعدہ سنہ چھ ہجری میں حدیبیہ سے واپس تشریف لائے تو آپ نے حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو مقوقس قبطی کی طرف بھیجا جو اسکندریہ کا حاکم تھا، حاطب رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ایک خط لکھا جس میں مقوقس کو اسلام کی طرف دعوت دی گئی تھی، جب مقوقس نے اس

خط کو پڑھا تو کہا: اچھی بات ہے، اس نے خط لے لیا، وہ خط مہر شدہ تھا، تو اس نے اس خط کو ہاتھی دانت کے ایک صندوق میں رکھا، اس پر دوبارہ مہر لگا کر اپنے خازن کے سپرد کر دیا، مقوقس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کے جواب میں خط لکھا، وہ ایمان نہیں لایا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وہی ہدیہ بھیجا جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

ان دونوں بادشاہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے کو عظمت واحترام دیا، مقوقس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خط کے لیے تواضع عاجزی واحترام کا رویہ اختیار کیا، اس نے اعتراف کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہی رسول ہیں جن کی آمد کا انتظار تھا اور جن کی بشارت انبیاء علیہم السلام نے دی تھی۔ مقوقس جانتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم برحق رسول ہیں، اس بنا پر کہ وہ اہلِ کتاب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کے بارے میں سنتا تھا، لیکن اس نے اپنی سلطنت اور اقتدار کو بچانے کے لیے آپ پر ایمان لانے سے گریز کیا، مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اس وقت مقوقس کے پاس گئے تھے جب مسلمان نہیں ہوئے تھے انہوں نے مقوقس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اور نبوت کے بارے میں بتایا، جیسا کہ وہ اہلِ کتاب سے سنتے تھے۔

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ الْوَاقِدِيُّ: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَعْدٍ الثَّقَفِيُّ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ، وَعَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عِيسَى، وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَمُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ بْنِ عُتْبَةَ، عَنْ أَبِيهِ وَغَيْرِهِمْ، ہر ایک نے مجھ سے اس حدیث میں سے ایک حصہ بیان کیا، کہا: مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں، جب وہ بنو مالک کے ساتھ مقوقس کے پاس گئے تھے، مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی بنو مالک کے افراد جب مقوقس کے دربار میں داخل ہوئے، مقوقس نے تعجب سے کہا کہ تم اپنی قوم سے بچ کر میرے

پاس کیسے پہنچے، جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ تمہارے اور میرے درمیان حائل ہیں؟ انہوں نے کہا: ہم سمندر کے کنارے کنارے سفر کرتے ہوئے اس کے پاس پہنچے ہیں۔ مقوقس نے کہا: جس دین اور پیغام کی طرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا، اس کے بارے میں تمہارا کیا رویہ رہا؟ انہوں نے کہا: ہم میں سے کوئی بھی اس نبی کی پیروی نہیں کرتا۔ مقوقس نے تعجب اور استفسار کے انداز میں پوچھا: کہ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: وہ ہمارے پاس ایک نیا دین لے کر آیا ہے، ایسا دین جس پر نہ ہمارے باپ دادا تھے نہ ہی بادشاہ اس دین پر ہے، انہوں نے کہا کہ وہ اپنے آباء واجداد کے دین پر قائم ہیں، اسی روایت کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ مقوقس نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی قوم قریش نے ان کی دعوت کے ساتھ کیا رویہ اختیار کیا؟ انہوں نے کہا: اس نبی کے پیچھے نوجوان اور کم عمر افراد ہیں، اس کی قوم کے پچھلے لوگ اور دیگر عرب مختلف مقامات پر اس سے مقابلہ کر چکے ہیں؛ کبھی ان کا دشمن ان پر غالب آجاتا اور مسلمانوں کو نقصان ہوتا ہے کبھی وہ نبی اور اس کے ساتھی غالب آتے اور فتح حاصل کرتے۔ مقوقس نے کہا: کیا تم مجھے یہ نہیں بتاؤ گے کہ وہ کس دین یا کس مقصد کی طرف دعوت دیتا ہے؟ انہوں نے کہا: وہ ہمیں اس بات کی طرف بلاتا ہے کہ ہم اللہ کی عبادت کریں، جو یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، ہم اپنے آباء واجداد کے عبادت کردہ معبودوں کو ترک کر دیں، وہ ہمیں نماز قائم کرنے زکوٰۃ ادا کرنے کی طرف بلاتا ہے۔ مقوقس نے کہا: نماز اور زکوٰۃ کیا ہیں؟ کیا اس کے لیے مخصوص اوقات ہیں؟ جو پہچانا جاتا ہے، کوئی تعداد ہے جس پر وہ ختم ہو جاتی ہیں؟ انہوں نے کہا: وہ دن اور رات میں پانچ نمازیں پڑھتے ہیں، یہ سب نمازیں اپنے وقت اور مقررہ تعداد کے ساتھ ہیں، جسے انہوں نے ان کے لیے بیان اور مقرر کر دیا ہے۔ وہ ہر اس مال میں سے جو بیس مثقال تک پہنچ جائے، آدھا مثقال ادا کرتے ہیں۔ انہوں نے مقوقس کو تمام اموال کی زکوٰۃ کے بارے

میں بھی خبر دی۔ مقوقس نے کہا: تو کیا تم نے دیکھا کہ جب وہ اس مال کو لیتا ہے تو کہاں خرچ کرتا ہے، کس کو دیتا ہے؟ انہوں نے کہا: وہ زکوٰۃ کو ان کے فقراء پر لوٹا دیتا ہے، وہ صلہ رحمی، ایفائے عہد، زنا اور شراب کی حرمت کا حکم دیتا ہے، وہ اس جانور کو نہیں کھاتا جو اللہ کے سوا کسی اور کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔ مقوقس نے کہا: یہ نبی ہے جو لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے، اگر قبطی اور رومی اس نبی کو پا لیتے تو اس کی پیروی کرتے، اس بات کا حکم انہیں عیسیٰ ابنِ مریم علیہما السلام نے دیا تھا، یہ جس چیز کا تم اس نبی کے بارے میں ذکر کر رہے ہو، اسی چیز کے ساتھ اس سے پہلے کے انبیاء بھیجے گئے تھے، عنقریب انجام کار اور غلبہ اسی کے لیے ہو گا، یہاں تک کہ کوئی اس کے ساتھ نزاع اور مقابلہ نہ کر سکے گا، اس کا دین ظاہر ہو جائے گا یہاں تک کہ انسانوں کے قدموں جانوروں کی سموں کی پہنچ تک، زمین کے ہر گوشے تک، سمندروں کے آخری کنارے تک، قریب ہے کہ اس کی قوم اپنی جانوں اور اپنے جسموں سے اس کا دفاع کرے گی، انہوں نے کہا: اگر تمام لوگ اس نبی پر ایمان لے آئیں، ہم پھر بھی اس پر ایمان نہیں لائیں گے۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پس مقوقس نے اپنا سر جھکا لیا، مقوقس نے کہا: تم لوگ کھیل تماشے میں لگے ہوئے ہو (سنجیدگی اور حقیقت سے دور ہو)، اس نے کہا: اس کی قوم میں ان کا حسب و نسب، خاندان اور مقام کیا ہے؟ ہم نے کہا: وہ اپنی قوم میں سب سے بہترین نسب والا ہے، اس نے کہا: بالکل اسی طرح، قسم ہے مسیح کی! انبیاء ہمیشہ اپنی قوم کے معزز و معتبر نسب میں مبعوث کیے جاتے ہیں، مقوقس نے کہا: اس کی گفتگو کا انداز کیسا ہے؟ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے کہا: وہ اپنی سچائی اور دیانت داری کی وجہ سے صرف 'الامین' کہلاتا ہے، مقوقس نے کہا: تم لوگ اپنے معاملے میں غور کرو، کیا تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ وہ تمہارے اور اپنے درمیان سچ بولتا ہے اور اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے؟ اس نے کہا: پھر کون اس کی پیروی کرتا ہے؟ ہم نے کہا:

نوجوان۔ اس نے کہا: کہ یہی سنت ہے، اور عیسیٰ ابنِ مریم علیہما السلام کی قسم! انبیاء کے ابتدائی پیروکار ہمیشہ ایسے ہی ہوتے ہیں، یعنی نوجوان اور کمزور طبقے کے لوگ، اس نے کہا: یثرب کے یہود نے نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیسا رویہ اختیار کیا؟ حالانکہ وہ اہلِ تورات ہیں، ہم نے کہا: یہود نے اس کی مخالفت کی، تو اس نے ان پر حملہ کیا، انہیں قتل کیا، انہیں قید کیا، تو وہ ہر سمت میں منتشر ہو گئے۔ مقوقس نے کہا: یہود ایک حسد کرنے والی قوم ہے، انہوں نے اس نبی سے حسد کیا، یقیناً یہود اس نبی کے معاملے کو اسی طرح جانتے ہیں جیسے ہم جانتے ہیں، مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: پھر ہم مقوقس کے پاس سے اٹھے، ہم نے ایسی گفتگو سنی جس نے ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے عاجز اور فروتن بنا دیا، ہم نے کہا: عجم کے بادشاہ اس نبی کی تصدیق کرتے ہیں وہ اس کے غلبے اور دعوت کی قوت سے خوفزدہ ہیں، حالانکہ ان کا نسب اور تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہے، یعنی وہ عرب نہیں بلکہ عجم ہیں، ہم اس کے قریبی رشتہ دار اور ہمسائے ہیں، اس کے باوجود ہم ایمان لا کر اس کے ساتھ شامل نہ ہوئے، حالانکہ وہ خود ہمارے گھروں تک دعوت دینے آیا، (یعنی قریب ترین تعلق رکھنے کے باوجود ہم نے اس کی دعوت قبول نہ کی)، مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر میں اپنے گھر لوٹ آیا اور اسکندریہ میں قیام کیا، مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اہلِ کتاب کے مراکز میں جا کر ان کے عقائد اور ردِ عمل کو جاننے کی کوشش کی، میں نے اس کے قبطی اور رومی پادریوں سے پوچھا کہ وہ اپنی کتابوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی صفات پاتے ہیں، قبطیوں میں ایک اسقف تھا جو کلیسائے یوحنا کا سربراہ تھا۔ لوگ اپنے مریض اس کے پاس لاتے وہ ان کے لیے دعا کرتا۔ میں نے کبھی کسی کو اس سے زیادہ محنتی عبادت گزار نہیں دیکھا، میں اس کے پاس گیا اور کہا: کہ کیا اب بھی کوئی نبی باقی ہے؟ اس نے کہا: ہاں، وہ آخری نبی ہوں

گے،ان کے اور عیسیٰ ابنِ مریم کے درمیان کوئی اور نبی نہیں ہے، وہ اللہ کی طرف سے بھیجے گئے ایک نبی ہوں گے، عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیں ان کی پیروی کا حکم دیا ہے، وہ نبی ہوں گے، اُمی ہوں گے جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے ہوں گے، وہ عربوں میں سے ہوں گے،ان کا نام احمد ہو گا، وہ نہ زیادہ لمبے ہوں گے نہ ہی زیادہ پست قد ہوں گے یعنی ان کا قد نہ بہت لمبا نہ بہت چھوٹا ہو گا بلکہ درمیانہ قد ہو گا، ان کی آنکھوں میں سرخی ہو گی، وہ نہ بالکل سفید رنگت والے ہوں گے نہ ہی بالکل سانولے، رنگت درمیانی ہو گی، نہ بہت زیادہ سفید نہ ہی زیادہ سانولی، بلکہ ایک معتدل خوبصورت رنگت والے ہوں گے، وہ اپنے بال بڑھاتے ہوں گے، موٹے کپڑے پہنتے ہوں گے، جو کھانا میسر ہو گا اسی پر اکتفا کریں گے، اس کی تلوار اس کے کندھے پر ہو گی، وہ جس سے بھی مقابلہ کرے گا پرواہ نہ کرے گا، وہ نبی بہ نفس نفیس خود قتال کریں گے، ان کے ساتھ ان کے اصحاب ہوں گے جو اپنی جانوں کو ان پر قربان کریں گے، وہ اس نبی سے اپنی اولاد اور اپنے والدین سے بھی بڑھ کر محبت کریں گے، وہ حرم کی سرزمین سے نکلیں گے ایک دوسرے حرم کی طرف آئیں گے، وہ ایسی سرزمین کی طرف ہجرت کریں گے جو دلدلی زمین اور کھجوروں والی ہو گی، وہ ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہوں گے، مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ فرماتے ہیں: میں نے اس پادری سے کہا کہ مجھے اس نبی کی صفات میں مزید اضافہ کر کے بتاؤ، اس پادری نے کہا: وہ نبی اپنے کمر کے گرد ازار (تہبند) باندھیں گے، وہ نبی اپنے ہاتھ، پاؤں اور دیگر اعضائے وضو کو دھوئیں گے، وہ نبی ایسی خصوصیات اور فضائل کے ساتھ ممتاز کیے جائیں گے جن کے ساتھ ان سے پہلے کسی نبی کو ممتاز نہیں کیا گیا، پہلے نبی اپنی مخصوص قوم (یا علاقے) کی طرف بھیجے جاتے تھے، وہ (آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم) تمام لوگوں کی طرف بھیجے جائیں گے، اس نبی کے لیے زمین کو مسجد اور پاکیزگی کا ذریعہ بنا دیا جائے گا، جب بھی اور جہاں بھی نماز کا وقت داخل ہو گا، وہ نبی (صلی اللہ

علیہ وسلم) نماز ادا کریں گے، اگر پانی نہ ملے گا تو وہ مٹی سے تیمم کریں گے نماز ادا کریں گے، سابقہ انبیاء کی امتوں پر عبادت کے معاملے میں سختی تھی۔ان کے لیے نماز یا عبادت مخصوص مقامات تک محدود تھی۔یعنی ان پر سختی کی گئی تھی کہ وہ صرف گرجا گھروں عبادت خانوں ہی میں نماز ادا کرتے تھے۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے یہ سب باتیں اس اسقف کے بیان کے ساتھ ساتھ، دیگر اہل کتاب کے اقوال جمع کیے، جو کچھ میں نے اس بارے میں سنا، سب کو یاد کر لیا۔

واقدی نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے واپس آنے اسلام قبول کرنے کے بارے میں ایک طویل حدیث ذکر کی ہے، جو کچھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کے بارے میں بتایا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علامات اور اوصاف سن کر خوشی ہوتی تھی، کیونکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی صداقت کی مزید دلیل تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی یہ اوصاف سنیں، تاکہ ان کا ایمان مزید مضبوط ہو وہ اہلِ کتاب کی بشارتوں کو جان سکیں۔ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ باتیں سنایا کرتا تھا، یہ معاملہ اہلِ کتاب کے علماء ان کے بڑے لوگوں کے نزدیک معروف اور مشہور تھا۔

ابو حاتم نے اپنی صحیح میں یہ روایت نقل کی ہے، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ فرماتے ہیں: مسلمانوں کا ایک لشکر روانہ ہوا میں ان کا امیر تھا یہاں تک کہ ہم اسکندریہ میں جا کر اترے، ان کے سرداروں اور بڑے لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا: میرے پاس ایک نمائندہ یا ترجمان کو بھیجو تاکہ وہ مجھ سے بات کرے میں اس سے بات کروں، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: اس شخص کے پاس میرے سوا کوئی نہ جائے، وہ کہنے لگے: میں اس شخص کی طرف نکلا، میرے ساتھ میرا مترجم تھا اس کے

ساتھ اس کا مترجم تھا، اس نے کہا: تم لوگ کون ہو؟ میں نے کہا: ہم عرب ہیں، ہم وہ لوگ ہیں جو لڑائی اور طاقت میں مشہور ہیں، ہم اللہ کے حرمت والے گھر بیت اللہ کے متولی اس کے خادم ہیں، ہم سب سے تنگ زمین والے تھے، سب سے زیادہ سخت پر مشقت زندگی گزارنے والے تھے۔ ہم مردار اور خون کھاتے تھے، ہم میں سے بعض قبائل ایک دوسرے پر حملے کرتے تھے، ہماری قوم میں ایک شخص ظاہر ہوا، (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اس وقت وہ ہمارے درمیان مال و دولت، دنیاوی مرتبے یا ظاہری حیثیت کے لحاظ سے سب سے بڑے نہ تھے، نہ ہی وہ ہم میں سب سے زیادہ مالدار تھے، انہوں نے کہا: میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، انہوں نے ہمیں ان باتوں کا حکم دیا جنہیں ہم پہلے نہیں جانتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ان تمام جاہلی رسم و رواج اور برے اعمال سے روک دیا جن پر ہم پہلے قائم تھے، وہی جاہلی رسم و رواج برے اعمال ہمارے آباء و اجداد کے طریقے تھے، ہم انہی کی پیروی کرتے تھے، ہم نے ان کی تکذیب کی، ان کی رسالت کو ابتدا میں تسلیم نہ کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو پہلے ہم نے جھٹلایا، لیکن پھر ایک دوسری قوم (یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنھم) ان کے پاس آئی اور ایمان لے آئی، انہوں نے ہم سے جنگ کی، کیونکہ ہم نے انکار کیا مخالفت کی تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت کے قریب ترین عرب قبائل کو مخاطب کیا، ان کے ساتھ عملی مقابلہ ہوا، انہوں نے ان سے جنگ کی، اللہ کی نصرت سے ان پر غالب آ گئے، اگر وہ عرب جو ابھی تک اسلام میں داخل نہیں ہوئے، اگر وہ تمہاری اس خوشحالی کو جان لیں تو سب تمہارے پاس آجائیں گے، تاکہ تمہارے ساتھ اس خوشحال زندگی میں شریک ہو جائیں جس میں تم ہو، وہ سردار ہنسا، پھر کہا: یقیناً تمہارے رسول نے سچ کہا ہے، ہمارے پاس بھی ہمارے رسول اسی چیز کے ساتھ آئے تھے جس کے ساتھ تمہارے رسول آئے ہیں، اگر تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کے احکاماس کی تعلیمات کو مضبوطی سے پکڑلو، تو کوئی بھی تمہارے مقابلے میں کامیاب نہ ہوگا، بلکہ تم ہمیشہ غالب رہوگے، کوئی بھی تمہارے ساتھ شریک نہ ہوگا، چاہے وہ تمہارے ساتھ مقابلہ کرے یا تمہارے ساتھ زندگی میں حصہ لیناچاہے، مگر تم اس پر غالب آجاؤگے، یعنی تمہاری برتری اور غلبہ قائم رہے گا، اگر تم بھی وہی کروجو ہم نے کیا، یعنی اپنے رسولوں کی تعلیمات کو چھوڑدیا، تم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو ترک کردوگے، تو پھر تمہاری تعداداور قوت ہم سے زیادہ نہ ہوگی، بلکہ تم بھی ہماری طرح کمزور اور مغلوب ہو جاؤگے۔

فصل: فارس کے بادشاہوں کی طرف خطوط اور قاصد روانہ کرنے کا بیان

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فارس کے مجوسیوں سے قتال کیا، اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح عطا فرمائی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کی تصدیق ظاہر ہوگئی، جب آپ نے فرمایا تھا: «جب کسریٰ (فارس کا بادشاہ) ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا، جب قیصر (روم کا بادشاہ) ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یقیناً کسریٰ و قیصر کے خزانے اللہ عزوجل کے راستے میں خرچ کیے جائیں گے» اس حدیث کی تخریج صحیحین میں کی گئی ہے

یہ اس کے بعد ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجوسیوں کی طرف اپنا نمائندہ بھیجا، کسریٰ بادشاہِ فارس کے نام ایک خط لکھا، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصاریٰ (عیسائی بادشاہوں) کے نام خط لکھا تھا، جیسا کہ پہلے قیصر (روم کے بادشاہ) مقوقس (مصر کے حکمران) کے بارے میں گزر چکا ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نصاریٰ کے بادشاہوں (جیسے قیصر روم، مقوقس مصر، نجاشی حبشہ) کو خطوط ارسال

فرمائے، توان بادشاہوں نے ان خطوط کو ادب واحترام کے ساتھ قبول کیا، پس ان کی بادشاہت باقی رہی، اور جہاں تک فارس کے بادشاہ کا تعلق ہے، تواس نے (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا) خط پھاڑ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خلاف دعا کی اور فرمایا: «اے اللہ ! ان کی سلطنت کو پورے کے پورے ٹکڑے کے ٹکڑے کر دے» پس ان کے لیے کوئی بادشاہت باقی نہ رہی۔

ابن عباس رضی اللہ عنھما نے فرمایا: «رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خط کسریٰ کے نام بھیجنے کے لیے عبد اللہ بن حذافہ کو روانہ فرمایا، عبد اللہ بن حذافہ جب خط لے کر گئے تو کسریٰ نے اسے براہِ راست قبول کرنے کے بجائے عظیم البحرین (بحرین کے گورنر) کے حوالے کر دیا، پھر بحرین کے سردار نے وہ خط کسریٰ کے حوالے کر دیا، جب کسریٰ نے اسے پڑھا تو اس نے اس خط کو پھاڑ دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف دعا کی کہ وہ پورے کے پورے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں»

ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ اور قیصر کے نام خط لکھا، جہاں تک کسریٰ کا تعلق ہے، جب اس نے خط پڑھا تو اسے پھاڑ دیا، جہاں تک قیصر کا تعلق ہے، جب اس نے خط پڑھا تو اسے لپیٹ کر اپنے پاس رکھ لیا، جب یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا: «رہا یہ گروہ، یعنی کسریٰ اور اس کے لوگ، تو وہ ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں گے، جہاں تک اُن کا تعلق ہے، تو ان کے لیے کچھ باقی رہ جائے گا»

ابن اسحاق نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن حذافہ بن قیس السھمی کو کسریٰ بن ہرمز، بادشاہِ فارس، کے پاس بھیجا، اس میں لکھا: «بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ محمد رسول اللہ کی طرف سے کسریٰ، عظیم فارس کے نام سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے، اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے، اور

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود بر حق نہیں، وہ یکتا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور یہ کہ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں، میں تمہیں اللہ کی دعوت کے ساتھ بلاتا ہوں، بیشک میں تمام لوگوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں؛ تاکہ میں زندہ دلوں کو خبر دار کر دوں، کافروں پر اللہ کا فیصلہ اور عذاب ثابت ہو جائے، اسلام قبول کر و تو تم سلامتی پاؤ گے، اگر تم نے انکار کیا تو مجوسیوں کا گناہ تم پر ہو گا»

جب اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پڑھا تو اسے پھاڑ ڈالا، اس نے کہا: یہ میرے پاس اس طرح کا خط لکھتا ہے، حالانکہ وہ میرا غلام ہے؟

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کسریٰ کے اس قول کی وجہ اس کا تکبر اور غرور تھا: کہ حبشی لوگ یمن پر حکومت کر چکے تھے، ان کا بادشاہ جو نصرانی تھا، بیت اللہ کو ڈھانے کے لیے ہاتھیوں کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوا؛ اللہ نے ان پر سمندر کی جانب سے جُھنڈ کے جُھنڈ پرندے بھیج دیے، وہ پرندے جُھنڈ کے جُھنڈ تھے، لیکن ایک ہی سمت میں نہیں بلکہ مختلف سمتوں سے جھنڈ کے جھنڈ ہو کر آئے تھے، ان پرندوں نے وہ کنکریاں حبشی نصاریٰ پر پھینکیں اور انہیں ہلاک کر دیا، یہ ایک عظیم نشانی تھی، جس کے ذریعے امتیں بیت اللہ اور اس کے پڑوسیوں کے سامنے جھک گئیں۔

عقل مندوں نے جان لیا کہ یہ اللہ کی طرف سے عرب کے مشرکین کی مدد نہیں تھی، بیشک نصاریٰ کا دین ان کے دین سے بہتر ہے، یہ نصرت دراصل بیت اللہ اور اس امتِ مسلمہ کے لیے تھی جو اس کی تعظیم کرتی ہے، اس نبی کے لیے جو اسی بیت (اللہ کے گھر) سے مبعوث کیا جائے گا، یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے سال پیش آیا، اللہ نے اس بارے میں قرآن نازل فرمایا: {أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَابِ الْفِيلِ – أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ – وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ – تَرْمِيهِمْ

بِحِجَارَةٍ مِنْ سِجِّيلٍ – فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَأْكُولٍ} کیاآپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں سے کیا برتاؤ کیا۔ کیااس نے ان کی تدبیر کو بے کار نہیں بنادیا تھا۔اس نے ان پر غول کے غول پرندے بھیجے۔ جہاں پر پتھر کنکر کی قسم کے پھینکتے تھے۔ پھر انہیں کھائے ہوئے بھس کی طرح کر ڈالا۔[الفیل: 1 – 5]

پھر یہ کہ سیف بن ذی یزن (اپنی قوم کوآزاد کرانے کے لیے فارس) کسریٰ کے پاس گیا،اس نے کسریٰ سے ایک لشکر طلب کیا تا کہ اس کے ذریعے حبشیوں پر حملہ کرے، اس کے ساتھ فارس اور مجوس (آتش پرستوں) کالشکر بھیجا، یہ لشکر یمن میں داخل ہوااور حبشیوں کو شکست دے کر وہاں سے نکال دیا،اس طرح یمن دوبارہ عربوں کے ہاتھ میں آگیا، کسریٰ نے یمن میں اپناایک نائب (گورنر) مقرر کیاتا کہ وہاں فارس کی بالادستی قائم رہے، یہ سیف بن ذی یزن ان لوگوں میں سے تھا جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہی آپ کی بشارت دی تھی،جب عبدالمطلب سیف بن یزن کے پاس وفد لے کر گئے اس بات کی خبر آپ کے داداعبدالمطلب کو دی، سیف بن ذی یزن نے عبدالمطلب کو خوشخبری دی کہ عنقریب اسی بیت اللہ سے ایک نبی مبعوث ہوں گے۔

جب یمن کسریٰ کے تابع ہو گیا،اسی لیے کسریٰ نے اپنے نائب کو، جو یمن پر مقرر تھا، یہ حکم بھیجا کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کواس کے پاس لے آئے؛یمن کالشکر عموماً مکہ اور مدینہ والوں پر غالب آجاتا تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں: مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی توآپ نے فرمایا:

«اللہ اس کی سلطنت کو پارہ پارہ کردے گا»

پھر کسریٰ نے باذان کو لکھا باذان یمن میں کسریٰ (فارس کے بادشاہ خسرو پرویز) کا نائب اور گورنر تھا کہ تم اپنے پاس سے دو مضبوط آدمی اس شخص کے پاس بھیجو جو حجاز میں ہے، وہ دونوں اسے میرے پاس لے آئیں، باذان نے اپنا قہرمان (افسر) بھیجا، جو بابویہ تھا، بعض نے کہا کہ وہ فیروز دیلمی تھا، جو حساب رکھنے والا لکھنے والا تھا،اس کے ساتھ ایک شخص فارس والوں میں سے بھی بھیجا،اس نے ان دونوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ایک خط بھیجا، جس میں حکم دیا کہ آپ ان کے ساتھ روانہ ہو کر کسریٰ کے پاس آئیں،اس نے بابویہ سے کہا: ہلاکت ہو تجھ پر! دیکھ کہ یہ شخص کیسا ہے،اس سے بات کر اور میرے پاس اس کی خبر لے کر آ، پس وہ دونوں نکلے یہاں تک کہ طائف پہنچے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا، تو لوگوں نے کہا: وہ مدینہ میں ہیں۔ کافروں نے خوشی کا اظہار کیا اور کہا: کہ کسریٰ نے اس کے لیے (یعنی اس کے مقابلے کے لیے) بندوبست کر دیا ہے اب ہمیں اس شخص یعنی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں فکر کرنے کی ضرورت نہیں رہی، وہ دونوں نکلے یہاں تک کہ مدینہ پہنچے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے، بابویہ نے آپ سے گفتگو کی،اس نے کہا: شہنشاہ، بادشاہوں کے بادشاہ کسریٰ نے بادشاہ باذان کو لکھا ہے کہ وہ کسی کو بھیجے جو آپ کو اس کے پاس لے آئے،اس نے کہا: مجھے آپ کے پاس بھیجا گیا ہے، پس آپ میرے ساتھ چلیں،اگر آپ ایسا کریں گے تو وہ آپ کے ساتھ بادشاہوں کے بادشاہ (کسریٰ) کے نام ایک خط لکھے گا، جو آپ کے لیے فائدہ مند ہو گا اس کے ذریعے وہ آپ سے باز آجائے گا، اگر آپ نے انکار کیا، تو وہ (کسریٰ) وہی ہے جسے آپ جانتے ہیں، وہ آپ کو ہلاک کر دے گا، آپ کی قوم کو ہلاک کر دے گا آپ کے ملک کو برباد کر دے گا۔

جب وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو ان کی حالت یہ تھی کہ انہوں نے اپنی داڑھیاں منڈوا رکھی تھیں مونچھیں بڑھا رکھی تھیں، جیسا کہ فارس کے دربار کا رواج تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس حالت کو ناپسند فرمایا ان کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہ کیا، ان دونوں سے کہا: «افسوس تم دونوں پر! تمہیں اس کا حکم کس نے دیا؟» انہوں نے جواب دیا: "أمر نا ربنا" یعنی: ہمارے رب (کسریٰ) نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا: «لیکن میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنی داڑھی بڑھاؤں اور اپنی مونچھیں پست کروں» آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا: واپس جاؤ، کل میرے پاس آنا۔

جب وہ دوبارہ حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وَجَاءَ الْخَبَرُ مِنَ السَّمَاءِ" آسمان سے خبر آ گئی ہے، بیشک اللہ عزوجل نے کسریٰ پر اس کے بیٹے شیرویہ کو مسلط کر دیا ہے، اس نے اسے فلاں مہینے میں قتل کر دیا ہے، فلاں رات میں، فلاں گھڑی میں، جب وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا: «بیشک میرے رب نے تمہارے رب کو فلاں رات، فلاں مہینے، رات کے فلاں حصے کے بعد قتل کر دیا۔ اس پر اس کے بیٹے شیرویہ کو مسلط کیا، اس نے اسے قتل کر دیا»، دونوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ ہم نے آپ سے اس سے بھی ہلکی بات پر ناراضگی ظاہر کی ہے، تو کیا ہم اس بات کو آپ کی طرف سے لکھ دیں بادشاہ کو اس کی خبر پہنچا دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «ہاں، اسے میری طرف سے یہی خبر دے دو، تم دونوں اس سے کہہ دینا کہ میرا دین میری سلطنت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک کسریٰ کی بادشاہت پہنچی تھی، یہ دین اور سلطنت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک انسانوں کے جوتے جانوروں کے سم جا سکتے ہیں، تم

دونوں اس سے کہہ دینا کہ اگر تو اسلام لے آئے تو میں تجھے وہ سب کچھ دے دوں گا جو تیرے قبضے میں ہے، تجھے تیرے قوم کے ابناء (یعنی فارس کے مقامی گورنر اور رعایا) پر حکمران بنا دوں گا» ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھی کو ایک پٹی (کمر بند) عطا کی جو سونے اور چاندی کی بنی ہوئی تھی، اسے بعض بادشاہوں نے آپ کو تحفے میں دیا تھا، وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکلے، یہاں تک کہ باذان کے پاس پہنچے اسے یہ خبر دی

باذان نے کہا: اللہ کی قسم! یہ کسی بادشاہ کا کلام نہیں ہے، میں تو دیکھ رہا ہوں کہ یہ شخص جیسا کہ وہ خود کہتا ہے، واقعی نبی ہے، ہم ضرور دیکھیں گے کہ اس نے جو کہا ہے وہ سچ ہے یا نہیں؟ اگر وہ جو کچھ کہہ رہا ہے سچ ہے، تو پھر اس میں کوئی بات باقی نہیں رہتی؛ یقیناً وہ اللہ کا بھیجا ہوا نبی ہے، اور اگر ایسا نہ ہوا (یعنی خبر درست نہ نکلی) تو ہم اس کے بارے میں اپنا فیصلہ کریں گے، پس زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ باذان کے پاس شیرویہ کا خط پہنچ گیا: أَمَّا بَعْدُ، بیشک میں نے کسریٰ کو قتل کر دیا ہے، میں نے یہ قتل ذاتی خواہش یا اقتدار کی ہوس کے لیے نہیں کیا، بلکہ فارس کے عوام کے غصے اور ناراضگی کی وجہ سے کیا ہے، اس لیے کہ وہ ان کے سرداروں کے قتل کو جائز سمجھنے لگا تھا انہیں اپنی لشکری مہمات میں جھونکنے لگا تھا، پس جب میرا یہ خط تمہارے پاس پہنچے تو جو لوگ تمہارے زیرِ اقتدار ہیں، ان سے میرے لیے اطاعت حاصل کرو، اور اس آدمی کو دیکھو جس کے بارے میں کسریٰ نے تمہیں لکھا تھا، تو اسے نہ چھیڑنا یہاں تک کہ میرے پاس سے اس کے بارے میں حکم آ جائے۔

جب شیرویہ کا خط باذان تک پہنچا تو اس نے کہا: یقیناً یہ شخص اللہ کا رسول ہے، اور میں اللہ کے لیے اسلام لے آیا، فارس کے وہ لوگ جو یمن میں تھے، سب کے سب اسلام لے آئے۔

ابو معشر کہتے ہیں: مجھ سے المقبری نے بیان کیا وہ کہتے ہیں: فیروز دیلمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، اس نے کہا: بے شک کسریٰ نے باذان کو لکھا ہے کہ مجھے خبر ملی ہے کہ تمہاری سرزمین میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، پس اسے قید کر کے میرے پاس بھیج دو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نے اس سے کہا: «بیشک میرے رب نے تیرے رب پر غضب کیا ااسے قتل کر دیا، اس کا خون ابھی اسی وقت اس کے حلق پر گرم ہے» فیروز الدیلمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکلا، اصل خبر سنی، نہ صرف اسلام قبول کیا بلکہ اس کا اسلام مضبوط اور کامل ہوا، وہ ایک نیک آدمی تھا، اسلام میں اس کی خوبصورت یادگاریں ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے اسود عنسی کذاب کو قتل کیا، جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا، اسود ایک جابر شخص تھا، اس نے ابو مسلم خولانی کو بلایا، اس نے ابو مسلم خولانی سے کہا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ ابو مسلم نے جواب دیا: مجھے کچھ سنائی نہیں دے رہا، اسود عنسی نے ابو مسلم خولانی سے کہا: کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں؟ ابو مسلم خولانی نے کہا: ہاں، اسود عنسی نے یہ بات ابو مسلم خولانی پر بار بار دہرائی، اس نے حکم دیا کہ ایک بڑی آگ تیار کی جائے، پھر اس نے ابو مسلم کو اس آگ میں ڈالنے کا حکم دیا، مگر آگ نے انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا، جب ابو مسلم کو آگ میں ڈالا گیا تو اللہ تعالیٰ نے آگ کو فوراً بجھا دیا، اسود عنسی کے قریب موجود لوگوں نے کہا: "أخرج هذا عنك من أرضك" اسے اپنی سرزمین سے نکال دو، اسود کے ساتھیوں کو خوف ہوا کہ ابو مسلم کی موجودگی اسود کے جھوٹے دعوے کو مزید کمزور کر دے گی اس کے پیروکاروں کو متاثر کرے گی، اس لیے انہوں نے کہا: "لئلا يفسد عليك أتباعك" تاکہ وہ تیرے پیروکاروں کو خراب نہ کرے، اسود عنسی کذاب نے ابو مسلم خولانی کو اپنی سرزمین سے نکال دیا۔

ابو مسلم مدینہ منورہ پہنچے، اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا چکے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلافت کی ذمہ داری حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دی گئی، انہوں نے اپنی سواری مسجد نبوی کے دروازے پر بٹھائی، ابو مسلم مسجد نبوی میں داخل ہوئے ایک ستون (ساریہ) کے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے، عمر رضی اللہ عنہ نے ابو مسلم کو دیکھا، تو ان کے پاس آکر کہا: یہ آدمی کس علاقے یا کس قوم سے ہے؟ ابو مسلم نے کہا: میں اہلِ یمن میں سے ہوں۔ اس شخص کا کیا ہوا جسے اس کذاب (اسود عنسی) نے آگ میں جلایا تھا؟ ابو مسلم نے کہا: یہ عبدُاللہ بن ثَوب ہیں، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تجھے اللہ کا واسطہ دیتا ہوں، کیا وہ شخص تم ہی ہو؟ ابو مسلم نے کہا: اللہ کی قسم، ہاں وہ میں ہی ہوں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے ابو مسلم کو گلے لگا لیا، عمر رضی اللہ عنہ روئے، ابو مسلم کو اپنے ساتھ لے گئے یہاں تک کہ انہیں اپنے اور ابو بکر رضی اللہ عنہما کے درمیان بٹھا دیا، عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: تمام تعریف اللہ کے لیے ہے، جس نے مجھے اس وقت تک زندہ رکھا کہ میں امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسے شخص کو دیکھ سکوں جس کے ساتھ وہی معاملہ ہوا جو ابراہیم خلیلُ الرَّحمٰن کے ساتھ ہوا تھا۔

پھر فیروز الدَّیلمی نے اسود عنسی کے خلاف خروج کیا اور اسے قتل کر دیا، اسود عنسی کے قتل کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت اپنی وفات کی بیماری میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (خوشی کے سبب باوجود علالت کے) تشریف لائے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ خوشخبری سنائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «اسود عنسی کو آج رات ایک صالح شخص نے قتل کیا ہے جو صالح لوگوں کے گروہ سے تعلق رکھتا ہے» اسود عنسی کے قتل کا قصہ مشہور و معروف ہے، اسی طرح نجد کے مسیلمہ کذاب کا قصہ، ان جیسے دیگر جھوٹے نبوت کے دعویداروں کی قصے بھی تاریخ میں محفوظ ہیں۔

فصل: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مجوس پر جزیہ مقرر فرمانا

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عراق اور خراسان فتح کیا، تو انہوں نے مجوس پر جزیہ مقرر کیا، جیسا کہ ان خلفاء نے نصاریٰ پر بھی جزیہ مقرر کیا، اس کے بعد انہیں اسلام کی دعوت دی تھی، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی اسلام کی دعوت دی تھی، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود، نصاریٰ اور مجوس پر جزیہ مقرر کیا، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اللہ عزوجل کی طرف دعوت دی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو منذر بن ساوی عبدی کی طرف اپنے خط کے ساتھ روانہ فرمایا، یہ خط منذر بن ساوی کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے لکھا گیا۔ جو ہجر کا حاکم تھا اور ہجر بحرین کا ایک گاؤں ہے، علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: جب میں منذر بن ساوی کے پاس داخل ہوا، تو میں نے کہا: اے منذر! بیشک تو دنیا میں عقل و فہم کا بڑا مالک ہے، پس اپنی اس عقل کو آخرت کے معاملے میں حقیر یا کم تر نہ بننے دے، بے شک یہ مجوسیت (آتش پرستی) بدترین دین ہے، اس (مجوسیت) میں عربوں کی کوئی شرافت نہیں ہے، نہ ہی اس (مجوسیت) میں اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) کا علم (اور شرافت) ہے، وہ ایسی شادیاں کرتے ہیں جس سے (شرم وحیا کے تقاضے کے تحت) نکاح میں حیا محسوس کی جاتی ہے (یعنی حرام اور قبیح نکاح کرتے ہیں)، وہ ایسی چیزیں کھاتے ہیں جنہیں کھانے سے عزت و شرافت پرہیز کرتی ہے، وہ دنیا میں اس آگ کی عبادت کرتے ہیں جو قیامت کے دن انہیں خود کھا جائے گی، تو نہ تو عقل سے خالی ہے نہ ہی رائے اور تدبیر سے محروم ہے، پس غور کر، کیا یہ مناسب ہے کہ جو شخص اپنی بات میں جھوٹا نہیں ہے، اس کی تصدیق نہ کی جائے؟ کیا یہ

مناسب نہیں کہ جو شخص خیانت نہیں کرتا، اسے امانت دار جانو، جو شخص وعدہ خلافی نہیں کرتا، اس پر بھروسا کرو؟ پس اگر یہ صفات ایسی ہی ہیں جیسا میں نے بیان کیا، تو یہی وہ امی نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو اللہ کی قسم! کوئی صاحبِ عقل یہ بات نہیں کہہ سکتا کہ کاش جس چیز کا اس نے حکم دیا تھا، اسی سے اس نے منع کر دیا ہوتا، یا یہ کہے کہ کاش! جس چیز سے اس نے منع کیا ہے، اس کا حکم دیتا، یا یہ کہے کہ کاش! وہ اپنی بخشش میں زیادتی کرتا یا اپنے عذاب میں کمی کرتا، بے شک یہ کلام اس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے، عقلمندوں کی تمنا دانا لوگوں کے فکر کے عین مطابق ہے۔

منذر بن ساوی نے کہا: میں نے اس مجوسی مذہب پر جو میرے ہاتھ میں ہے، غور کیا تو اسے دنیا کے لیے موزوں پایا، نہ کہ آخرت کے لیے، میں نے تمہارے دین پر غور کیا تو اسے دنیا اور آخرت دونوں کے لیے موزوں پایا، لہٰذا مجھے ایسے دین کو قبول کرنے سے کون سی چیز روک سکتی ہے جس میں دنیوی زندگی کی آرزو اور اخروی موت کی راحت (یعنی سکون) ہے؟ آج تو میں خود بھی اسے قبول کر رہا ہوں لیکن میں کل تک حیران تھا کہ کوئی اس دین کو کیوں قبول کرتا ہے، آج میں اس شخص پر حیران ہوں جو اس دین کو رد کرتا ہے، بیشک جو شخص اس دین کو لے کر آیا ہے، اس کی تعظیم کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے قاصد کی تعظیم کی جائے، میں اپنی قوم سے مشورہ کر کے دیکھوں گا، پھر منذر نے اسلام قبول کر لیا، اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اسلام اور تصدیق کی خبر سے متعلق خط لکھا۔

عمرو بن عوف نے بیان کیا: «رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو بحرین کی طرف (قاصد یا عامل بنا کر) بھیجا، ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بحرین کا جزیہ لے کر آئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے بحرین کے لوگوں سے صلح کا معاہدہ کیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ بحرین پر علاء بن حضرمی رضی

اللہ عنہ کو گورنر مقرر فرمایا، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بحرین سے مال لے کر مدینہ آئے، انصار نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے مدینہ آنے کی خبر سنی، انصار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نمازِ فجر کے وقت مسجد میں جمع ہو گئے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کے ساتھ فجر کی نماز پڑھائی اور نماز سے فارغ ہوئے، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی موجودگی کا اظہار کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں دیکھا تو مسکرادیے فرمایا: میں گمان کرتا ہوں کہ تم لوگوں نے یہ خبر سن لی ہوگی کہ ابوعبیدہ (رضی اللہ عنہ) کچھ مال لے کر آئے ہیں۔ انصار نے کہا: جی ہاں، اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خوشخبری لو اور ایسی امید رکھو جو تمہیں خوش کرے۔ واللہ! میں تم پر فقر کا خوف نہیں رکھتا، لیکن میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم پر دنیا اس طرح کشادہ کر دی جائے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ کی گئی تھی، پھر تم اس میں اسی طرح سبقت لے جاؤ گے جیسے انہوں نے سبقت لی تھی، (دنیا کی ہوس) تمہیں ہلاک کر دے گی جیسے اس نے انہیں ہلاک کیا تھا›› اس حدیث کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے بجالہ بن عبدہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: ‹‹ہمارے پاس عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا خط ان کی وفات سے ایک سال پہلے آیا: ‹‹ہر مجوسی اور اس کے محرم (قریبی رشتہ دار) کے درمیان جدائی کر دو، عمر رضی اللہ عنہ نے مجوس سے جزیہ نہیں لیا تھا، یہاں تک کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر کے مجوس سے جزیہ لیا تھا››

ابن شہاب زہری نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجر کے مجوس سے جزیہ لیا، عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فارس کے مجوس سے جزیہ لیا، عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے بربر سے جزیہ لیا۔

ابن شہاب زہری نے کہا: ہمارے علم میں سب سے پہلے اہلِ کتاب میں سے جزیہ دینے والے نجران کے لوگ تھے، وہ نصاریٰ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین کے لوگوں سے جزیہ قبول کیا، وہ مجوس تھے۔ پھر اہلِ ایلہ نے جزیہ ادا کیا۔

اہلِ اذرح نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غزوۂ تبوک میں جزیہ معاہدے کے طور پر ادا کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اہلِ دومۃالجندل کی طرف بھیجا، انہوں نے ان کے سردار اُکیدِر کو گرفتار کر لیا، انہوں نے اس سے جزیہ پر صلح کر لی۔

ابو عبید قاسم بن سلام نے کہا: اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) سے قرآن کے نازل شدہ حکم کے مطابق جزیہ لیا جاتا ہے، مجوس، بربر اور دیگر غیر کتابیوں سے سنت نبوی کے مطابق لیا جاتا ہے۔

کتاب و سنت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر رسالت کے دلائل

امام مسلم نے انس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے: «بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ فارس کے بادشاہ، قیصر روم کے بادشاہ، نجاشی حبشہ کے بادشاہ اور ہر جبّار سرکش حکمران کو خط لکھا، انہیں اللہ عزوجل کی طرف دعوت دیتے ہوئے یہ خط جس نجاشی کو لکھا گیا تھا وہ اس نجاشی کی جانب نہیں تھا جس کی وفات کی خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کو اس دن مدینہ میں سنائی جس دن وہ فوت ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو لے کر مصلّٰی (نماز گاہ) تشریف لے گئے، پھر انہیں صف بندی کرائی اور نجاشی پر نماز جنازہ پڑھی» بلکہ وہ دعوت نامے والا نجاشی دوسرا نجاشی تھا جو اس جنازے والے نجاشی کے بعد بادشاہ بنا۔

امام مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کی ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «مجھے انبیاء پر چھ چیزوں کے ساتھ فضیلت دی گئی ہے: مجھے جامع کلمات عطا کیے گئے، مجھے رعب (دشمن کے دل میں خوف) کے ذریعے مدد دی گئی، میرے لیے غنیمتیں حلال کی گئیں، میرے لیے زمین مسجد اور پاک کرنے والی بنادی گئی، میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں، میرے ساتھ انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا»

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «ہر نبی خاص طور پر اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا، میں تمام لوگوں کی طرف عام طور پر بھیجا گیا ہوں»

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {قُلْ يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ} کہہ دو اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کی حکومت آسمانوں اور زمین میں ہے۔[الاعراف: 158]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا}اور ہم نے آپ کو جو بھیجا ہے تو صرف سب لوگوں کو خوشی اور ڈر سنانے کے لیے۔[سبا: 28]

قرآن میں یہود و نصاریٰ کی طرف دعوت کی طرف رغبت اس کے احکام موجود ہیں، قرآن میں مشرکوں اور بت پرستوں کی طرف دعوت، نیز تمام انسانوں اور جنوں کی طرف دعوت کے احکام واسالیب اس قدر ہیں جن کا شمار بغیر مشقت کے نہیں کیا جا سکتا، یہ سب کچھ دینِ اسلام سے بالکل واضح اور ضروری طور پر معلوم ہے (یعنی ہر مسلمان کو بنیادی طور پر اس کا علم ہے)، پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صرف عربوں ہی کی طرف خاص طور پر بھیجے گئے تھے؟ اگر آپ صرف عربوں کے نبی ہوتے تو یہ آپ کی دعوت، آپ کے قاصد، آپ کا مشرکین کے بعد یہود و نصاریٰ اور مجوس کے خلاف جہاد کیسے ہوتا؟ ان غیر عربوں کے

ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ سیرت کیا ہے؟ نیز، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر طور پر منقول کتاب (یعنی قرآن) بہت سے مقامات پر اہلِ کتاب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کی دعوت کا ذکر کرتا ہے، بلکہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس قرآن میں یہود و نصاریٰ میں سے جنہوں نے کفر کیا، ان کے کفر کا ذکر کرتا ہے، ان کے خلاف قتال کا حکم دیتا ہے، جیسا کہ اس کا فرمان ہے: {لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ} بے شک وہ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تو وہی مریم کا بیٹا مسیح ہے، کہہ دے کہ پھر اللہ کے سامنے کس کا بس چل سکتا ہے اگر وہ چاہے کہ مریم کے بیٹے مسیح اور اس کی ماں اور جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کو ہلاک کر دے، اور آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی سلطنت اللہ ہی کے لیے ہے، جو چاہے پیدا کرتا ہے، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔[المائدۃ: 17]

اسی سورہ التوبہ میں اس کا دوسرا فرمان بھی ہے: {لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ يَابَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ – لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا إِلَهٌ وَاحِدٌ وَإِنْ لَمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ – أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ – مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلَانِ الـ ّعَامَ انْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ انْظُرْ أَنَّى يُؤْفَكُونَ – قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ – قُلْ يَاأَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا

مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ}البتہ تحقیق وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ بے شک اللہ وہی مریم کا بیٹا مسیح ہی ہے، اور (حالانکہ) مسیح نے کہا کہ اے بنی اسرائیل! اس اللہ کی بندگی کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے، بے شک جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا سو اللہ نے اس پر جنت حرام کی اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔ بے شک وہ کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تین میں سے ایک ہے، اور (حالانکہ) سوائے ایک معبود کے اور کوئی معبود نہیں، اور اگر وہ اس بات سے باز نہ آئیں گے جو وہ کہتے ہیں تو ان میں سے کفر پر قائم رہنے والوں کو دردناک عذاب پہنچے گا۔ اللہ کے آگے کیوں توبہ نہیں کرتے اور اس سے گناہ نہیں بخشواتے، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ مریم کا بیٹا مسیح تو صرف ایک پیغمبر ہی ہے، اس سے پہلے اور بھی پیغمبر گزر چکے ہیں، اور اس کی ماں سچی ہے، وہ دونوں کھانا کھاتے تھے، دیکھ ہم انہیں کیسی دلیلیں بتلاتے ہیں پھر دیکھو وہ کہاں الٹے جاتے ہیں۔ کہہ دو کہ تم اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی بندگی کرتے ہو جو تمہارے نقصان اور نفع کی مالک نہیں، اور اللہ وہی ہے سننے والا جاننے والا۔ کہہ دو اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں ناحق زیادتی مت کرو اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرو جو اس سے پہلے گمراہ ہو چکے اور انہوں نے بہتوں کو گمراہ کیا اور سیدھی راہ سے دور ہو گئے۔[المائدۃ: 72 – 77]

اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء میں فرمایا: {يَاأَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ انْتَهُوا خَيْرًا لَكُمْ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَهٌ وَاحِدٌ سُبْحَانَهُ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَفَى بِاللَّهِ وَكِيلًا – لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلَّهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ وَمَنْ يَسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيعًا – فَأَمَّا

الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ وَأَمَّا الَّذِينَ اسْتَنْكَفُوا وَاسْتَكْبَرُوا فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا}اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں حد سے نہ نکلو اور حق بات کے علاوہ اللہ کی شان میں کچھ نہ کہو، بے شک مریم کا بیٹا مسیح عیسیٰ اللہ کا رسول ہے اور اللہ کا ایک کلمہ ہے جسے اللہ نے مریم تک پہنچایا اور اللہ کی طرف سے ایک جان ہے، سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر، اور نہ کہو کہ خدا تین ہیں، اس بات کو چھوڑ دو تو تمہارے لیے بہتر ہو گا، بے شک اللہ اکیلا معبود ہے، وہ اس سے پاک ہے اس کی اولاد ہو، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور اللہ کارساز کافی ہے۔ مسیح خدا کا بندہ بننے سے ہرگز عار نہیں کرے گا اور نہ مقرب فرشتے، اور جو کوئی اس (اللہ) کی بندگی سے انکار کرے گا اور تکبر کرے گا پھر وہ ان سب کو اپنی طرف اکھٹا کرے گا۔ پھر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے (اللہ) انہیں ان کا پورا ثواب دے گا اور انہیں اپنے فضل سے زیادہ دے گا، اور جن لوگوں نے انکار کیا اور تکبر کیا انہیں درد دینے والا عذاب دے گا اور وہ اپنے لیے اللہ کے سوا کوئی دوست اور مددگار نہیں پائیں گے۔[النساء: 171 – 173]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ}ان لوگوں سے لڑو جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور نہ اسے حرام جانتے ہیں جسے اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اور سچا دین قبول نہیں کرتے ان لوگوں میں سے جو اہل کتاب ہیں یہاں تک کہ عاجز ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔[التوبہ: 29]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرٌ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ذَلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ أَنَّى يُؤْفَكُونَ – اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ – يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ}اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور عیسائی کہتے ہیں کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے، یہ ان کی منہ کی باتیں ہیں، وہ کافروں کی سی باتیں بنانے لگے ہیں جو ان سے پہلے گزرے ہیں، اللہ انہیں ہلاک کرے، یہ کدھر الٹے جا رہے ہیں۔ انہوں نے اپنے عالموں اور درویشوں کو اللہ کے سوا خدا بنالیا ہے اور مسیح مریم کے بیٹے کو بھی، حالانکہ انہیں حکم یہی ہوا تھا کہ ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔ چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی کو اپنے مونہوں سے بجھادیں، اور اللہ اپنی روشنی کو پورا کیے بغیر نہیں رہے گا اور اگرچہ کافر ناپسند ہی کریں۔ [التوبہ: 30 – 32]۔

فصل: یہود و نصاریٰ کی اپنے دین میں بدعتیں

یہ دلائل اور ان کے کئی گناہ مزید دلائل اس بات کو واضح کرتے ہیں کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ وہ اللہ کے رسول ہیں نصاریٰ کی طرف اور دیگر اہلِ کتاب کی طرف بھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دعوت دی، ان سے جہاد کیا، اپنی امت کو بھی ان کی طرف دعوت اور ان کے ساتھ جہاد کا حکم دیا، یہ ایسا نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نے آپ کے بعد کوئی نئی بدعت خود سے ایجاد کی ہو، جیسے کہ نصاریٰ نے مسیح علیہ السلام کے بعد کیا، بیشک مسلمان یہ ہر گز جائز نہیں سمجھتے کہ محمد صلی اللہ علیہ

وسلم کے بعد کوئی شخص ان کی شریعت میں کسی چیز کو بدل سکے، سلمان کسی چیز کو، جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے، حلال نہیں ٹھہراتے نہ ہی کسی چیز کو، جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال قرار دیا ہے، حرام کرتے ہیں، اور مسلمان کسی چیز کو واجب نہیں ٹھہراتے جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ساقط کر دیا ہو، اور نہ ہی کسی چیز کو ساقط کرتے ہیں جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے واجب قرار دیا ہو، بلکہ مسلمانوں کے نزدیک حلال وہی ہے جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حلال قرار دیا ہے، حرام وہی ہے جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے۔، دین وہی ہے جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مشروع کیا ہے، اس کے برعکس نصاریٰ نے مسیح علیہ السلام کے بعد ایسی بدعتیں ایجاد کرلیں جنہیں مسیح علیہ السلام نے مشروع نہیں کیا تھا، نہ ہی انجیلوں میں نہ ہی پچھلے انبیاء کی کتابوں میں اس کا کوئی ذکر آیا ہے، لیکن انہوں نے یہ گمان کرلیا کہ جو کچھ ان کے بڑے دین کے طور پر وضع کردیں، تو مسیح علیہ السلام اسے ان کے لیے نافذ کردیں گے، یہ وہ مقام ہے جس میں تینوں مذاہب مسلمان، یہود اور نصاریٰ کے درمیان اختلاف واقع ہوا ہے، جیسے کہ وہ مسیح علیہ السلام اور دیگر امور میں باہم اختلاف کرتے رہے۔

یہود: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لیے یہ جائز نہیں سمجھتے کہ وہ کسی حکم کو، جسے اس نے مشروع کیا ہو، منسوخ کرے۔

نصاریٰ: اپنے بڑوں کے لیے یہ جائز سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی آراء کے ذریعے اللہ کی شرع کو منسوخ کردیں۔

جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے: توان کے نزدیک اللہ ہی کے لیے تخلیق کرنا اور امر کرنا ہے، کوئی شریعت نہیں مگر وہی جو اللہ نے اپنے رسولوں کی زبانوں پر نازل فرمائی، اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے کہ جس حکم کو چاہے

منسوخ کر دے، جیسے مسیح علیہ السلام نے ان احکام کو منسوخ کیا جو ان سے پہلے انبیاء کے لیے مشروع کیے گئے تھے۔

نصاریٰ کے لیے مسیح علیہ السلام کے بعد ان کے بڑے، خود عقائد اور شریعتیں وضع کرتے ہیں، جیسے کہ ان کے لیے وہ تین سو اٹھارہ افراد، جو قسطنطین بادشاہ کے زمانے میں تھے، انہوں نے وہ عقیدہ وضع کیا جس پر وہ سب متفق ہوئے تھے، انہوں نے لعنت کی اُن پر جو اس عقیدے کی مخالفت کریں، چاہے وہ آریوسی فرقہ کے لوگ ہوں یا دیگر لوگ، ان میں ایسے امور بھی ہیں جن کے بارے میں اللہ نے کوئی کتاب نازل نہیں فرمائی، بلکہ وہ عقائد اللہ کی نازل کردہ کتابوں کے بھی خلاف ہیں اور صریح عقل کے بھی مخالف، پھر انہوں نے انعقائد میں یہ کہا: ہم ایک خدا پر ایمان رکھتے ہیں، جو سب پر قابو رکھنے والا باپ ہے، آسمانوں اور زمین کا خالق ہے، ہر اُس چیز کا خالق ہے جو نظر آتی ہے اور جو نظر نہیں آتی، ایک ہی رب پر ایمان رکھتے ہیں، یعنی یسوع مسیح، اللہ کا واحد بیٹا، جو باپ سے تمام زمانوں سے قبل پیدا کیا گیا، نور سے نور، برحق خدا سے برحق خدا، جو مولود ہے مگر مخلوق نہیں، جوہر میں باپ کے برابر ہے، وہی ہے جس کے ذریعے ہر چیز وجود میں آئی، جو ہماری خاطر، ہم بنی نوع انسان کے لیے، اور ہماری نجات کی خاطر آسمان سے نازل ہوا، اور وہ روح القدس اور مریم عذراء سے جسمانی صورت میں ظاہر ہوا، وہ انسان بنا، پیلاطُس بنطی کے عہد میں صلیب دیا گیا، دکھ اٹھایا اور دفن کیا گیا، وہ تیسرے دن جی اُٹھا، جیسا کہ کتابوں میں ہے، اور وہ آسمان پر چڑھ گیا، اور باپ کے داہنے ہاتھ بیٹھ گیا، ہم ایمان لاتے ہیں روحِ قدس پر، جو پروردگار اور زندگی بخش ہے، جو باپ سے صادر ہوتا ہے، باپ اور بیٹے کے ساتھ یکساں طور پر سجدہ کیا جاتا ہے اپنے جلال کے ساتھ، جو خود انبیاء کے ذریعے کلام کرتا ہے، اور ہم ایمان لاتے ہیں ایک، جامع، مقدس اور رسُولی کلیسیا پر بھی، ہم ایک ہی (بپتسمہ / معمودیت) کا

اقرار کرتے ہیں، جو گناہوں کی بخشش کے لیے مقرر ہے، ہم مردوں کے جی اُٹھنے کی یقینی امید رکھتے ہیں، ہم آنے والے زمانے کی زندگی کی یقینی امید رکھتے ہیں۔آمین۔

انہوں نے ان کے لیے ایسے قوانین اور شریعت وضع کر دی جو نہ انبیاء کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں نہ ہی وہ ان پر دلالت کرتی ہیں، بلکہ اس میں سے کچھ باتیں انبیاء کی کتابوں میں پائی جاتی ہیں، لیکن ان کے بڑے لوگوں نے اپنی طرف سے ایسی چیزیں بھی شامل کر دیں جو انبیاء کی کتابوں میں نہیں ملتیں، انہوں نے انبیاء کی شریعت میں سے بہت سی باتوں کو بدل ڈالا، نصاریٰ کے پاس جو قوانین اور نوامیس ہیں، جو ان کے دین کی شریعتیں شمار ہوتی ہیں، ان میں سے کچھ حواریوں سے منقول ہیں، اس کا بڑا حصہ ان کے بڑوں کی اپنی ایجاد ہے، جو انبیاء کی شریعت کے خلاف ہے، ان کا دین یہود کے دین ہی کی جنس سے ہے، انہوں نے حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کر دیا۔

مسیح علیہ السلام اللہ کے دین کے ساتھ مبعوث ہوئے، وہی دین جس کے ساتھ ان سے پہلے انبیاء بھیجے گئے تھے، اور وہ صرف اللہ کی بندگی ہے، اس کی جو یکتا ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، اس کے سوا ہر ایک کی بندگی سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے، اُن کے لیے بعض چیزیں حلال کر دیں جو اللہ نے تورات میں حرام کی تھیں، اُس نے تورات کی شریعت کے بعض احکام کو منسوخ کر دیا۔

رومی، یونانی اور دیگر قومیں مشرک تھیں، وہ آسمانی ہیکلوں اور زمینی بتوں کی پرستش کرتی تھیں۔ پس مسیح علیہ السلام نے اپنے رسول بھیجے جو انہیں اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف بلاتے تھے، ان میں سے کچھ لوگ اُن کی زمینی زندگی ہی کے دوران زمین کے مختلف خطوں کی طرف روانہ ہوئے، اُن میں سے کچھ اُس کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد روانہ ہوئے، انہوں نے انہیں اللہ تعالیٰ کے دین کی طرف دعوت دی، پس جو داخل

ہوا، اللہ کے دین میں داخل ہو گیا، وہ ایک مدت تک اسی پر قائم رہے، پھر شیطان نے جن کے لیے اس کو آراستہ کیا، ان کے دل میں یہ بات خوشنما بنادی کہ وہ مسیح علیہ السلام کے دین کو بدل ڈالیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک ایسا دین گھڑ لیا جو اللہ اور اس کے رسولوں کے دین سے مرکب تھا، یعنی وہ دین جو مسیح علیہ السلام کا تھا، اور اس میں مشرکوں کے دین کا بھی حصہ شامل کر دیا گیا۔

مشرک مجسم بتوں کی پرستش کرتے تھے، وہ بت جو جسم رکھتے تھے جن کا سایہ پڑتا تھا، یہی رومیوں اور یونانیوں کا دین تھا، یہی مقدونیہ اور اَتھنز کے فلاسفہ کا دین تھا، جیسے ارسطو اور اس جیسے دیگر فلاسفۂ مشّائیین اور ان کے ہم نوا، ارسطو مسیح علیہ السلام سے تقریباً تین سو برس پہلے تھا، وہ یونانی مقدونی، فیلیپس کا بیٹا اسکندر کا وزیر تھا، جس کے زمانے سے یہودی اور نصرانی رومی تاریخ کا حساب شروع کرتے ہیں، یہ شخص مشرک تھا، وہ خود بھی اور اس کی قوم بھی بتوں کی پرستش کرتے تھے، اسے ذوالقرنین نہیں کہا جاتا تھا، اور وہ قرآنِ کریم میں مذکور ذوالقرنین بھی نہیں ہے، یہ مقدونی ترکوں کی سرزمین تک کبھی نہ پہنچا اور نہ ہی اس نے سدّ (دیوار) تعمیر کی، وہ صرف فارس کی سرزمین تک ہی پہنچا، جس نے یہ گمان کیا کہ ارسطو قرآنِ کریم میں مذکور ذوالقرنین کا وزیر تھا، تو وہ سخت غلطی میں پڑا۔ یہ بات صاف ظاہر کرتی ہے کہ وہ نہ ان قوموں کے ادیان سے واقف ہے اور نہ ہی ان کے زمانوں سے۔

پس جب مسیح علیہ السلام کا دین ارسطو کے بعد تقریباً تین سو برس گزرنے پر رومیوں اور یونانیوں کی سرزمین میں ظاہر ہوا، وہ توحید پر قائم رہے، یہاں تک کہ ان کے اندر بدعتیں جنم لینے لگیں اور پھیل گئیں، انہوں نے دیواروں پر بنی ہوئی تصویروں کو نمایاں کر کے مجسم صورت دے دی، اُنہوں نے اِن نئی تصویروں کو اُن پرانی تصویروں کا قائم مقام بنالیا۔

وہ سورج، چاند اور ستاروں کو سجدہ کرتے تھے، یہ لوگ انہی کو سجدہ کرنے لگے، مشرق کی اس سمت کی طرف رُخ کر کے جہاں سے سورج، چاند اور ستارے طلوع ہوتے ہیں، انہوں نے ان تصویروں کو سجدہ کرنا اصل کی عبادت کے بدلے میں مقرر کر لیا؛ اسی لیے خاتمُ الرسل صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے رسالت کو ختم فرمایا اور جن کے ذریعے توحید کی ایسی کامل شان ظاہر کی جو ان سے پہلے کسی کے ذریعے ظاہر نہ ہوئی، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمنے حکم فرمایا کہ کوئی شخص اپنی نماز کے لیے سورج کے طلوع یا غروب کے وقت کا قصد نہ کرے; کیونکہ مشرکین انہی گھڑیوں میں سورج کو سجدہ کرتے ہیں، پس جب موحدین اللہ عزّوجل کے لیے انہی گھڑیوں میں نماز پڑھتے ہیں یوں اس میں ان مشرکین کی ایک قسم کی مشابہت پیدا ہو جاتی ہے، یہ باتسورج کو سجدہ کرنے کا ذریعہ بن سکتی ہے، بتوں کی عبادت کے سب سے بڑے اسباب میں سے ایک سبب یہ تھا کہ تصویریں بنائی گئیں اور قبروں کی تعظیم کی گئی۔

چنانچہ صحیح مسلم اور دیگر کتبِ حدیث میں یہ روایت موجود ہے: ابو الہیّاج اسدی روایت کرتے ہیں: انہوں نے کہا کہ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: «کیا میں تجھے اس کام پر نہ بھیجوں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بھیجا تھا؟ انہوں نے مجھے حکم دیا کہ کوئی بھی اونچی قبر نہ چھوڑوں مگر اسے برابر کر دوں، اور کوئی بھی مجسمہ نہ چھوڑوں مگر اسے مٹا دوں»۔

اور صحیحین (بخاری و مسلم) میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے مرض میں فرمایا: «اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے، انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجدیں بنا لیا»۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے اپنی امت کو خبردار فرما رہے تھے کہ وہ ایسا نہ کریں جیسا کہ یہود و نصاریٰ نے کیا ہے)۔

صحیحین (بخاری و مسلم) میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے پانچ دن پہلے فرمایا: «یقیناً تم سے پہلے لوگ قبروں کو مسجدیں (سجدہ گا) بنالیتے تھے۔ خبردار! تم قبروں کو مسجدیں نہ بنانا، میں تمہیں اس سے سختی کے ساتھ منع کرتا ہوں»۔

جب انہوں نے حبشہ کی ایک کلیسا کا ذکر کیا اور اس کی خوبصورتی اس میں موجود تصویروں کا حال بیان کیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «بیشک وہ لوگ (یعنی یہود و نصاریٰ) ایسے تھے کہ جب ان میں کوئی نیک شخص فوت ہوتا تو وہ اس کی قبر پر مسجد بنالیتے اور اس کی تصویریں بنا کر لگادیتے۔ ایسے لوگ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک بدترین مخلوق ہیں»۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا کہ کوئی شخص نماز میں قبر کی طرف رُخ کرے؛ تاکہ وہ مشرکین کی مشابہت اختیار نہ کرے جو قبروں کو سجدہ کرتے ہیں، چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: «قبروں پر نہ بیٹھو، نہ ہی ان کی طرف رخ کرکے نماز پڑھو»۔ اسی قسم کی باتوں کی طرف ہماری دعوت ہے جن میں سارے جہانوں کے پروردگار اللہ کے لیے توحید کو یکسو اور خالص کرنا مقصود) ہے۔ وہی توحید ہے جس کے ساتھ اللہ نے اپنی کتابیں نازل فرمائیں اور اپنے رسول بھیجے خالص توحید کی یہ دعوت اُن لوگوں سے کہاں مماثلت رکھتی ہے جو کلیساؤں میں مخلوق کی تصویریں بناتے ہیں، ان کی تعظیم کرتے ہیں، اور اس ہستی کے وسیلے سے شفاعت چاہتے ہیں جس کی صورت پر وہ تصویر بنائی گئی ہے؟ کیا بنی آدم میں، حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے سے، بتوں کی عبادت کا اصل سبب اسی قسم کا یعنی نیک لوگوں کی تصویریں بنانا اور انہیں پوجنا کے سوا کچھ اور تھا؟ سورج، چاند اور ستاروں کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنا اور انہیں سجدہ کرنا، درحقیقت ان کی ذات کے لیے سجدہ کرنے کا ہی ذریعہ اور پہلا قدم ہے، کبھی کسی ایک نبی

نے بھی تصویریں بنانے اور ان تصویروں والوں کے ذریعے شفاعت طلب کرنے کا حکم نہیں دیا، نہ ہی کسی نبی نے سورج، چاند اور ستاروں کی طرف سجدہ کرنے کا حکم دیا، اگرچہ بعض انبیاء کے بارے میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے کسی مصلحت کی خاطر ایک تصویر بنائی تھی، بے شک یہ تصویر سازی کا معاملہ ان امور میں سے ہے جن میں شرائع (الہی قوانین) مختلف ہو سکتے ہیں، بر خلاف اس عمل کے کہ ان تصویروں کو سجدہ کیا جائے یا ان کے مالکوں یعنی جن کی تصویریں ہوں ان کے ذریعے شفاعت طلب کی جائے، بیشک اس (کسی مخلوق کو سجدہ کرنے یا تصویر کے وسیلے سے شفاعت مانگنے) کو کسی بھی نبی نے شرعی طور پر جائز نہیں ٹھہرایا، کسی بھی نبی نے کبھی بھی یہ حکم نہیں دیا کہ اللہ عزوجل کے سوا کسی اور کو پکارا جائے نہ اس نبی کی قبر کے پاس اور نہ ہی کہیں اور، نہ ہی اس نبی کی غیر موجودگی میں کسی اور کو پکارا جائے، یہ غیر اللہ کو پکارنا اس جائز وسیلے کے خلاف ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی زندگی میں اور قیامت کے دن شفاعت طلب کی جاتی ہے، صحیح وسیلہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے یعنی ان کی دعا کے وسیلے سے اللہ سے توسل کیا جائے، پس یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے وسیلے سے توسل کرنا انبیاء علیہم السلام کے شرعی طریقے میں سے ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {وَاسْأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُسُلِنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ آلِهَةً يُعْبَدُونَ} اور (اے رسول) آپ ہمارے بھیجے ہوئے رسولوں سے پوچھ لیجیے جو آپ سے پہلے آئے تھے: کیا ہم نے رحمان کے سوا کوئی معبود بنا دیے تھے جن کی عبادت کی جاتی؟ [الزخرف: 45]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ} ہم نے آپ سے پہلے جو بھی رسول بھیجا، اس کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، سو تم میری ہی عبادت کرو۔[الأنبیاء: 25]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اُعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُمْ مَنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ} اور بے شک ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا (یہ پیغام دے کر) کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔ پھر ان میں سے کسی کو اللہ نے ہدایت دی اور ان میں سے کسی پر گمراہی ثابت ہو گئی۔[النحل: 36]۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ} وہ اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انہیں نقصان پہنچا سکتی ہیں اور نہ نفع، اور کہتے ہیں کہ یہ (بت) اللہ کے ہاں ہمارے شفیع ہیں۔ (اے پیغمبر!) آپ کہہ دیجئے: کیا تم اللہ کو وہ (بات) بتاتے ہو جو وہ آسمانوں اور زمین میں نہیں جانتا؟ وہ پاک اور بلند ہے ان چیزوں سے جو یہ شریک ٹھہراتے ہیں۔[یونس: 18]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ – إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ – أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ – مَا نَعْبُدُهُمْ إِلَّا لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللَّهِ زُلْفَى إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ – لَوْ أَرَادَ اللَّهُ أَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا لَاصْطَفَى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ سُبْحَانَهُ

هُوَ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ} یہ کتاب اللہ کی طرف سے نازل کی گئی ہے جو غالب حکمت والا ہے۔بے شک ہم نے یہ کتاب ٹھیک طور پر آپ کی طرف نازل کی ہے پس تو خالص اللہ ہی کی فرمانبرداری مدِ نظر رکھ کر اسی کی عبادت کر۔خبر دار! خالص فرمانبرداری اللہ ہی کے لیے ہے، جنہوں نے اس کے سوااور کارساز بنا لیے ہیں، ہم ان کی عبادت نہیں کرتے مگر اس لیے کہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں، بے شک اللہ ان کے درمیان ان باتوں میں فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے، بے شک اللہ اسے ہدایت نہیں کرتا جو جھوٹا ناشکر گزار ہو۔اگراللہ چاہتا کہ کسی کو فرزند بنائے تواپنی مخلوقات میں سے جسے چاہتا چن لیتا، وہ پاک ہے وہ اللہ ایک بڑا غالب ہے۔[الزمر: 1 - 4]

شرک کا اصل سبب یہ ہے کہ تمام امتوں کے مشرکین میں سے کوئی بھی یہ نہیں کہتا تھا کہ مخلوقات کے الگ الگ اور صفات میں برابر متعدد خالق ہیں، بے شک یہ بات بنی آدم کی کوئی معروف جماعت بھی نہیں کہتی، لیکن مجوسیوں میں سے ثنوی اور ان جیسے گروہ کہتے ہیں: بے شک یہ عالم دو بنیادوں سے صادر ہوا ہے: نور (روشنی) اور ظلمت (اندھیرا)، نور ان کے نزدیک وہی خیر یعنی بھلائی کا قابلِ تعریف، پسندیدہ معبود ہے، اور ظلمت (اندھیرا) وہ شریر اور مذموم معبود ہے، ان میں سے بعض کہتے ہیں: بے شک ظلمت (اندھیرا) ہی شیطان ہے، یہ تقسیم و تشریح اس لیے ہے کہ وہ دنیا میں موجود شر کا سرچشمہ ظلمت (اندھیرے) کو ٹھہرا سکیں۔

ان میں سے بعض نے کہا: بے شک ظلمت (اندھیرا) قدیم اور ازلی ہے، حالانکہ وہ ان کے نزدیک مذموم ہے اور نور کے مثل نہیں ہے۔

ان میں سے بعض نے کہا: بلکہ ظلمت حادث ہے، یہ کہ نور نے ایک ردی (بری) فکر/سوچ سوچی، پس ظلمت (اندھیرا) اُسی ردی (بری) فکر سے واقع ہوئی۔

پس اہلِ توحید نے ان سے کہا: تم اپنے دعوے کے مطابق یہ ناپسند کرتے تھے کہ رب سبحانہ وتعالیٰ کی طرف دنیا میں موجود شر کی تخلیق منسوب کریں، پس تم نے نور کو شر کی اصل (ظلمت) کا خالق بنا دیا، یہ (ثنوی اگرچہ دو اصولوں کا اثبات کرتے ہیں اور لوگ انہیں "ثنوی" کہتے ہیں، لیکن وہ یہ نہیں کہتے کہ شریر (ظلمت) خیر (نور) کے برابر ہے۔ اسی طرح دہر یے فلسفیوں کے دہر یے اور ان کے علاوہ دوسرے بھی اسی قسم کے ہیں، ان میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو عالم (کائنات) کے صانع (خالق) کا انکار کرتا ہے، یہ انکار اس قول کی مانند ہے جسے فرعو نجس پر اللہ کی لعنت ہے نے ظاہر کیا تھا، ان میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو ایک علت کا اقرار کرتا ہے جس کی مشابہت حاصل کرنے کے لیے فلک (آسمانی کرّہ) حرکت کرتا ہے جیسے ارسطو اور اس کے پیروکار، اُن میں سے بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو بالذّات موجب کے قائل ہیں جو لازماً فلک کے وجود کو مستلزم قرار دیتا ہے جیسا کہ ابنِ سینا کا موقف ہے۔

اور حلب میں قتل کیے جانے والے سہروردی کی طرح، اور اُن دونوں (یعنی ابنِ سینا اور سہروردی) جیسے دیگر اہلِ ادیان کے متفلسفین * بھی اسی زمرے میں آتے ہیں۔

اور رہے عرب کے مشرکین اور ان جیسے (دوسرے)، تو وہ صانع (خالق) کا اقرار کرنے والے تھے، وہ اس بات کا بھی اقرار کرتے تھے کہ اسی نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، پس عرب کے مشرکین کا عقیدہ ان دہری فلسفیوں کے عقیدے سے بہتر تھا، کیونکہ وہ اس بات کے اقرار کرنے والے تھے کہ یہ آسمان اللہ کی مخلوق ہیں اور حادث (نئے وجود میں آئے ہیں) اس کے بعد کہ وہ نہ تھے، یہی عقیدہ کہ کائنات مخلوق اور

حادث ہے اہلِ زمین کی اکثریت اور تینوں مذاہب (یہود، نصرانی، مسلمان) کے بھی اہلِ علم کا مذہب ہے، مجوسیوں اور دیگر مشرکین میں سے، اور یہ دہری فلسفیوں ان کے علاوہ دوسرے گروہ میں سے، یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آسمان ازلی اور قدیم ہیں، ان کا وجود ہمیشہ سے ہے، عرب کے مشرکین اس بات کے اقرار کرنے والے تھے کہ اللہ قادر ہے، اپنی مشیت سے افعال کرتا ہے اور دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اسے پکارے، اور دہری فلسفیوں کے نزدیک یہ عقیدہ ہے کہ اللہ اپنی مشیت سے کوئی کام نہیں کرتا اور نہ دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہے، بلکہ ان کے نزدیک وہ جزئیات (انفرادی چیزوں) کو بھی نہیں جانتا، اور نہ اس دعا کرنے والے کو اس دعا کرنے والے سے پہچانتا ہے، اور نہ اپنے رسولوں میں سے ابراہیم، موسیٰ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسروں کو ان کی ذاتی حیثیتوں سے پہچانتا ہے، بلکہ ان میں سے کوئی ایسا ہے جو اللہ کے علم کا سرے سے ہی انکار کرتا ہے جیسے ارسطو اور اس کے پیروکار، اور ان میں سے کوئی کہتا ہے کہ وہ صرف کلیات ہی جانتا ہے جیسے ابن سینا اور اس جیسے (دوسرے)، یہ بات بدیہی طور پر معلوم ہے کہ جو چیز بھی خارج میں موجود ہوتی ہے، وہ لازماً ایک متعیَّن اور مشخص جز ہوتی ہے، پس اگر وہ صرف کلیات ہی جانتا ہے تو وہ معین موجودات میں سے کسی چیز کو نہیں جانتا نہ افلاک (آسمانی کرّوں) کو، نہ املاک (فرشتوں) کو، اور نہ دیگر موجودات کو ان کی ذاتی حیثیتوں سے، اور دعا ان دہری فلسفیوں کے نزدیک: درحقیقت قوی نفس (روح) کا عالمِ مادہ (ہیولیٰ) میں تصوف (ریاضت/توجہ مرکوز کرنا) ہے، جیسا کہ ابن سینا اور اس جیسے دیگر فلاسفہ نے اس کا ذکر کیا ہے، ان دہری فلسفیوں نے یہ دعویٰ کیا کہ لوحِ محفوظ وہی فلکی نفس (آسمانی روح/ذہن) ہے، ان کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ زمین کے تمام واقعات صرف فلک

(آسمانی کرّوں) کی حرکت سے ہی رونما ہوتے ہیں، جیسا کہ ان فلسفیوں) پر تفصیلی ردّ اس مقام کے علاوہ دوسرے مقام پر پہلے ہی بیان کیا جاچکا ہے۔

ہاں مقصود یہ ہے کہ مشرکین اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود ایسا ثابت نہیں کرتے تھے جو صفات اور افعال میں اس کے برابر ہو، بلکہ (اس سے بھی بڑھ کر) وہ یہ بھی نہیں کہتے تھے کہ ستارے، سورج اور چاند نے عالم (کائنات) کو پیدا کیا ہے، اور یہ کہ بت کوئی چیز بھی (کائنات میں سے) پیدا نہیں کر سکتے، جو شخص یہ گمان کرے کہ ابراہیم خلیل علیہ السلام کی قوم حقیقتاً یہ عقیدہ رکھتی تھی کہ ستارے، یا سورج، یا چاند ہی رب العالمین ہے (تو اس کا گمان بالکل باطل ہے)، یا یہ کہہ دے کہ جب خلیل علیہ السلام نے فرمایا تھا: ''یہ میرا رب ہے''، تو آپ کی مراد اس سے (حقیقی) رب العالمین تھی، تو اس نے واضح اور کھلی غلطی کی ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی قوم بھی صانع (یعنی خالق) کے وجود کا اقرار کرنے والی تھی، اور وہ بھی اپنی عبادت میں دوسروں کو شریک ٹھہرانے والے تھے، اسی طرح جیسے ان بعد کے زمانے کے مشرکین شرک کرتے ہیں۔

اللہ تعالی نے اپنے خلیل (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کے حوالے سے ارشاد فرمایا: {**وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ – إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ – قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ – قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ – أَوْ يَنْفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ – قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَلِكَ يَفْعَلُونَ – قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ – أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمُ الْأَقْدَمُونَ – فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ – الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ – وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ – وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ – وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ – وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ – رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ – وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ – وَاجْعَلْنِي**

مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ – وَاغْفِرْ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ – وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ – يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ – إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ – وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ – وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَاوِينَ – وَقِيلَ لَهُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ – مِنْ دُونِ اللَّهِ هَلْ يَنْ ُرُونَكُمْ أَوْ يَنْتَ ِرُونَ – فَكُبْكِبُوا فِيهَا هُمْ وَالْغَاوُونَ – وَجُنُودُ إِبْلِيسَ أَجْمَعُونَ – قَالُوا وَهُمْ فِيهَا يَخْتَ ِمُونَ – تَاللَّهِ إِنْ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ – إِذْ نُسَوِّيكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ – وَمَا أَضَلَّنَا إِلَّا الْمُجْرِمُونَ}اور انہیں ابراہیم کی خبر سنادے۔ جب اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تم کس کو پوجتے ہو۔ کہنے لگے ہم بتوں کو پوجتے ہیں پھر انہی کے گرد رہا کرتے ہیں۔ کہا کیا وہ تمہاری بات سنتے ہیں جب تم پکارتے ہو۔ یا تمہیں کچھ نفع یا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ کہنے لگے بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا کرتے پایا ہے۔ کہا کیا تمہیں خبر ہے جنہیں تم پوجتے ہو۔ تم اور تمہارے پہلے باپ دادا جنہیں پوجتے تھے۔ سو وہ سوائے رب العالمین کے میرے دشمن ہیں۔ جس نے مجھے پیدا کیا پھر وہی مجھے راہ دکھاتا ہے۔ اور وہ جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے۔ اور وہ جو مجھے مارے گا پھر زندہ کرے گا۔ اور وہ جو مجھے امید ہے کہ میرے گناہ قیامت کے دن مجھے بخش دے گا۔ اے میرے رب مجھے کمال علم عطا فرما اور مجھے نیکوں کے ساتھ شامل کر۔ اور آئندہ آنے والی نسلوں میں میرا ذکر خیر باقی رکھ۔ اور مجھے نعمت کے باغ کے وارثوں میں کردے۔ اور میرے باپ کو بخش دے کہ وہ گمراہوں میں سے تھا۔ اور مجھے ذلیل نہ کر جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے۔ جس دن مال اور اولاد نفع نہیں دے گی۔ مگر جو اللہ کے پاس پاک دل لے کر آیا۔ اور پرہیزگاروں کے لیے جنت قریب لائی جائے گی۔ اور دوزخ سرکشوں کے لیے ظاہر کی جائے گی۔ اور انہیں کہا جائے گا کہاں ہیں جنہیں تم پوجتے تھے۔ اللہ کے سوا کیا وہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں یا بدلہ لے سکتے ہیں۔

پھر وہ اور سب گمراہ اس میں اوندھے ڈال دیے جائیں گے۔ اور شیطان کے سارے لشکروں کو بھی۔ اور وہ وہاں آپس میں جھگڑتے ہوئے کہیں گے۔ اللہ کی قسم بیشک ہم صریح گمراہی میں تھے۔ جب ہم تمہیں رب العالمین کے برابر کیا کرتے تھے۔ اور ہمیں ان بدکاروں کے سوا کسی نے گمراہ نہیں کیا۔[الشعراء: 69 - 99]

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل (حضرت ابراہیم علیہ السلام) کے متعلق یہ خبر دی کہ آپ ہر اس چیز کے دشمن تھے جس کی قوم ابراہیم علیہ السلام عبادت کرتی تھی، سوائے رب العالمین کے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی خبر دی ہے کہ وہ مشرک قیامت کے دن کہیں گے: {تَاللَّهِ إِنْ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ – إِذْ نُسَوِّيكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ} اللہ کی قسم! ہم تو صریح گمراہی میں تھے، جب ہم تمہیں رب العالمین کا ہمسر ٹھہرا رہے تھے۔ [الشعراء: 97 - 98]

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر بھی ارشاد فرمایا ہے: {وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِمَّا تَعْبُدُونَ – إِلَّا الَّذِي فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ} اور جب ابراھیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ بے شک میں ان سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ سوائے اس ذات کے جس نے مجھے پیدا کیا سو بے شک وہی مجھے راہ دکھائے گا۔[الزخرف: 26 - 27]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ} سب سے یکسو ہو کر اپنے منہ کو اسی کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا، اور میں شرک کرنے والوں سے نہیں ہوں۔[الانعام: 79]

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالے سے یہ نہیں فرمایا کہ: میں بیزار ہوں معطّلین (یعنی خدا کے انکار کرنے والوں) سے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم مشرک تھی، معطّل خدا کا انکار کرنے والینہ تھی، جیسا کہ ملعون فرعون کے پیروکار تھے۔ پس وہ صانع خالقکے منکر نہیں تھے، بلکہ انہوں نے خالق کے ساتھ ناانصافی کی اور انہوں نے عبادت، محبت اور دعا میں اس کے لیے ہمسر اور شریک) بنا رکھے تھے۔

یہی معاملہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: {الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ ثُمَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ} سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہے جس نے آسمان اور زمین بنائے اور اندھیرا اور اجالا بنایا، پھر بھی یہ کافر اوروں کو اپنے رب کے ساتھ برابر ٹھہراتے ہیں۔ [الانعام: 1]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْدَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ} اور ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اللہ کے سوا اور شریک بنا رکھے ہیں جن سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی کہ اللہ سے رکھنی چاہیے۔[البقرة: 165]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ}اور وہ جو اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہیں پکارتے۔[الفرقان: 68]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: {فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَكُونَ مِنَ الْمُعَذَّبِينَ} سو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہ پکارو ورنہ تو بھی عذاب میں مبتلا ہو جائے گا۔[الشعراء: 213]

اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ قومِ نوح (کے مشرکین) کے حوالے سے نقل فرمایا ہے، اس میں کہا: **{وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا}** اور کہا تم اپنے معبودوں کو ہر گز نہ چھوڑو اور نہ ودّ اور سواع اور یغوث اور یعوق اور نسر کو چھوڑو۔ [نوح: 23]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر علماء نے فرمایا: یہ وَدّ، سُواع، یَغُوث، یَعُوق اور نَسْر کے ناموں والے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں چند صالح لوگ تھے۔ جب وہ فوت ہوئے تو لوگوں نے ان کی قبروں پر ان کی یاد میں بیٹھنا شروع کر دیا، پھر ان کی یاد تازہ رکھنے کے لیے ان کے مجسمے بنائے، آخر کار رفتہ رفتہ) ان مجسموں ہی کی عبادت کرنے لگے۔

اسی طرح کا معاملہ نصاریٰ کے ہاں بھی مسیح علیہ السلام کے بارے میں ہے کتابِ ''سرّ بُطرُس'' میں، جسے ''بِشَمعُونَ'' (یعنی شمعون) سَمعَانَ، اور صَفَا، اور بُطرُسَ، اور یہ چاروں (نام) ایک ہی شخص کے لیے ہیں، ان نصاریٰ کے نزدیک مسیح علیہ السلام کے بارے میں ایک کتاب ہے جس میں علوم کے راز پوشیدہ ہیں، انہی کے نزدیک اس کتاب میں مسیح علیہ السلام کا قول ہے کہ: جو کچھ نصاریٰ کر رہے ہیں، وہی در حقیقت بتوں کی عبادت کی اصل بنیاد ہے، اور اسی طرح نصاریٰ کے عظیم عالم – جسے وہ ''فَمَ الذَّهَب'' (سنہرا منہ) کہتے ہیں وہ ان کے بڑے ترین علماء میں سے ہے – نے بھی کہا، جب اس نے چھوٹے گناہوں سے بڑے گناہوں کے پیدا ہونے کا ذکر کیا۔ اس عالم نے کہا: اسی طرح پہلے زمانے میں بتوں کی عبادت نے ناگہانی حملہ کر دیا، جب لوگوں نے ایسے اشخاص کی بے جا تعظیم کی جن کی آپس میں ایک دوسرے نے بھی ضرورت سے زیادہ تعظیم کی – ان میں سے زندہ افراد بھی اور مردہ افراد بھی۔

اس کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: {قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا – أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَى رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا} کہہ دو انہیں پکارو جنہیں تم اس (اللہ) کے سوا سمجھتے ہو، وہ نہ تمہاری تکلیف دور کر سکیں گے اور نہ اسے بدلیں گے۔ وہ لوگ جنہیں یہ پکارتے ہیں جو ان میں سے زیادہ مقرب ہیں وہ بھی اپنے رب کی طرف نیکیوں کا ذریعہ تلاش کرتے ہیں اور اس کی مہربانی کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، بے شک تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔[الإسراء: 56 - 57]

علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے: زمانۂ جاہلیت میں کچھ قومیں فرشتوں اور انبیاء – جیسے عزیر اور مسیح علیہما السلام وغیرہ – کو پکارا کرتے تھے، پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ یہ فرشتے اور انبیاء اس کے بندے ہیں، جیسے کہ تم اس کے بندے ہو، وہ بھی اسی کی رحمت کے امیدوار ہیں جیسے تم اسی کی رحمت کے امیدوار ہو، وہ بھی اسی کے عذاب سے ڈرتے ہیں جیسے تم اسی کے عذاب سے ڈرتے ہو، وہ بھی اسی کی قربت کے طلب گار ہیں جیسے تم اسی کی قربت کے طلب گار ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا: {مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُؤْتِيَهُ اللَّهُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُولَ لِلنَّاسِ كُونُوا عِبَادًا لِي مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ كُونُوا رَبَّانِيِّينَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُونَ الْكِتَابَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُونَ – وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلَائِكَةَ وَالنَّبِيِّينَ أَرْبَابًا أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ} کسی انسان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اللہ اسے کتاب اور حکمت اور نبوت عطا فرمائے پھر وہ لوگوں سے یہ کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے ہو جاؤ لیکن کہے گا کہ تم لوگ اللہ والے بن جاؤ اس لیے کہ تم اللہ کی کتاب

سکھاتے ہو اور اس واسطے کہ تم پڑھتے ہو۔ اور نہ یہ جائز ہے کہ تمہیں حکم کرے کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو رب بنالو، کیا وہ تمہیں کفر سکھائے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہو چکے ہو۔ [آل عمران: 79 - 80]

اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ جو شخص فرشتوں اور نبیوں کو رب بنالیتا ہے تو وہ کافر ہے، اگرچہ وہ یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ وہ فرشتے اور نبی مخلوق ہیں۔ کیونکہ کسی نے کبھی یہ نہیں کہا: کہ تمام فرشتے اور انبیاء اللہ سبحانہ کے ساتھ عالم کائنات کی تخلیق میں شریک ہیں، اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: {وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ} اور ان میں سے اکثر لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے مگر یہ کہ وہ شرک کرتے ہوئے ایمان لاتے ہیں۔ [یوسف: 106]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت مجاہد رحمہ اللہ اور دیگر مفسرین نے فرمایا: مشرکین سے اگر تم پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا؟ تو وہ کہیں گے: اللہ نے۔ حالانکہ وہ اس کے سوا دوسروں کی عبادت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس حالت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: {وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ} اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے بنایا ہے تو ضرور کہیں گے کہ اللہ نے۔ [لقمان: 25]

یہ بات اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر بیان فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے بارے میں یہ خبر دی ہے کہ وہ اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ عالم (کائنات) کا خالق ایک ہی ہے، اس کے باوجود کہ وہ اس کے سوا دوسرے معبود بنالیتے تھے جن کی وہ عبادت کرتے تھے۔ وہ اس پاک ذات کے سوا انہیں اللہ کی طرف اپنے سفارشی بناتے تھے اور ان کے ذریعے اللہ کی طرف تقرب حاصل کرتے تھے۔

* متفلسفہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو فلسفے کی نقالی تو کرتے ہیں مگر وحیِ الٰہی کو معیار بنانے کے بجائے یونانی فلسفے کو اصل بنا لیتے ہیں، اور الملل سے مراد مختلف ادیان ہیں۔ یعنی یہ افراد مختلف مذاہب سے تعلق رکھتے ہوئے فلسفہ زدہ افکار کے حامل تھے۔

فصل: مسلمانوں کا اپنے اجماع کے ذریعے متحد ہونا، اور نصاریٰ کا اپنی بدعتوں کے باعث منتشر ہو جانا

اسی طرح دوسری بڑی گمراہیاں ہیں اُن کا صلیب کی تعظیم کرنا، اور خنزیر کا گوشت حلال سمجھنا، رہبانیت کے ذریعے عبادت گزار بننا، ختنہ سے پرہیز کرنا، حدث (واقعی نجاست) اور خبث (حقیقی نجاست) کی طہارت کو ترک کر دینا۔ پس وہ جنابت کا غسل واجب نہیں ٹھہراتے نہ وضو ہی کو واجب قرار دیتے ہیں، اور نہ وہ اپنی نماز میں کسی نجاست سے بچنے کو واجب سمجھتے ہیں، خواہ وہ تھوک ہو یا پیشاب ہو یا نجاستوں میں سے کوئی اور چیز ہو۔ اسی طرح کی دوسری (بدعات و گمراہیاں بھی ہیں)۔

یہ سب گمراہیاں ایسے من گھڑت مذہبی قوانین ہیں جنہیں انہوں نے مسیح علیہ السلام کے بعد خود سے ایجاد کر لیا اور دین میں نئی باتیں گھڑ لیں، ان بدعات پر ان کے مذہبی پیشواؤں اور ان کی عام جماعت نے بطورِ دین عمل کرنا اور انہیں ماننا شروع کر دیا، انہوں نے ہر اس شخص پر لعنت بھیجی جو ان بدعات میں ان کی مخالفت کرتا، یہاں تک کہ ان نصاریٰ میں جو شخص خالص مسیحی دین (یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اصل تعلیمات) پر جمے رہنے والا تھا، وہ مغلوب اور دبا دیا گیا تھا، اس سے پہلے کہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرماتا، ان (نصاریٰ) کے مذہب اور شریعت کی زیادہ تر باتیں جن پر وہ آج قائم ہیں مسیح علیہ السلام کے کسی صریح قول یا نص میں موجود نہیں ہیں۔

رہے مسلمان: تو وہ ہر وہ بات جس پر ان کا ظاہری اور نمایاں اجماع ہو جسے عام لوگ بھی جانیں اور خاص لوگ بھی، تو وہ بات یقیناً ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے منقول (یعنی ثابت) ہے، کسی نے اپنی طرف سے اس اجماع والی بات کو نہ اپنے اجتہاد سے ایجاد کیا ہے، اور نہ ہی اجتہاد کے بغیر (یعنی بلا سوچے سمجھے) ایجاد کیا ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جس بات کا بھی ہم نے امتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجماع کے ذریعے قطعی فیصلہ کیا ہے، تو بے شک وہ بات ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے مأخوذ (یعنی اخذ کی گئی) پائی جاتی ہے۔

رہی وہ بات جس میں امت کے اجماع کا گمان کیا جاتا ہو لیکن اس اجماع پر قطعی طور پر یقین نہ ہو تو اس کا حکم الگ ہے:

پس ان میں سے کچھ ایسے ہوتے ہیں کہ وہ گمان بھی خطا ہوتا ہے، ایسا بھی ہوتا ہے کہ علماء کے درمیان اس ظنی مسئلے میں نزاع (اختلافِ رائے) پایا جاتا ہے، پھر ایسے اختلافی مسئلے میں کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نص اس ایک قول کے ساتھ ہوتی ہے، اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نص دوسرے قول کے ساتھ ہوتی ہے۔

ان (موارد) میں سے کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان پر اجماع کا گمان درست ہوتا ہے، اس بات کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسا اثر دلیل یا فعل موجود ہوتا ہے جس کی دلالت یا اس کا علم بعض لوگوں پر پوشیدہ رہ جاتا ہے۔

یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے دین کو کامل کر دیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے، جو خاتم النبیین ہیں، اسے کھول کر بیان فرما دیا، اسے واضح اور آشکار طریقے سے پہنچا دیا، پس آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کی امت کو آپ کے بعد کسی ایسے شخص کی حاجت نہیں جو آپ کے دین میں سے کسی چیز کو تبدیل کرے، بلکہ اس امت کو صرف اپنے اس دین کو جاننے کی ضرورت ہے جس کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث کیے گئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کبھی گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتی، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہمیشہ ایک ایسی جماعت موجود رہے گی جو حق پر قائم رہے گی، یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے، بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور دینِ حق دے کر بھیجا ہے، تاکہ آپ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کر دیں، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دین کو دلیل و بیان کے ذریعے غالب کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دین کو ہاتھ (قوت) اور نیزے (جہاد) کے ذریعے غالب کر دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہمیشہ ایک ایسی جماعت موجود رہے گی جو ان دونوں چیزوں (دلیل و بیان اور قوت و جہاد) کے ذریعے غالب رہے گی، یہاں تک کہ قیامت قائم ہو جائے۔

یہاں مقصود یہ ہے کہ جس بات پر امت کا ظاہری اور نمایاں اجماع ہو جسے عام لوگ بھی جانیں اور خاص لوگ بھی، تو وہ بات یقیناً ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے منقول (یعنی ثابت) ہے، ہم کسی مجموعی گروہ کی عصمت کی گواہی نہیں دیتے سوائے پوری امت کے اجتماعی اتفاق کے، رہی امت کی بہت سی جماعتیں، تو ان میں ایسی بدعات پائی جاتی ہیں جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے خلاف ہیں، ان بدعات میں سے بعض یہود و نصاریٰ کی بدعات ہی کی قسم سے ہیں، ان میں فجور (کھلا گناہ) اور معصیتیں بھی پائی جاتی ہیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس (کھلے گناہ اور بدعات) سے بری ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

{فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تَعْمَلُونَ} [الشعراء: 216]

پھر اگر تیری نافرمانی کریں تو کہہ دے میں تمہارے کام سے بیزار ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ} [الانعام: 159]

جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کئی جماعتیں بن گئے تیرا ان سے کوئی تعلق نہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«جس نے میری سنت سے اعراض کیا (منہ موڑا) تو وہ مجھ سے نہیں ہے»، اور یہ (کلیہ) مثال ہے ان کے اس اجماع کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام امتوں کی طرف -خواہ اہل کتاب ہوں یا غیر اہل کتاب - بھیجے گئے ہیں، بے شک انہوں نے یہ (تعلیم) اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے حاصل کی ہے، اور یہ ان کے ہاں متواتر طور پر منقول ہے جسے وہ یقینی طور پر جانتے ہیں۔

اسی طرح مثال ہے ان کا اس بات پر اجماع کہ وہ اپنی نماز میں خانۂ کعبہ، بیت الحرام کی طرف رخ کرتے ہیں، بے شک ان کا اس بات پر یہ اجماع اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر نقل کی بنیاد پر ہے اور یہ ان کی کتاب قرآن مجید میں بھی مذکور ہے۔

اسی طرح پانچ نمازوں کے فرض ہونے پر اجماع (مثال) ہے، ماہِ رمضان کے روزوں کے فرض ہونے پر اجماع، بیت العتیق کے حج پر اجماع جسے ابراہیم، رحمان کے خلیل نے تعمیر کیا تھا، انہوں نے لوگوں کو اس کے حج کی دعوت دی تھی اور انبیاء نے بھی اس کا حج کیا تھا، یہاں تک کہ اس کا حج موسیٰ بن عمران نے اور یونس بن متٰی نے اور دیگر انبیاء نے کیا، ان کا جنابت سے غسل کے فرض ہونے، نجاستوں کے حرام ہونے اور نماز کے

لیے طہارت کے واجب ہونے پر اجماع ہے، بے شک یہ سب کچھ انہوں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے حاصل کیا ہے، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر طور پر منقول ہے اور قرآن مجید میں بھی مذکور ہے۔

رہے نصاریٰ، تو نہ وہ نمازیں جنہیں وہ پڑھتے ہیں مسیح علیہ السلام سے منقول ہیں، اور نہ وہ روزے جنہیں وہ رکھتے ہیں مسیح علیہ السلام سے منقول ہیں، بلکہ ان کے متقدمین نے روزے چالیس دن کے مقرر کیے، پھر انہوں نے اس میں دس دن کا اضافہ کر دیا، ان روزوں کو اپنے حساب سے بہار کے موسم میں منتقل کر دیا، حالانکہ یہ بات ان کے ہاں مسیح علیہ السلام سے منقول نہیں ہے۔

اسی طرح ان کا قمامہ، بیت لحم اور صیدنایا کے گرجے کا حج ان میں سے کچھ بھی مسیح علیہ السلام سے منقول نہیں ہے، بلکہ، اسی طرح ان کے عام تہوار جیسے قلندس (نئے سال) کا تہوار بھی ان کے خود ساختہ ہیں، میلاد عیسیٰ کا تہوار، اور غطاس (بپتسمہ) کا تہوار – جو قداس (عید) ہے – جمعرات (عید) کا تہوار اور صلیب کا تہوار جو انہوں نے صلیب کے ظاہر ہونے کے وقت مقرر کیا ہے، جب اس صلیب کو ہیلانہ حرانیہ فندقانیہ، قسطنطین کی ماں نے مسیح علیہ السلام کے دو سو سال کے بعد ظاہر کیا، ان کے تہواروں میں جمعرات، جمعہ اور ہفتہ کا تہوار جو ان کے روزے کے آخر میں ہوتا ہے، اس کے علاوہ ان کے دیگر تہوار جو انہوں نے مسیح علیہ السلام کے حالات پر مرتب کیے ہیں، اور وہ تہوار جو انہوں نے اپنے بزرگان (پادریوں، اولیاء) کے لیے گھڑے ہیں، بے شک یہ سب کچھ ان کی ان بدعات میں سے ہے جنہیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی کسی کتاب کے بغیر گھڑ لیا ہے، بلکہ وہ اپنے بعض بزرگان، جن کی وہ تعظیم کرتے ہیں، کے نام پر گرجا گھر بناتے ہیں، جیسا کہ سنن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے: "جب ان میں کوئی صالح شخص فوت ہوتا ہے تو وہ اس کی قبر پر مسجد (عبادت گاہ) بنا لیتے ہیں اور اس میں وہ تصویریں بناتے ہیں۔ یہی لوگ

قیامت کے دن اللہ کے ہاں مخلوقات میں بدترین ہیں۔'' یہ بدعت ان مساجد کے بالکل برعکس ہے جو اللہ عز وجل کے لیے بنائی جاتی ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا} [الجن: 18]

اور یہ کہ مسجدیں اللہ ہی کے لیے ہیں، پس اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ} [النور: 36]

ان گھروں میں جن کے بلند کرنے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ وَأَقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ} [الاعراف: 29]

کہہ دو میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے، اور ہر نماز کے وقت اپنے منہ سیدھے کرو اور اس کے خالص فرمانبردار ہو کر اسے پکارو، جس طرح تمہیں پہلے پیدا کیا ہے اسی طرح دوبارہ پیدا ہو گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ فَعَسَى أُولَئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ} [التوبة: 18]

اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتا ہے جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان لایا اور نماز قائم کی اور زکوۃ دی اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرا، سو وہ لوگ امیدوار ہیں کہ ہدایت والوں میں سے ہوں۔

نصاریٰ، ان جیسے دیگر مشرکین کی طرح ہیں، اللہ کے سوا دوسروں سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں۔

فصل: نصاریٰ نے نبیِّ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہی دینِ مسیح کو بدل ڈالا تھا

یہاں مقصود یہ ہے: کہ مسلمان جس (عقیدے) پر ایمان رکھتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دونوں جہانوں (انس وجن) کے لیے رسول ہیں: انس اور جن، خواہ وہ اہل کتاب ہوں یا غیر اہل کتاب یہ کہ جو شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے، وہ کافر ہے، اللہ کے عذاب کا مستحق ہے اور جہاد کا مستحق ہے، یہ وہ عقیدہ ہے جس پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے والے متفق ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ ہیں جو اس عقیدے کو لے کر آئے، اللہ نے اس عقیدے کا ذکر اپنی کتاب میں کیا ہے، اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے اپنی طرف نازل شدہ حکمت (یعنی سنت) میں قرآن کے علاوہ بھی واضح فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب (قرآن) اور حکمت (سنت) نازل فرمائی، مسلمانوں نے ان عقائد واحکام میں سے کچھ بھی اپنی طرف سے ایجاد نہیں کیا، جیسا کہ نصاریٰ نے اپنے دین کی بہت سی بلکہ اکثر چیزوں کو خود ایجاد کر لیا ہے۔

انہوں نے مسیح علیہ السلام کے دین کو بدل ڈالا اور اس میں تبدیلی کر دی، اسی وجہ سے جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو نصاریٰ کا کفر ایسا ہی تھا جیسا کہ جب مسیح علیہ السلام مبعوث ہوئے تو یہود کا کفر (انکار) تھا، بے شک یہود نے مسیح علیہ السلام کے آنے سے پہلے ہی تورات کے شریعت کو بدل ڈالا تھا، پس وہ اسی وجہ سے حق کو پہچاننے سے محروم ہو گئے، جب مسیح علیہ السلام ان کی طرف مبعوث ہوئے تو انہوں نے آپ کو

جھٹلایا، پس وہ پہلی کتاب تورات کے معانی اور احکام میں تبدیلی کرنے کی وجہ سے کافر ٹھہرے، اور دوسری کتاب انجیل کو جھٹلانے کی وجہ سے بھی کافر ٹھہرے۔

اسی طرح نصاریٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے ہی دینِ مسیح کو بدل ڈالا تھا، پس انہوں نے تثلیث، اتحاد الوہیت مسیح اور انجیل کی شریعتوں میں تبدیلی جیسی ایسی چیزیں ایجاد کر لیں جن کے ساتھ مسیح علیہ السلام مبعوث نہیں ہوئے تھے، بلکہ یہ بدعات اس اصل دین کے مخالف ہیں جس کے ساتھ آپ مسیح علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے، وہ اس بدعات کے سبب متعدد فرقوں میں بٹ گئے، ان میں سے بعض نے بعض کو ان اختلافات پر کافر قرار دیا، پس جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا، پس وہ پہلی کتاب انجیل کے معانی اور احکام میں تبدیلی کرنے کی وجہ سے کافر ٹھہرے، اور دوسری کتاب قرآن کو جھٹلانے کی وجہ سے بھی کافر ٹھہرے، جیسا کہ مسلمانوں کے علماء فرماتے ہیں: بے شک ان کا دین مسیحیت بدلا ہوا اور منسوخ ہے، اگرچہ تھوڑے سے نصاریٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے وقت دینِ مسیح علیہ السلام پر مضبوطی سے قائم تھے، جیسا کہ وہ لوگ جنہوں نے دینِ مسیح علیہ السلام کو پورا کا پورا بدلے بغیر حق پر قائم رکھا تھا، تو یہ صورت ایسی ہی ہے جیسا کہ جو شخص مسیح علیہ السلام کے مبعوث ہونے کے وقت تورات کی شریعت کا پیرو تھا، وہ حق پر قائم تھا جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے تمام پیروکار ابتداء میں تھے، جب مسیح علیہ السلام مبعوث ہوئے تو ہر اس شخص نے جو آپ پر ایمان نہ لایا، کافر ہو گیا، اسی طرح جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو ہر اس شخص نے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لایا، کافر ہو گیا۔

اور اس مقام پر مقصود یہ ہے: اس بات کو واضح کرنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کس چیز کے ساتھ مبعوث کیا گیا۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے عموم (ہر زمانے اور ہر قوم کے لیے ہونے) کو، یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی وہ ہیں جنہوں نے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اہل کتاب اور دیگر سب کی طرف بھیجا ہے، اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی اہل کتاب کو دعوت دی، ان سے جہاد کیا اور ان کے خلاف جہاد کا حکم فرمایا، پس اس واضح اعلان اور عملی ثبوت کے بعد اگر اہل کتاب میں سے کوئی شخص یہ کہے: کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف مبعوث نہیں ہوئے، اس معنی میں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ ہماری طرف بھیجے گئے ہیں، تو وہ سرکشی کرنے والا، یقینی بات کا انکار کرنے والا، رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک ایسا کھلا بہتان باندھنے والا ہے جسے خاص وعام ہر شخص جانتا ہے۔

اس چیز کا اس کا انکار ایسا ہی ہے جیسے کوئی یہ انکار کرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن لے کر آئے، یا یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ نمازوں اور رمضان کے روزوں کی شریعت بنائی، یا یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت الحرام کا حج کیا؛ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم (کی رسالت) کا انکار - اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ متواتر ثابت ہے، اس کا انکار ان حواریوں کے پیروکاروں کا مسیح علیہ السلام کے انکار سے بڑھ کر ہے، اور آپ مسیح علیہ السلام کا ان امتوں کی طرف بھیجا جانا، اور آپ کا انجیل لے کر آنا۔ (یہ سب تواتر کے ساتھ ثابت ہیں)، اسی طرح یہ انکار اس سے بھی بڑا ہے کہ کوئی موسیٰ علیہ السلام کے تورات لے کر آنے یا ان کے سبت (یعنی ہفتہ کے دن عبادت و ترکِ عمل کی شریعت) پر عمل کرنے کا انکار کرے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کی روایت کا سلسلہ قریب زمانے میں ہوا، ان سے نقل کرنے والے افراد کی تعداد ان لوگوں سے کئی گنا زیادہ ہے جنہوں نے مسیح علیہ السلام کا دین نقل کیا، اور ان سے بھی کئی گنا

زیادہ ہے جن کے ذریعے موسیٰ علیہ السلام کا دین منتقل ہوا۔ درحقیقت امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ کثیر تعداد میں رہی ہے، مشرق و مغرب میں پھیلی ہوئی ہے، ان میں ہمیشہ ایسے افراد موجود رہے ہیں جو دین پر ظاہر و قائم رہے اور دشمنوں پر اللہ کی نصرت سے غالب آئے۔ اس کے برعکس بنی اسرائیل کی سلطنت دورانِ امر ہی میں زائل ہو گئی، جب بیت المقدس حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد پہلی مرتبہ تباہ ہوا۔ اس کے بعد ان کے دین کو نقل کرنے والوں کی تعداد کم ہوتی گئی، یہاں تک کہ کہا گیا کہ تورات کو محفوظ رکھنے والا صرف ایک شخص باقی رہ گیا تھا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اُن کا دین نقل کرنے والوں کی تعداد ابتدا میں نہایت ہی قلیل تھی، لیکن بعد میں آنے والے نصاریٰ یہ گمان کرتے ہیں کہ ان کے راہب یا پادری اللہ کے معصوم رسول ہیں، بالکل جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام معصوم رسُول تھے، اس موضوع پر تفصیلی کلام، اللہ تعالیٰ کے حکم اور توفیق سے، اُس وقت ہوگا جب ہم اس مقام تک پہنچیں گے، کیونکہ یہاں اس وقت مقصود صرف اس شخص کے دعوے کو بیان کرنا ہے جو یہ گمان کرتا تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمایا کرتے تھے: (وہ شخص یہ گمان کرتا تھا) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف عرب کے مشرکوں کی طرف ہی مبعوث فرمائے گئے تھے، تو اس طرح کہنے والا شخص یقیناً انتہائی جہالت اور گمراہی میں ہے، یا پھر انتہائی ہٹ دھرمی اور ضد پر کاربند ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر رسالت کا انکار کرنے والا یقیناً اُس شخص سے بھی زیادہ جاہل اور ہٹ دھرم ہے جو یہ انکار کرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم طہارت (وضو) کا اور جنابت کے غسل کا حکم فرماتے تھے، اسی طرح وہ شخص جو یہ انکار کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب اور خنزیر کے گوشت کو حرام قرار دیا تھا، اور (یہی شخص) اُس شخص سے بھی زیادہ جاہل

اور ہٹ دھرم ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تواتر سے ثابت شدہ امور کا انکار کرے، اسی طرح اُس شخص سے بھی زیادہ جاہل اور ہٹ دھرم ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تواتر سے ثابت شدہ امور کا انکار کرے، اس عقلی و تاریخی موازنے کے ذریعے ان منکرین کے اس قول کا بطلان واضح ہو گیا ہے کہ: ''ہم یہودی اور عیسائی جانتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف نہیں بلکہ صرف جاہلیت کے دور کے عربوں کی طرف آئے تھے۔''

پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر رسالت اور منکرین کے موقف کا بطلان واضح ہو گیا ہے، تو اِن یہودیوں اور عیسائیوں کا اُن آیاتِ قرآنی سے استدلال کرنا جن کی دلالت پر اِن کا گمان ہے کہ وہ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت صرف عربوں کے لیے خاص تھی خود اُن کے اصولوں کے مطابق بھی باطل ہے، بلکہ یہ استدلال اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ لوگ اُن افراد میں سے نہیں ہیں جن کے لیے یہ جائز ہو کہ وہ کسی بھی شخص کے کلام سے اس کے مقصد و مراد پر استدلال کریں، یہ ثابت ہوتی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں کہا گیا ہے:

{فَمَالِ هَؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ حَدِيثًا} [النساء: 78]

ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کوئی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی۔

یہ لوگ اس بات کے اہل ہی نہیں کہ وہ تورات، انجیل اور زبور سے انبیائے کرام علیہم السلام کے مراد پر، اور انبیائے کرام علیہم السلام سے منقول تمام کلام سے انبیائے کرام علیہم السلام کے مراد پر استدلال (یا حجت) پیش کریں۔ بلکہ وہ لوگ نہ تو اطباء اور فلسفیوں کے کلام سے ان کے مقاصد پر استدلال کرنے کے اہل ہیں، نہ

ہی نحویوں اور اہلِ حساب و ہیئت (فلکیات/ریاضی) کے علم سے ان کے مقاصد پر استدلال کرنے کے اہل ہیں۔

کیونکہ تمام لوگ (اہلِ علم) اس بات پر متفق ہیں کہ عربی زبان تمام آدمیوں (یعنی انسانوں) کی زبانوں میں سے سب سے زیادہ فصیح اور واضح زبان ہے، (تمام اہلِ علم)اس بات پر بھی متفق ہیں کہ قرآنِ مجید بیان و بلاغت اور فصاحت کے اعلیٰ ترین درجات پر فائز ہے، قرآنِ مجید میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصد یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر رسالت پر بہت سی واضح دلائل موجود ہیں، جن آیات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے ہیں: کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہلِ کتاب اور دیگر تمام لوگوں کی طرف اس قدر کثیر تعداد میں اور جامع طور پر بھیجا ہے کہ اس کثرت و جامعیت کا احاطہ محض مشقت کے بغیر ممکن نہیں، پھر ان قرآنی دلائل کی کثرت کے ساتھ ساتھ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے بھی اہلِ کتاب کو دعوت دینے کے سلسلے میں بے شمار متواتر روایات و واقعات منقول ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اہلِ کتاب کو اپنے رسول ہونے پر ایمان لانے کا حکم دینا بھی شامل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان اہلِ کتاب کے ساتھ جہاد کرنا جب انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کیا، یہ واقعہ اس شخص پر مخفی نہیں جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا ذرا سا بھی علم ہو، یہ ایسا معاملہ ہے جس سے علم و تاریخ کا پورا عالم بھرا ہوا ہے، اس جہاد اور دعوت کو دور اور نزدیک ہر ایک نے سنا، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے یہ بات ہر شخص – چاہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتا ہو یا ایمان نہ رکھتا ہو – جانتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: کہ بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ کتاب اور دیگر سب لوگوں کی طرف اللہ کے رسول ہیں، اور یہ کہ اس قول سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقصد عالمگیر

رسالت کا ظاہر ہونا ایسی بات ہے جسے اضطراراً (یقینی اور قطعی طور پر) خاص (اہلِ علم) اور عام عوام سب جانتے ہیں، پھر (اس سب کے بعد بھی یہ منکرین) یہ گمان کرنے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: کہ میں صرف عربوں کی طرف ہی بھیجا گیا ہوں، یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی (عقیدے اور دعوے) پر اس وقت تک قائم رہے جب تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نہیں ہو گئی، تو یہ منکرین کا دعویٰ ان کی فاسد نظر اور خراب عقل پر دلالت کرتا ہے، یا پھر ان کی ضد اور ہٹ دھرمی پر دلالت کرتا ہے، ان منکرین پر واجب یہ تھا کہ جب انہیں ان آیات کے معانی (صحیح مفہوم) کی معرفت نہ تھی جن سے انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے خاص صرف عربوں کے لیے ہونے پر استدلال کیا تھا، تو انہیں دو باتوں میں سے کسی ایک کا عقیدہ رکھنا چاہیے تھا:

یا تو یہ کہ ان آیات کے ایسے معانی ہیں جو اس بات کے موافق ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے یعنی عالمگیر رسالت، یا یہ منسوخ احکام میں سے ہے، تو اس امر کو خاص علماء و عام عوام دونوں ہی خوب جانتے ہیں: کہ محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت کرنے کے بعد تقریباً ڈیڑھ سال تک بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز ادا فرمائی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے مسجد الحرام، کعبۃ اللہ کی جانب رخ کر کے نماز ادا کرنے کا حکم ہوا، نصاریٰ اس بات پر متفق ہیں کہ انبیاء کی شریعتوں میں ناسخ اور منسوخ احکام موجود ہیں، حالانکہ جن آیات کا وہ ذکر کرتے ہیں، وہ دراصل منسوخ نہیں ہیں، لیکن اصل مقصود یہ ہے کہ: یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت و سیرت کے بارے میں جو کچھ معلوم ہے، وہ ایسا علم ہے جو بدیہی، یقینی اور متواتر ہے، جس کا انکار کرنا کسی صورت جائز نہیں، پس یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: یقیناً یہ بات سب کو معلوم ہے کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کے لیے اللہ کے رسول ہیں۔ یہ حقیقت ہر اس شخص پر روشن ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وحالات سے واقف ہے، خواہ وہ ان کی تصدیق کرے یا انکار، اور یہ بات جاننا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: ''میں اللہ کا رسول ہوں تمام انسانوں کے لیے''، ممکن ہے اس سے پہلے کہ یہ معلوم ہو کہ وہ نبی ہیں یا نہیں، اسی طرح یہ جاننا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں اور سچے ہیں، ممکن ہے اس سے پہلے کہ یہ معلوم ہو کہ ان کی رسالت تمام انسانوں کے لیے عام ہے، پس ان دونوں میں سے کسی ایک کے علم کا دوسرے پر موقوف ہونا لازم نہیں، یعنی ایک حقیقت کو جاننے کے لیے دوسری حقیقت کا جاننا شرط نہیں ہے، اسی وجہ سے بہت سے لوگ جو آپ کی تکذیب کرتے تھے، یہ جانتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے: ''میں اللہ کا رسول ہوں تمام مخلوق کے لیے۔'' اور ایک گروہ ایسا بھی ہے جو آپ کی نبوت اور صداقت کو مانتا ہے، لیکن اس بات کا اقرار نہیں کرتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کے لیے رسول ہیں۔

یہاں اصل مقصود یہ ہے کہ ان لوگوں سے گفتگو اس بنیاد پر کی جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا عموم، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت تمام مخلوق کے لیے ہے خواہ وہ اہلِ کتاب ہوں یا غیر اہلِ کتاب، یہ ایک ایسا متواتر اور بدیہی علم ہے جو اضطراراً معلوم ہے۔ یہ بالکل اسی طرح یقینی ہے جیسے خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کا علم، یا آپ کا مخلوق کو ایمان اور اطاعت کی طرف بلانا، اسی طرح جیسے آپ کی ہجرت مکہ سے مدینہ کی طرف ہونا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس قرآن کو لے کر آنا، پانچ نمازوں کو فرض کرنا، رمضان کے مہینے کے روزے مقرر کرنا، بیتِ عتیق (یعنی خانہ کعبہ) کا حج واجب کرنا،

سچائی اور عدل کو لازم قرار دینا، اور ظلم و فواحش کو حرام ٹھہرانا، اس کے علاوہ بھی بہت سی چیزیں ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ: بلکہ قرآن مجید میں ایسی باتیں موجود ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے خاص (مخصوص قوم کے لیے) ہونے کا تقاضا کرتی ہیں، اور اس میں ایسی باتیں بھی موجود ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے عام (عالمگیر) ہونے کا تقاضا کرتی ہیں، اور یہ (آپس میں) ایک تناقض ہے۔

جواب دیا گیا ہے کہ: یہ اعتراض سراسر باطل ہے، اس کا بطلان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے علم حاصل ہونے سے بھی پہلے ہی معلوم کیا جا سکتا ہے، کیونکہ بتحقیق ہر اس شخص کے لیے معلوم ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا ہے، یا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی ہے، وہ بھی یہ تسلیم کرے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلقِ خدا میں عقل و دانش، حکومتداری اور عملی تجربے کے اعتبار سے سب سے عظیم ترین انسان تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصدِ اصلی تمام مخلوقات کو اپنی اطاعت واتباع کی طرف دعوت دینا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں کے سامنے قرآن کی تلاوت فرماتے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو حکم دیتے تھے کہ اس قرآن کا پیغام تمام قوموں تک پہنچائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اگر کوئی کافر بھی یہ درخواست کرتا کہ اسے امان دے دیں تاکہ وہ اسے قرآن سنائیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اسے امان دینا واجب ہو جاتا تھا، خواہ وہ مشرک ہی کیوں نہ ہو، تو پھر کیا حکم ہے جب وہ اہلِ امان اہلِ کتاب میں سے ہو؟ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ} [التوبة: 6]

اور اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دے دو یہاں تک کہ اللہ کا کلام سنے پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دو، یہ اس لیے ہے کہ وہ لوگ بے سمجھ ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر ظاہر فرما دیا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ کتاب و دیگر تمام مخلوقات کی طرف بھیجے گئے ہیں، اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ثقلین (یعنی جنّ واِنس) کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں، پس ان سب واضح دلائل کے ہوتے ہوئے یہ محال ہے کہ ایسی کوئی بات ظاہر ہو جو اس بات پر دلالت کرے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جن وانس کی طرف نہیں بھیجے گئے، کیونکہ ایسا کام کوئی شخص نہیں کر سکتا جس میں ذرّہ بھر بھی عقل ہو، کیونکہ یہ (فعل) اس کے اپنے مقصد کے بالکل برعکس ہو گا، تو پھر یہ کام وہ کیسے کر سکتا ہے جس کے بارے میں تمام اقوام کے عقلاء کا اتفاق ہے کہ یہ نبی تمام مخلوق میں سب سے زیادہ عقل مند، بہترین سیاست دان اور سب سے عمدہ شریعت والا ہے؟

نیز اگر ایسا ہوتا تو اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لڑنے والے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور بھاگتے، حالانکہ ان (صحابہ) کی عادت یہ تھی کہ اس سے کہیں کم (پیچیدہ) باتوں پر بھی (فہم کے لیے) سوال کرتے تھے، اور اس پر کسی نے کوئی اشکال وارد نہیں کیا، پھر اس کے بعد اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ قرآنِ کریم میں ایسی آیات موجود ہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف عربوں کی طرف مبعوث کیے گئے، اس میں ایسی آیات بھی ہیں جو اس پر دلالت کرتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق کی طرف بھیجے گئے ہیں، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے صرف انہی (عربوں) کی طرف مبعوث کیے گئے تھے، پھر بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسروں کی طرف بھی بھیجا گیا، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعوت کو عام فرما دیا، بعد اس کے کہ وہ

خاص تھی، پس اس میں اور اس میں کوئی تضاد نہیں ہے، تو پھر کیسے ممکن ہے، جبکہ قرآنِ کریم میں ایک بھی آیت ایسی موجود نہیں جو اس بات پر دلالت کرے کہ رسالتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم صرف عربوں کے ساتھ خاص ہے؟ قرآنِ کریم میں یہ بات ثابت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ کتاب میں سے یہود و نصاریٰ کی طرف بھی مبعوث کیے گئے ہیں، اسی طرح قرآنِ کریم میں یہ بات بھی ثابت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں، یہ بات اس کے برخلاف نہیں ہے، قرآنِ کریم میں اس بات کا بھی ثبوت موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ کتاب کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

{يَاأَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ آمِنُوا بِمَا نَزَّلْنَا} [النساء: 47]

اے کتاب والو! اس پر ایمان لے آؤ جو ہم نے نازل کیا ہے۔

اسی طرح قرآنِ کریم میں یہ بات بھی ثابت کی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسرائیل کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اے بنی اسرائیل!

یہود کے ساتھ اس تخصیص کا بیان اس عموم کے منافی نہیں ہے، رسالتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں کبھی یہود کے لیے خطاب ہے اور کبھی نصاریٰ کے لیے خطاب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک جماعت کو خطاب کرنا اور اسے دعوت دینا، دوسری جماعت کو خطاب کرنے اور اسے دعوت دینے کے منافی نہیں ہے، قرآنِ کریم میں ان لوگوں کے لیے بھی خطاب ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ایمان لے آئے، تاکہ انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دین کی شریعتوں کی طرف دعوت دیں، اس میں کوئی تضاد نہیں

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہلِ کتاب کو خطاب کریں اور انہیں دعوت دیں، قرآنِ کریم میں نصاریٰ اہلِ کتاب سے قتال کا حکم بھی موجود ہے، یہاں تک کہ عاجز ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ} [التوبة: 29]

ان لوگوں سے لڑو جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اور نہ اسے حرام جانتے ہیں جسے اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اور سچا دین قبول نہیں کرتے ان لوگوں میں سے جو اہل کتاب ہیں یہاں تک کہ عاجز ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔

پھر یہ بات مانع نہیں تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیگر لوگوں، یعنی یہودیوں اور مجوسیوں کے خلاف لڑنے کا حکم دیں، یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں اور وہ اطاعت وانکسار کی حالت میں ہوں، بلکہ یہ حکم مجوس کے بارے میں بھی سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور امت کے اجماع سے ثابت ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ وہ اہلِ کتاب میں سے نہیں ہیں، یہ سب کچھ ان امور میں سے ہے جو اس کے دین میں بدیہی طور پر معلوم ہیں، حتیٰ کہ نبوت کے علم سے پہلے بھی، پھر بھلا یہ کیسے ممکن ہے، جبکہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اثبات کو فرض کرتے ہوئے گفتگو کر رہے ہیں، اور نبی کا قول ہر گز متناقض نہیں ہوتا، جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اور رسالت کے عموم کا علم اضطراری طور پر حاصل ہے، نبوت کے علم سے بھی پہلے، اور آپ نبوت کا علم حاصل ہو جانے کے بعد بھی، پس وہ علم جو بدیہی طور پر حاصل ہوتا ہے اس کے معارض کوئی چیز نہیں ہو سکتی، لیکن یہ حال تو ان لوگوں کا ہے جن کے دلوں میں کجی ہے،

اور وہ اہلِ بدعت میں سے ہیں، نصاریٰ اور دیگر لوگ متشابہات کے پیچھے چلتے ہیں اور محکمات کو چھوڑ دیتے ہیں، اس کی وجہ نصاریٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متشابہات کے ذریعے مناظرہ کرنا تھا، ان کے محکم سے ہٹ جانے کے سبب اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

{هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ} [آل عمران: 7]

وہی ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری اُس میں بعض آیتیں محکم ہیں (جن کے معنٰی واضح ہیں) وہ کتاب کی اصل ہیں اور دوسری مشابہ ہیں (جن کے معنٰی معلوم یا معین نہیں)، سو جن لوگوں کے دل ٹیڑھے ہیں وہ گمراہی پھیلانے کی غرض سے اور مطلب معلوم کرنے کی غرض سے متشابہات کے پیچھے لگتے ہیں، اور حالانکہ ان کا مطلب سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا اور مضبوط علم والے کہتے ہیں ہمارا ان چیزوں پر ایمان ہے یہ سب ہمارے رب کی طرف سے ہی ہیں، اور نصیحت وہی لوگ مانتے ہیں جو عقلمند ہیں۔

پس تاویل سے مراد قرآن کی تفسیر اور اس کے معانی کی معرفت ہے، یہ بات تو راسخ علم رکھنے والے ہی جانتے ہیں، اس سے مراد وہ امور ہیں جن کے علم کو ربّ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی ذات کے ساتھ خاص کر رکھا ہے، جیسے اس کی حقیقت کی معرفت، اس کے وعدوں کی حقیقت اور قیامت کے وقت کا علم، اور اسی طرح کی دیگر چیزیں بھی ہیں جنہیں اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

گمراہ لوگ ایسی آیات کا ذکر کرتے ہیں جن کے معانی کی معرفت ان پر مشتبہ ہو جاتی ہے، پس وہ اس کی تاویل کے پیچھے پڑتے ہیں، فتنہ انگیزی کے ارادے سے اور اپنی مرضی کی تاویل کے حصول کے لیے، وہ علم میں راسخ لوگوں میں سے نہیں ہیں جو اس کی صحیح تاویل جانتے ہیں، حالانکہ یہ آیات تو سب سے زیادہ واضح آیات میں سے ہیں۔

یہی طرزِ عمل جو انہوں نے قرآن میں اختیار کیا، وہی طرز انہوں نے سابقہ کتابوں اور انبیاء کے کلام میں بھی اختیار کیا، جیسے تورات، انجیل، زبور اور دیگر صحیفوں میں، بیشک انسابقہ آسمانی کتابوں میں اللہ کی توحید اور مسیح علیہ السلام کی بندگی کے بارے میں بے شمار صریح نصوص موجود ہیں، جنہیں شمار کرنا بھی دشوار ہے، ان میں چند ہی کلمات ایسے ہیں جن میں اشتباہ پایا جاتا ہے، چنانچہ انہوں نے سابقہ کتابوں میں سے چند مخفی اور مشکل تشابہات کو پکڑ لیا، اور بے شمار محکم، واضح اور روشن دلائل کو چھوڑ دیا، پس انہوں نے قرآن میں بھی وہی طریقہ اختیار کیا جو انہوں نے سابقہ کتابوں میں اختیار کیا تھا، لیکن ان کتابوں کے بارے میں وہ ان کے اصحاب یعنی : موسیٰ عیسیٰ وداؤد علیہم السلام کی نبوت کا اعتراف کرتے ہیں، جبکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملے میں وہ اضطراب اور تناقض کا شکار ہیں، پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں انہوں نے جو بھی بات کہی، اس کا فساد اور ان کا جھوٹ ظاہر ہو گیا، کیونکہ وہ اس وقت تک سچے نہیں ٹھہر سکتے جب تک کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی تمام وحی پر ایمان نہ لے آئیں۔

یہ نصاریٰ کے اس دعوے کا رد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں تضاد پایا جاتا ہے

اگر وہ یہ کہیں کہ آپ کا کلام متناقض ہے، اور ہم تو صرف اسی حصے سے استدلال کرتے ہیں جو ہمارے قول کے موافق ہے، کیونکہ ہمارا مقصد آپ کے کلام کا تناقض ظاہر کرنا ہے۔

اس بارے میں انہیں کئی جوابات دیے گئے ہیں:

ان جوابات میں سے ایک یہ ہے: کہ سابقہ کتابوں میں جو چیز بظاہر متعارض نظر آتی ہے، وہ قرآن کے مقابلے میں کئی گنا زیادہ ہے اور تناقض سے کہیں زیادہ قریب ہے، پس اگر وہ کتابیں باہم متفق ہوں اور ان میں کوئی تناقض نہ پایا جائے، ان کتابوں میں تناقض کا گمان تو وہی کرتا ہے جو ان کے معانی اور رسولوں کے مقصود سے جاہل ہو، پس وہ اس طرح ہو جاتا ہے جیسا کہا گیا ہے:

اور کتنے ہی لوگ ہیں جو صحیح بات پر عیب لگاتے ہیں، حالانکہ اس کی آفت ان کے بیمار فہم سے ہوتی ہے

تو پھر قرآن، جو تمام کتابوں میں سب سے افضل ہے، اس کے بارے میں کیا کہا جا سکتا ہے؟

دوسرا جواب یہ ہے: کہ وہ ان کتابوں میں متشابہات کو پکڑنے پر اصرار کرتے ہیں اور محکم دلائل کی مخالفت کرتے ہیں، بالکل اسی طرح جیسے انہوں نے قرآن کے ساتھ کیا، بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

تیسرا جواب یہ ہے: کہ اگر وہ چیز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے متناقض ہوتی، تو وہ رسول اللہ نہ ہوتے، بیشک جو کچھ وہ اللہ کی طرف سے لے کر آئے ہیں، وہ ہرگز مختلف اور متناقض نہیں ہو سکتا، دراصل تناقض تو اسی میں ہوتا ہے جو اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے آیا ہو۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

{أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا} [النساء: 82]

کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے، اور اگر یہ قرآن اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت اختلاف پاتے۔

پس ہر وہ کتاب جو اللہ کی طرف سے نہ ہو، اس میں لازماً تناقض پایا جائے گا، جو کچھ اللہ کی طرف سے ہو، وہ ہر گز متناقض نہیں ہوتا، اور اس وقت اگر وہ کلام متناقض ہوتا، تو انہیں اس کے کسی حصے سے استدلال کرنے کا حق نہ ہوتا، کیونکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہے، اگر وہ کلام متناقض نہ ہو، تو ثابت ہو جاتا ہے کہ اس میں اس کی رسالت کی عمومیت موجود ہے، اور یہ کہ وہ ان کی طرف رسول ہیں، پس اس میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی مخالفت کرے یا اس سے متناقض ہو، بیشک جو کچھ اللہ کی طرف سے آیا ہے، وہ ہر گز متناقض نہیں ہوتا۔

چوتھا جواب یہ ہے: کہ ہم واضح کرتے ہیں کہ قرآن میں جس عمومِ رسالت کا ذکر ہے، وہ اس بات کے منافی نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عربوں کی طرف بھیجا گیا تھا، اسی طرح قرآن میں جو اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈرانے کا ذکر ہے، اور قریش کو مخاطب کرنے کا حکم اس بات کے منافی نہیں کہ قرآن میں باقی تمام عربوں کو دعوت دی گئی ہے؛ بیشک کسی عام حکم میں سے بعض افراد کو خاص طور پر ذکر کرنا، اگر اس تخصیص کی کوئی وجہ ہو جو اس کو مقتضی بناتی ہو، تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ باقی ذکر نہ کیے گئے افراد اس اس حکم سے خارج یا مخالفیں، اور یہی وہ چیز ہے جسے ''مفہومِ مخالفت' 'اور ''دلیلِ خطاب' 'کہا جاتا ہے۔

تمام لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ جب کسی عام حکم میں سے کسی حصے کو خاص طور پر ذکر کرنے کی کوئی وجہ ہو جو اس تخصیص کو لازم بناتی ہو، اور وہ تخصیص محض حکم کے ساتھ خاص کرنے کے لیے نہ ہو، تو اس

صورت میں اسمِ لقب کا کوئی مفہوم نہیں ہوتا، بلکہ صفت کے لیے بھی کوئی مفہوم نہیں ہوتا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان میں ہے:

{وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ} [الإسراء: 31]

اور اپنی اولاد کو تنگ دستی کے ڈر سے قتل نہ کرو۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سے منع فرمایا؛ یقیناً یہی وہ عمل ہے جو وہ کیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر ناحق جان لینے کو حرام قرار دیا ہے، خواہ وہ بیٹا ہو یا کوئی اور شخص، اور یہ عام حکم بیٹے کے خاص ذکر کے منافی نہیں ہے۔

پانچواں جواب یہ ہے: کہ اس میں مسیح علیہ السلام کی پیروی اور مثال موجود ہے، پھر یہ معاملہ عام کر دیا گیا، جیسا کہ انجیل میں کہا گیا ہے: میں صرف بنی اسرائیل ہی کی طرف مبعوث اور بھیجا گیا ہوں۔ اور انجیل میں یہ بھی کہا گیا ہے: میں نہیں بھیجا گیا مگر اسی خبیث قوم کی طرف۔ پھر دعوت کو عام کر دیا، جب اپنے شاگردوں کو بھیجا تو ان سے فرمایا، جیسا کہ انجیل میں آیا ہے: جس طرح میرے باپ نے مجھے بھیجا ہے، اسی طرح میں تمہیں بھیجتا ہوں، پس جس نے تمہیں قبول کیا، اس نے دراصل مجھے قبول کیا۔ انہوں نے فرمایا: مجھے میرے باپ نے بھیجا ہے، اور میں تمہیں بھیجتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا: جس طرح میں تمہارے ساتھ کرتا ہوں، اسی طرح تم بھی کرو، اسی طرح تم بھی اللہ کے بندوں کے ساتھ کرو، اور زمین میں نکل جاؤ دعوت کے لیے سفر کرو، اور لوگوں کو باپ، بیٹے اور روحِ القدس کے نام پر بپتسمہ دو، تم میں سے کسی کے پاس دو کپڑے نہ ہوں، وہ اپنے ساتھ نہ چاندی رکھے، نہ سونا، نہ لاٹھی، نہ نیزہ، اور نہ اس قسم کی کوئی چیز، جیسا کہ ان کے ہاتھوں میں موجود اناجیل میں آیا ہے کہ دعوت کو پہلے خاص کیا گیا، پھر عام کر دیا گیا، وہ ان سب باتوں

میں بالکل سچا ہے، تو پھر انہیں کیسے روا ہے کہ وہ انجیل میں مسیح علیہ السلام کے بارے میں موجود اسی نظیر کا انکار کریں؟ پھر بیانِ حال میں یہ کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا، جس طرح اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام اور دیگر انبیاء کو مبعوث فرمایا، اگرچہ ان کی رسالت زیادہ کامل اور زیادہ جامع ہے، جیسا کہ ہم اپنے مقام پر ذکر کریں گے، پس اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ اپنی رسالت کو حسبِ امکان ایک گروہ کے بعد دوسرے گروہ تک پہنچائیں، اور انہیں حکم دیا گیا کہ وہ سب سے پہلے اپنے قریب ترین لوگوں کو، جو مکان/علاقے اور نسب کے اعتبار سے ان کے قریب ہیں، رسالت پہنچائیں، پھر انہیں حکم دیا گیا کہ ایک جماعت کے بعد دوسری جماعت کو رسالت کا پیغام پہنچائیں؛ یہاں تک کہ یہ انذار (اللہ کا پیغامِ تنبیہ) تمام اہلِ زمین تک پہنچ جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَذَا الْقُرْآنُ لِأُنْذِرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ} [الأنعام: 19]

اور مجھ پر یہ قرآن اتارا گیا ہے تاکہ تمہیں اس کے ذریعہ سے ڈراؤں اور اس کو بھی جس تک یہ قرآن پہنچے۔

یعنی جس کسی تک قرآن پہنچ گیا، تو ہر وہ شخص جس تک قرآن پہنچا ہے، اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے انذار کر دیا۔

ہم یہاں یہ واضح کرتے ہیں کہ یہ انذار (تنبیہ ودعوت) صرف انہی لوگوں کے ساتھ خاص نہیں ہے جن سے براہِ راست خطاب کیا گیا ہے، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں قرآن کے ذریعے ڈرا رہے ہیں، اور ہر اس شخص کو بھی ڈرا رہے ہیں جس تک یہ قرآن پہنچے، پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈرائیں، وہ قریش ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ} [الشعراء: 214]

اور اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈرا۔

جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت آپ پر نازل فرمائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بلند جگہ کی طرف نکلے اور اس پر چڑھ گئے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے پکارنے لگے: "اے بنی عبدِ مناف! میں تمہیں ایک سخت عذاب کے آنے سے پہلے خبر دار کرنے والا ہوں، میری اور تمہاری مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے دشمن کو دیکھ لیا، تو وہ فوراً اپنے گھر والوں کو خبر دار کرنے کے لیے چل پڑا، مگر اسے یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں دشمن اس سے پہلے نہ پہنچ جائے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بلند آواز سے پکارنے لگے: یا صباحاہ، یا صباحاہ۔"

یہ واقعہ ابن عباس، ابوہریرہ، عائشہ رضی اللہ عنھم اور دیگر صحابہ نے روایت کیا ہے، اور یہ صحیحین میں اور دیگر کتبِ سنن، مسانید اور تفاسیر میں مذکور ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: جب یہ آیت نازل ہوئی:

{وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ} [الشعراء: 214]

اور اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈرا۔

اور اپنے قریبی خالص رشتہ داروں کو (انذار کرنے کا حکم ہوا)، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے یہاں تک کہ صفا پر چڑھ گئے، پھر پکارنے لگے: "اے بنی فہر! اے بنی عدی! اور اسی طرح قریش کے دیگر قبائل کو پکارا یہاں تک کہ سب جمع ہو گئے۔ پھر جو شخص خود نہ آ سکا، اس نے کسی کو بھیج دیا تاکہ دیکھے کہ معاملہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: کیا تم یہ دیکھتے ہو کہ اگر میں تمہیں خبر دوں کہ گھوڑ سوار دشمن تم پر حملہ کرنے والے ہیں، تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ انہوں نے کہا: ہاں، ہم نے آپ کو ہمیشہ سچا پایا ہے، ہم نے آپ میں

کبھی جھوٹ نہیں دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس میں تمہیں ایک سخت عذاب کے آنے سے پہلے خبردار کرنے والا ہوں۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

{وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ} [الشعراء: 214]

اور اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈرا۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو اپنے گھر پر بلایا، پس جب وہ اکٹھے ہو گئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو عام خطاب فرمایا اور پھر خاص لوگوں کو مخاطب کیا، ارشاد فرمایا: اے بنو کعب بن لوئی! اپنے آپ کو آگ سے بچا لو، اے بنو مرّہ بن کعب! اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے نجات دلاؤ، اے بنو عبد شمس! اپنی جانوں کو دوزخ کی سزا سے محفوظ کر لو، اے بنو ہاشم! اپنے آپ کو جہنم کے عذاب سے بچا لو، اے بنو عبد المطلب! اپنے نفسوں کو دوزخ کی آگ سے خلاصی دلاؤ، اے فاطمہ! بنتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ، کیونکہ بے شک میں تمہارے لیے اللہ کی پکڑ سے کوئی چیز روک نہیں سکتا، سوائے اس رحمت کے کہ تمہارا میرے ساتھ رشتہ ہے، جسے میں اس کے پورے حق کے ساتھ ادا کروں گا۔"

ابن اسحاق نے کہا: کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پکارنے لگے: "اے بنو عبد المطلب، اے بنو عبد مناف، اے بنو زہرہ! یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی تمام شاخوں کو ان کے نام لے کر پکارا پھر فرمایا: بے شک اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے قریب ترین رشتہ داروں کو ڈراؤں، میں اللہ کے مقابلے میں تمہارے لیے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، مگر یہ کہ تم لا الہ الا اللہ کہو، ابو لہب نے

(طنزاً) کہا: کیا یہی بات تھی جس کے لیے تم نے ہمیں جمع کیا تھا؟ تیرے لیے تمام دن ہلاکت ہو اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

{تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ – مَا أَغْنَى عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ – سَيَصْلَى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ – وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ – فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِنْ مَسَدٍ} [المسد: 1 – 5]

ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے اور وہ ہلاک ہو گیا۔ اس کا مال اور جو کچھ اس نے کمایا اس کے کام نہ آیا۔ وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں پڑے گا۔ اور اس کی عورت بھی جو ایندھن اٹھائے پھرتی تھی۔ اس کی گردن میں مونج کی رسی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو اللہ کی طرف بلایا، اور انہیں حکم دیا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، کوئی اس کا شریک نہیں، اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

{لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ – إِيلَافِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ – فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَذَا الْبَيْتِ – الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ وَآمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ} [قريش: 1 – 4]

اس لیے کہ قریش کو مانوس کر دیا۔ ان کو جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کے باعث۔ ان کو اس گھر کے مالک کی عبادت کرنی چاہیے۔ جس نے ان کو بھوک میں کھلایا اور ان کو خوف سے امن دیا۔

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر متعدد مقامات پر تمام مخلوق کو صرف اسی کی عبادت کا حکم نازل فرمایا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

{يَاأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ} [البقرة: 21]

اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور انہیں جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار ہو

جاؤ۔

اوراس کافرمان ہے:

{وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ} [الذاريات: 56]

اور میں نے جن اور انسان کو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لیے۔

قریش ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم تھے جن کی اکثریت نے ابتداہی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلایا تھا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَكَذَّبَ بِهِ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ} [الأنعام: 66]

اور تیری قوم نے اسے جھٹلایا ہے حالانکہ وہ حق ہے۔

بالکل اسی طرح جیسے بنی اسرائیل کی اکثریت نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا حالانکہ وہ ان ہی کی قوم میں سے تھے، انہوں نے ابتداہی میں ان کی تکذیب کی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام عرب قبائل کو اس دعوت کی طرف بلائیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے جاتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آپ کے رفیقِ خاص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوتے تھے، اور وہ عرب کے قبائل کے پاس دعوت لے کر جاتے تھے، ایک کے بعد دوسرے قبیلے کے پاس، عرب قبائل حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کے زمانے سے لے کر اب تک مسلسل بیت اللہ کا حج کرتے چلے آرہے تھے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان عرب قبائل کے پاس ان کے سالانہ اجتماعات کے مقامات منیٰ، عکاظ، مجنّہ اور ذی المجاز میں پر تشریف لے جاتے تھے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی ایسا شخص نہ پاتے مگر یہ کہ اسے اللہ کی توحید کی

طرف بلاتے،اور فرماتے: ''اے لوگو! بے شک میں اللہ کا رسول ہوں، میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ،اور تم اس بات سے کنارہ کش ہو جاؤ کہ ان بتوں (یعنی جھوٹے معبودوں) کی پرستش کرو جو اس کے سوا (تمہارے گھڑے ہوئے) ہیں، تم میری رسالت پر ایمان لاؤ اور میری تصدیق کرو اور میری مدد کرو (اور میری حفاظت کرو)؛ یہاں تک کہ میں اللہ کی طرف سے وہ (دین) واضح کر دوں جس کے ساتھ اس نے مجھے بھیجا ہے،اے لوگو! بیشک قریش نے مجھے میرے رب کا کلام پہنچانے سے روک رکھا ہے، تو کون ہے جو مجھے میرے رب کا کلام پہنچانے میں (پناہ دے کر) میری مدد کرے گا، مگر وہ شخص جو مجھے اپنی قوم (کی پناہ) میں لے جائے؟ بے شک قریش نے مجھے میرے رب کا کلام پہنچانے سے روک رکھا ہے۔اے لوگو! کہہ دو لاالہ الااللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں)، تم فلاح پاؤ گے، تم اس کلمہ کے ذریعے عربوں پر حکمرانی کرو گے،اور اس کے ذریعے تمہارے لیے عجم ذلیل ہوں گے" تو وہ عرب قبائل کہتے: اے محمد! کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہمارے تمام معبودوں کو ایک ہی معبود بنا دو؟ بیشک تمہارا یہ معاملہ بہت عجیب ہے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعوت کا اعلان جاری رکھے ہوئے تھے، اپنی رسالت کو ظاہر فرما رہے تھے، مخلوق کو اس دعوت کی طرف بلاتے رہے، وہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دیتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے معترضانہ گفتگو کرتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدترین ردِ عمل سے جواب دیتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ایذاء پر صبر فرماتے،اور یہ دعا کرتے: ''اے اللہ! تیرے لیے ہی تمام تعریف ہے،اگر تو چاہتا تو وہ اس طرح دشمنی پر نہ ہوتے۔''

پس جب قریش کی جانب سے تکلیف اور مخالفت کا معاملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت شدید ہو گیا، تو آپ

صلی اللہ علیہ وسلم طائف کی طرف تشریف لے گئے، جو ایک معروف شہر تھا۔

جو مکہ کے مشرق کی طرف واقع ہے، دونوں کے درمیان تقریباً دو راتوں کا فاصلہ ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں دس دن قیام فرما رہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنی ثقیف کے سرداروں میں سے کسی ایک کو بھی نہ چھوڑتے تھے مگر یہ کہ اس کے گھر جاتے، اس سے گفتگو فرماتے اور اسے توحید کی طرف دعوت دیتے، مگر ان میں سے کسی ایک نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو قبول نہ کیا، انہوں نے اپنے نوجوانوں اور عام لوگوں کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سے خوف محسوس کیا، انہوں نے اپنے کم عقل اور پست لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بھڑکایا، پس جب آپ چلتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر مارنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک سے (اس قدر شدید پتھراؤ کی وجہ سے) خون جاری ہو گیا تھا، یہاں تک کہ وہ لہولہان ہو گئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام اور مددگار زید (بن حارثہ رضی اللہ عنہ) اپنے جسم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کر رہے تھے، یہاں تک کہ وہ دونوں (عتبہ اور شیبہ بن ربیعہ کے) باغ کی ایک بیل کے سائے تک پہنچ گئے اور وہاں پناہ لی، بنی ثقیف کے احمق پتھر باز جو آپ کا پیچھا کر رہے تھے، وہاں سے واپس لوٹ گئے، پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حضور دعا کی اور عرض کیا: ''اے اللہ! میں تیری ہی طرف اپنی کمزور طاقت، اپنی ناتوان تدبیر اور لوگوں کے نزدیک اپنی بے قدری کا شکوہ کرتا ہوں، یا ارحم الراحمین تو کمزوروں کا مالک ہے تو ہی میرا رب ہے۔ تو مجھے کس کے حوالے کرتا ہے؟ کیا تو مجھے کسی ایسے دور دراز (رشتہ دار) کے حوالے کرتا ہے جو مجھ سے منہ پھیر لے، یا کسی ایسے دشمن کے سپرد کرتا ہے جسے تو نے میرا معاملہ مسلط کر دیا ہو؟ اگر مجھ پر تیرا غضب نہیں ہے، تو پھر مجھے دنیا کی تکلیفوں کی

کوئی پروانہیں ہے، لیکن تیری عافیت ہی میرے لیے زیادہ کشادہ (اور بہتر) ہے، میں تیرے اس جمالِ انور کی نورانی تجلی کی پناہ میں آتا ہوں جس کے اشراق سے ہر ظلمتِ کُفر و گمراہی شرمندۂ تاباں ہو گئی ہے، دنیا و آخرت کا ہر نظام اسی نور کی برکت سے درست رہتا ہے، اس خوف سے کہ مجھ پر تیرا غضب نازل ہو جائے۔ میں تیرے چہرے کے نور کی پناہ میں آتا ہوں- وہ نور جس نے تمام تاریکیوں کو روشنی میں بدل دیا - تاکہ تیرا غضب مجھ پر نہ اترے، یا تیری ناراضگی مجھ پر نازل ہو جائے۔ (ہر شکایت) تیری ہی بارگاہ میں (پیش کرنے) کے قابل ہے یہاں تک کہ تو راضی ہو جائے، اور نہ کوئی حرکت کی طاقت ہے نہ کسی کام کی قوت مگر تیری توفیق سے۔''

جب ربیعہ کے دونوں بیٹوں نے نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا سلوک ہوا ہے، تو انہیں آپ پر ترس آیا، اور انہوں نے اپنے ایک نوجوان خدمتگار سے، جس کا نام عَدّاس تھا- اور وہ نصرانی تھا- اس سے ان دونوں نے کہا: انگور کا ایک خوشہ لے لو، پھر اسے ایک طبق میں رکھو، پھر اس شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ اور انہیں کھلاؤ، چنانچہ عَدّاس نے ایسا ہی کیا اور وہ طبق لے کر آیا یہاں تک کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے انگور رکھ دیے، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک انگور پر رکھا، تو فرمایا: بسم اللہ، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگور تناول فرمائے، تو عَدّاس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کی طرف دیکھنے لگا، پھر عدّاس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اللہ کی قسم! یہ کلام (یعنی بسم اللہ) تو اس شہر (طائف) کے لوگ نہیں کہتے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدّاس سے فرمایا: تم کس ملک/علاقے کے رہنے والے ہو؟ تمہارا دین کیا ہے؟ تو عَدّاس نے جواب دیا: میں نصرانی ہوں، اور میں نینویٰ کے رہنے والوں میں سے ایک شخص ہوں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس

سے فرمایا: کیا تم اُس صالح شخص یونس بن متّیٰ کے گاؤں نینوا سے ہو؟ تو عدّاس نے آپ سے کہا: آپ کو یونس بن متّیٰ کے بارے میں کیسے معلوم ہے؟ اللہ کی قسم! میں نینویٰ ہی سے نکلا ہوں، اس شہر میں دس آدمی بھی ایسے نہیں ہیں جو متّیٰ کو جانتے ہوں، آپ نے کہاں سے پہچانا متّیٰ کو، حالانکہ آپ تو اُمّی ہیں اور ایک اُمّی قوم میں ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ میرے بھائی ہیں، وہ نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں، تو عَدّاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھک گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک، ہاتھوں اور پاؤں کا بوسہ لینے لگا، پھر جب عَدّاس باغ میں واپس آیا تو عتبہ و شیبہ نے اس سے کہا: تیری خرابی ہو اے عَدّاس! تجھے کیا ہو گیا تھا، تو اس شخص کے سر، ہاتھوں اور پاؤں کا بوسہ کیوں لے رہا تھا؟ تو اس نے کہا: اے میرے آقا! روئے زمین پر اس شخص سے بہتر کوئی نہیں، اس نے مجھے ایک ایسی بات بتائی جو کوئی نہیں جانتا سوائے نبی کے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے رخصت ہو کر مکہ کی طرف واپس تشریف لے گئے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم غمگیں تھے، اس وقت کہ نہ تو کسی ایک مرد نے آپ کی بات قبول کی اور نہ ہی کسی عورت نے، البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر لب کشائی فرمائی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، آپ ان کے پاس کیسے تشریف لے جائیں گے، حالانکہ انہوں نے یہ کیا اور وہ کیا (صراحۃً ناگفتنی حرکتیں کی ہیں)؟ (یہ سن کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اے زید! بے شک اللہ تعالیٰ عزوجل اس صورتِ حال کے لیے جسے تو دیکھ رہا ہے، کشائش اور نکلنے کا راستہ پیدا فرما دے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے دین کی نصرت فرمانے والا اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غلبہ عطا فرمانے والا ہے۔

پھر ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ معظمہ میں تشریف لے جانے کا واقعہ بیان

فرمایاہے، واقعہ یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ اور طائف کے باشندوں سے وہ سب کچھ برداشت کیاجو آپ کے حصے میں آیااور آپ نے وہ دُعافرمائی جو پہلے گزر چکی ہے، تواسی عالمِ تکلیف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اوران کے ساتھ پہاڑوں کے فرشتہ بھی تھا-جیساکہ صحیح البخاری(جلد ۲، کتاب الانبیاء، حدیث نمبر ۳۲۳۱)میں مذکورہ واقعہ تفصیل سے موجود ہے-کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہانے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:"کیاآپ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی دن ایسا بھی گزرا ہے جو یومِ اُحد سے زیادہ سخت ہو؟آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہاری قوم (قریش)سے جو کچھ سابقہ پیش آیا،ان تمام آزمائشوں میں سب سے زیادہ سخت آزمائش وہ دن تھاجب میں نے عقبہ (طائف)کے موقع پراپناپیغام ابن عبد یالیل بن عبد کلال کے سامنے پیش کیا،تواس نے میری مراد (یعنی دعوتِ اسلام کی قبولیت)کی طرف مجھے کوئی جوابی قبولیت نہ بخشی،چنانچہ میں وہاں سے روانہ ہوااور اپنے چہرے پر غم کے سائے لیے ہوئے تھا،میں ہوش میں(ماحول سے آگاہ)نہ ہوایہاں تک کہ میں نے خود کوقرن الثعالب پر پایا،میں نے سر اٹھایاتواچانک دیکھاکہ ایک بادل ہے جس نے مجھے سایہ فراہم کرر کھاہے، تو میں نے (غور سے)دیکھا،تو اس بادل میں جبرائیل علیہ السلام موجود تھے، پس انہوں نے مجھے آواز دی:بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی بات(تکذیب وانکار)سن لی ہے اورانہوں نے آپ کو جو(ردِ) جواب دیاہے(وہ بھی دیکھ لیاہے)،اوراس نے آپ کی طرف پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجاہے،تاکہ آپ ان کے بارے میں جو چاہیں انہیں حکم دے سکیں-آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پس پہاڑوں کے فرشتے نے مجھے آواز دی اور مجھ پر سلام بھیجا،پھر کہا: اے محمد! بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کاآپ کے لیے (وہ)کلام سن لیاہے، میں پہاڑوں کافرشتہ ہوں-آپ کے رب نے مجھے آپ کی طرف بھیجاہے تاکہ آپ

مجھے اپنا حکم ان کے بارے میں دیں، اگر آپ چاہیں تو میں ان دونوں پہاڑی چٹانوں کو ان پر الٹ دوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلکہ میں تو امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسی اولاد پیدا فرمائے گا جو صرف اللہ کی عبادت کرے گی، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے گی۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان فرمائی ہے: کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا: آپ ان مشرکوں کے خلاف اللہ سے (عذاب کی) دُعا فرمائیے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا ہوں، بلکہ میں تو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

اور صحیحین (بخاری و مسلم) میں حضرت خباب بن الارت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان فرمایا: جب ہم پر مشرکوں کی طرف سے سختی اور تکلیف بہت شدید ہو گئی، تو ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: کیا آپ ہمارے لیے اللہ سے (نصرت اور آسانی کی) دُعا نہیں فرمائیں گے؟ کیا آپ ہمارے لیے اللہ سے مدد طلب نہیں فرمائیں گے؟

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے پہلے لوگوں کا یہ حال تھا کہ کسی شخص کو پکڑ لیا جاتا، پھر اس کے لیے زمین میں ایک گڑھا کھودا جاتا تھا، پھر اسے آرے سے چیرنے کے لیے پیش کیا جاتا، اور آرا اس کے سر پر رکھ دیا جاتا، یہاں تک کہ اسے دو حصوں میں کر دیا جاتا؛ مگر یہ سفّاک ترین عذاب بھی اسے اس کے دین سے باز نہ رکھ سکا، اور لوہے کی کنگھیوں سے اس کے جسم کو یوں نوچا جاتا کہ گوشت کے نیچے موجود ہڈیاں اور پٹھے تک نمایاں ہو جاتے؛ مگر یہ بے پناہ اذیتیں بھی اسے اس کے دین سے ہٹانے والی نہ تھیں، اور اللہ تعالیٰ اس کام کو پوری طرح مکمل فرمائے گا، یہاں تک کہ جو شخص صنعا سے حضر موت تک سوار ہو کر گزرے گا، وہ کسی

سے نہ ڈرے گا مگر اللہ تعالیٰ سے۔ لیکن تم لوگ جلدی چاہتے ہو اور عجلت میں ہو۔

یہ ذکر کیا جاتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قوم کے ہاتھوں جو اذیتیں، تمسخر، اور بھڑکانے والی حرکتیں برداشت کیں، وہ سب صبر واستقامت کے ساتھ، اللہ کی رضا اور اجر کی توقع میں سہتے رہے، یہ اس بات کا مظہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مقصد اور ارادہ، یعنی اپنی رسالت کی تبلیغ اور پیغام کو پہنچانا، پوری طرح آشکار ہو رہا تھا، اللہ کی راہ میں کسی ملامت کرنے والے کے الزام سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی خوف یا ہچکچاہٹ نہ ہوتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قوم کے سامنے ان باتوں کی نشاندہی فرماتے تھے جو وہ اپنے دین اور معبودوں میں پسند نہیں کرتے تھے، یعنی ان کے عیوب اور خامیوں کو صاف اور حق کے مطابق بیان کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ان کے باپ دادا کی گمراہی اور ان کے خوابوں اور خواہشات کی بے وقعتی کو واضح کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے دشمنی کے مظاہر کو آشکار فرماتے اور ان کے ساتھ اس حد تک جنگ کرتے کہ دشمنی کے تعلق میں فیصلہ کن اور قطعی نتیجہ حاصل ہوتا۔

عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے: "جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ واپس تشریف لائے اور موسم حج کی آمد ہوئی، تو انصار میں سے ایک گروہ حج کے لیے روانہ ہوا، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک گروہ کے پاس پہنچے جو انصار میں سے تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر قرآن کریم کی تلاوت فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اللہ کی طرف بلایا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اللہ کی طرف سے جو کچھ عطا کیا گیا تھا اس کی خبر دی، جس سے ان کے ایمان میں یقین پیدا ہوا اور ان کے دل آپ کی دعوت پر سکون اور اطمینان سے بھر گئے، انہوں نے اس بات کو پہچان لیا جو وہ اہل کتاب کی طرف سے سنتے تھے، یعنی ان کے ذکر میں جو وصف اور خصوصیات بیان کی جاتی تھیں، اسے وہ جان گئے، جس بات کی

طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بلا رہے تھے، یعنی اللہ کی وحدانیت، اس کے احکام، اور دین کے کامل پیغام کی طرف، اسے انہوں نے سچ مانا، دل سے قبول کیا اور پورے ایمان اور یقین کے ساتھ قبول کر لیا، یہ ان برکتوں میں سے تھا جو اللہ تعالیٰ نے انصار کے لیے پیدا کیں، یعنی وہ اس کی بدولت ان چیزوں تک پہنچے جو وہ پہلے اہل کتاب کی طرف سے سنتے تھے اور جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمایاں اوصاف اور خصوصیات، جیسے آپ کی اخلاقی عظمت، ایمان کی پختگی، علم و حکمت اور شجاعت، تفصیل کے ساتھ بیان کی جاتی تھیں، پھر جب وہ اپنے قوم کے پاس واپس آئے، تو انہوں نے خفیہ طور پر انہیں اللہ کی طرف دعوت دینے کا سلسلہ شروع کیا، اور وہ انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال سے آگاہ کرتے، اس روشنی، ہدایت اور قرآن کے بارے میں جو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بھیجی تھی، انہیں آگاہ کرتے، پس وہ لوگ ایمان لے آئے، یہاں تک کہ تقریباً انصار کے ہر گھر میں ان میں سے کوئی گھر باقی نہ رہا جس میں کوئی شخص اسلام نہ لایا ہو، اور ایسا ہونا قطعی یقین کے ساتھ واقع ہوا۔"

اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کو قرآن مجید میں بھی بیان فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ اہل کتاب عربوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خبر دیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ان پر فتح و برتری حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے، پس اہل کتاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو تسلیم کرنے والے، اسنبوت کی خبر دینے والے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے خوشخبری دینے والے تھے، قبل اس کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے جائیں، پس اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

{وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَقَفَّيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ أَفَكُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ بِمَا لَا تَهْوَى أَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ

وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ – وَقَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ بَلْ لَعَنَهُمُ اللَّهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيلًا مَا يُؤْمِنُونَ – وَلَمَّا جَاءَهُمْ كِتَابٌ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَهُمْ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ – بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ أَنْ يَكْفُرُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ بَغْيًا أَنْ يُنَزِّلَ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ فَبَاءُوا بِغَضَبٍ عَلَى غَضَبٍ وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُهِينٌ – وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا نُؤْمِنُ بِمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُونَ بِمَا وَرَاءَهُ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِمَا مَعَهُمْ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُونَ أَنْبِيَاءَ اللَّهِ مِنْ قَبْلُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ} [البقرة: 87 – 91]

اور بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور اس کے بعد بھی پے در پے رسول بھیجتے رہے، اور ہم نے عیسیٰ مریم کے بیٹے کو نشانیاں دیں اور روح القدس سے اس کی تائید کی، کیا جب تمہارے پاس کوئی رسول وہ حکم لایا جسے تمہارے دل نہیں چاہتے تھے تو تم اکڑ بیٹھے، پھر ایک جماعت کو تم نے جھٹلایا اور ایک جماعت کو قتل کیا۔ اور کہتے ہیں ہمارے دلوں پر غلاف ہیں، بلکہ اللہ نے ان کے کفر کے سبب سے لعنت کی ہے، سو بہت ہی کم ایمان لاتے ہیں۔ اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے کتاب آئی جو تصدیق کرتی ہے اس کی جو ان کے پاس ہے، اور اس سے پہلے وہ کفار پر فتح مانگا کرتے تھے، پھر جب ان کے پاس وہ چیز آئی جسے انہوں نے پہچان لیا تو اس کا انکار کیا، سو کافروں پر اللہ کی لعنت ہے۔ انہوں نے اپنی جانوں کو بہت ہی بری چیز کے لیے بیچ ڈالا، یہ کہ اللہ کی نازل کی ہوئی چیزوں کا اس ضد میں آکر انکار کرنے لگے کہ وہ اپنے فضل کو اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے کیوں نازل کر دیتا ہے، سو غضب پر غضب میں آ گئے، اور کافروں کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس پر ایمان لاؤ جو اللہ نے نازل کیا ہے تو کہتے ہیں ہم تو اسی کو مانتے ہیں جو ہم پر اترا ہے اور اسے نہیں مانتے ہیں جو اس کے سوا ہے، حالانکہ وہ حق ہے اور تصدیق کرنے والی ہے جو ان

کے پاس ہے، کہہ دو پھر تم کیوں اس سے پہلے اللہ کے نبیوں کو قتل کرتے رہے اگر تم مومن تھے۔

پس اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ اہل کتاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد سے عربوں پر فتح حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھیجے نہیں گئے تھے – یعنی وہ آپ کی طرف استعانت چاہتے تھے – اور جب وہ اور عرب ایک دوسرے سے لڑتے، تو عرب غالب آجاتے، تو وہ کہتے: عنقریب اسماعیل کی اولاد میں سے وہ امی نبی مبعوث کیے جائیں گے، ہم ان کی پیروی کریں گے اور ان کے ساتھ مل کر تمہیں بدترین طریقے سے قتل کریں گے؛ اور وہ اس نبی کے اوصاف اور نشانیاں بیان کیا کرتے تھے۔

اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبریں بکثرت اور تواتر کے ساتھ منقول ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ فَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَافِرِينَ} [البقرة: 89]

پھر جب ان کے پاس وہ چیز آئی جسے انہوں نے پہچان لیا تو اس کا انکار کیا، سو کافروں پر اللہ کی لعنت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرمایا کہ یہود کا حال یہ تھا کہ جب بھی ان کے پاس اللہ کا کوئی رسول ایسا پیغام لے کر آیا جو ان کی خواہشات کے خلاف تھا، تو انہوں نے بعض کو جھٹلایا اور بعض کو قتل کر دیا، اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ وہ (یہود) ایک غضب کے ساتھ دوسرے غضب پر آئے؛ کیونکہ وہ مسلسل وہی کام کرتے رہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان پر غضبناک ہوتا تھا، یا تو اس (تکرار) کا مقصد یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کا ان پر غضب اور بھی زیادہ واضح اور مؤکد ہو جائے، یا پھر اس تکرار کا مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ غضب کا ذکر دو مرتبہ ہو؛ اور پہلا غضب یہ تھا: پہلا غضب یہ تھا کہ انہوں نے مسیح اور انجیل کو جھٹلایا، اور دوسرا غضب محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر تھا

فصل: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات

اور وہ ان لوگوں کے پاس ایسی واضح نشانیاں (آیات) لے کر آتے تھے جو ان کی نبوت پر صریح طور پر دلالت کرتی تھیں – محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ایک ہزار سے بھی زائد ہیں۔ مثلاً چاند کا شق ہو جانا اور اس کے علاوہ دیگر بے شمار نشانیاں (معجزات)۔ اسی طرح قرآنِ مجید – جو اپنی ذات میں ایک عظیم معجزہ ہے۔ اسی طرح آپ سے پہلے اہلِ کتاب کی خبریں، اور انبیائے کرام کی طرف سے آپ کی بعثت کی بشارتیں بھی (آپ کے معجزات میں سے ہیں)۔ اور اسی طرح کاہنوں اور غیبی آوازوں کے ذریعے اس کے بارے میں دی جانے والی خبریں بھی (آپ کے معجزات میں شامل ہیں)۔ اور اسی طرح ہاتھی والوں کے واقعے کی مانند وہ عظیم قصہ بھی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آپ کی ولادت کے سال ایک نمایاں نشانی بنا دیا۔ وہ تمام عجیب و غیر معمولی واقعات بھی جو آپ کی ولادت کے سال پیش آئے اور جو آپ کی نبوت پر واضح طور پر دلالت کرتے تھے۔ اور اسی طرح آسمان کے غیر معمولی بھر جانے اور اس میں موجود شُہب (تارے یا شعلے) کے گرنے کا واقعہ، جن کے ذریعے شیطانوں کو مارا جاتا تھا، جو آپ کی بعثت سے قبل اور بعثت کے بعد کے معمول سے مختلف تھا۔ اور اسی طرح آپ کی وہ خبریں بھی جو غیب کے متعلق تھیں، اور جنہیں کوئی انسان نہیں جان سکتا تھا مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم پانے کے ذریعے، بغیر اس کے کہ کوئی دوسرا انسان آپ کو وہ سکھاتا۔

پس آپ نے انہیں ماضی کے امور سے بھی آگاہ کیا، جیسے آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، مسیح، ہود، شعیب، صالح اور دیگر انبیاء کی کہانیاں، اور ساتھ ہی مستقبل کے واقعات کی بھی پیشگوئیاں فرمائیں۔ آپ کی قوم بخوبی جانتی تھی کہ آپ نے اہلِ کتاب سے کوئی علم حاصل نہیں کیا تھا۔ اور نہ ہی کسی اور سے۔ اور مکہ میں اہلِ کتاب کے

کسی بھی عالم میں سے کوئی بھی نہیں تھا جس سے آپ نے علم حاصل کیا ہو۔ بلکہ یہ بھی نہیں تھا کہ آپ ان میں سے کسی کے ساتھ ملاقات کرتے ہوں جو عربی زبان جانتا ہو۔اور یہ بھی نہیں تھا کہ آپ کسی غیر عربی زبان میں مہارت رکھتے ہوں۔اور یہ بھی نہیں تھا کہ آپ کوئی کتاب لکھتے ہوں۔اور یہ بھی نہیں تھا کہ آپ کوئی لکھی ہوئی کتاب پڑھتے ہوں۔

آپ نے اپنی نبوت سے پہلے کہیں سفر نہیں کیا، سواد و سفر کے: ایک سفر تو آپ نے بچپن میں کیا، اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ، جن سے آپ کبھی جدا نہ ہوئے۔ آپ نہ تو اہلِ کتاب میں سے کسی کے ساتھ ملاقات کرتے، اور نہ ہی کسی اور کے ساتھ۔ایک اور سفر بھی تھا جو آپ نے بڑے ہو کر کیا، قریش کے ایک قافلے کے ساتھ، جن سے آپ بھی جدا نہ ہوئے۔آپ نہ تو اہلِ کتاب کے کسی شخص سے ملاقات کرتے تھے۔آپ نے اپنے ساتھ موجود لوگوں کو اہلِ کتاب کی طرف سے آپ کی نبوت کے متعلق خبر دار کیا، جیسا کہ راھب بحیرہ نے آپ کی نبوت کی خبر دی تھی۔ جو کچھ بھی اس سے ظاہر ہوا جس نے انہیں آپ کی نبوت کی طرف رہنمائی دی۔ چنانچہ اسی وجہ سے خدیجہ رضی اللہ عنہانے اپنی زندگی کا رشتہ آپ سے نبوت سے پہلے ہی جوڑا، اس لیے کہ انہیں آپ کی حالت اور صفات کے بارے میں خبروں کے ذریعے آگاہ کیا گیا تھا۔

یہ امور دوسری جگہ میں تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ لیکن یہاں مقصد یہ ہے: یعنی متنبہ کرنے کا مقصد یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار معجزات موجود ہیں۔ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے پانی کا جاری ہونا، جو ایک ہی مرتبہ نہیں بلکہ متعدد بار ہوا۔ اور جیسے تھوڑے سے کھانے کی کثرت تکمیل، تاکہ بہت لوگ اور جمعیت اسے کھا سکیں۔اور جیسے تھوڑے سے پانی کی کثرت تکمیل، تاکہ بہت سے لوگ اس سے پی سکیں۔ یہ وہی ہے جو آپ کے لیے اور آپ کی امت کے لیے بارہا پیش آیا، ایسے

بے شمار معجزات اور نشانات جو بیان کرنے میں لمبا وقت لگ جائے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض پیروکاروں کے لیے اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کر دیتا تھا، خواہ وہ انسان ہوں یا جانور۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض پیروکار لشکروں کے ساتھ کثیر تعداد میں سمندر پر چلتے تھے، یہاں تک کہ وہ پار ہو کر دوسری جانب جا پہنچتے، ان میں سے کچھ ایسے بھی تھے جنہیں آگ میں ڈالا گیا تھا، پس وہ آگ اس پر ٹھنڈک اور سلامتی کی حالت میں ہو گئی، اور اس طرح کے واقعات بہت کثرت سے پیش آئے۔

لیکن یہاں مقصود یہ ہے کہ قرآنِ کریم میں بعض مقامات پر اس بات کا ذکر آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پچھلے زمانوں کے واقعات کی ایسی تفصیل کے ساتھ خبر دیتے تھے، جسے کوئی اور نہیں جان سکتا، سوائے اس کے کہ وہ نبی ہو، یا پھر وہ جنہیں کسی نبی نے خبر دی تھی، اور ان کی قوم جانتی تھی کہ اس بارے میں اسے کسی بشر نے اطلاع نہیں دی، یہ ان دلائل میں سے ہے جن کے ذریعے ان پر حجت قائم کی گئی، باوجود اس کے کہ ان کی دشمنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہایت شدید تھی، اور وہ ہر اس چیز کو تلاش کرنے میں لگے رہتے تھے جس کے ذریعے آپ پر اعتراض کر سکیں، پھر بھی وہ ایسا کوئی اعتراض نہ کر سکے جو قابلِ قبول ہوتا، دیگر اقوام کو بھی یہ علم تھا کہ آپ کی قوم، جو آپکی سخت دشمن تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلمپر اعتراض کرنے میں پوری کوشش کرتی تھی، وہ بھی ایسا کچھ کہنے پر قادر نہ ہو سکی، بیشک یہ غیبی خبریں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی بشر نے نہیں سکھائی تھیں، پس تمام مخلوق پر لازم ہو گیا کہ یہ بات مانے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ غیبی خبریں کسی بشر نے نہیں سکھائی تھیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{تِلْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهَا إِلَيْكَ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا أَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هَذَا} [هود: 49]

(اے محمد) یہ غیب کی خبریں ہیں جنہیں ہم آپ کی طرف وحی کر رہے ہیں، اس سے پہلے نہ تو آپ ہی جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم جانتی تھی۔

پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ نہ وہ خود اس علم سے واقف تھا اور نہ ہی اس کی قوم، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم بھی اس حقیقت کا اعتراف کرتی تھی، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کے سوا کسی اور سے علم حاصل نہیں کیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ اپنی قوم سے اور نہ ہی کسی غیر قوم سے علم حاصل کیا تھا، اسی وجہ سے ان میں سے بعض نے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے کسی بشر سے علم حاصل کیا ہے، مگر یہ جھوٹ ہر ایک پر ظاہر ہو گیا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ – إِنَّهُ لَيْسَ لَهُ سُلْطَانٌ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَلَى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ – إِنَّمَا سُلْطَانُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتَوَلَّوْنَهُ وَالَّذِينَ هُمْ بِهِ مُشْرِكُونَ – وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَكَانَ آيَةٍ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مُفْتَرٍ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ – قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِنْ رَبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِينَ آمَنُوا وَهُدًى وَبُشْرَى لِلْمُسْلِمِينَ – وَلَقَدْ نَعْلَمُ أَنَّهُمْ يَقُولُونَ إِنَّمَا يُعَلِّمُهُ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ أَعْجَمِيٌّ وَهَذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُبِينٌ} [النحل: 98 – 103]

سو جب تو قرآن پڑھنے لگے تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ لے۔ اس کا زور ان پر نہیں چلتا جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اس کا زور تو انہیں پر ہے جو اسے دوست بناتے ہیں اور جو اللہ کے ساتھ شریک مانتے ہیں۔ اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری بدلتے ہیں، اور اللہ خوب جانتا ہے جو اتارتا ہے تو کہتے ہیں کہ تو بنالاتا ہے، یہ بات نہیں لیکن اکثر ان میں سے نہیں سمجھتے۔ تو کہہ دے کہ اسے تیرے رب کی طرف سے پاک فرشتے نے سچائی کے ساتھ اتارا ہے تاکہ ایمان والوں کے دل جمادے اور فرمانبرداروں کے

لیے ہدایت اور خوشخبری ہے۔ اور ہمیں خوب معلوم ہے کہ وہ کہتے ہیں اسے تو ایک آدمی سکھاتا ہے، حالانکہ جس کی طرف نسبت کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ صاف عربی زبان ہے۔

پس مکّہ میں ایک عجمی (غیر عرب) شخص تھا جو قریش کے بعض لوگوں کا غلام تھا، بعض لوگوں نے یہ دعویٰ کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس عجمی غلام سے علم حاصل کرتے ہیں، پس اللہ تعالی نے واضح کردیا کہ یہ ایک کھلا جھوٹ ہے، وہ ایک عجمی شخص تھا، جو اس قابل ہی نہ تھا کہ اس قرآنِ عربی میں سے ایک کلمہ بھی ادا کرسکے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم عرب تھے، جو عجمی زبانوں میں سے کسی زبان کو نہیں جانتے تھے، پس جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں بات کرے، آپ اس کی بات کو سمجھ نہیں سکتے، وہ شخص عربی زبان میں گفتگو کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا تھا، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم غیر عربی زبان میں کوئی کلام نہیں سمجھتے تھے، پس اسی لیے اللہ تعالی نے فرمایا:

{لِسَانُ الَّذِي يُلْحِدُونَ إِلَيْهِ} [النحل: 103]

حالانکہ جس کی طرف نسبت کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے۔

یعنی: وہ اس عجمی شخص کی طرف جھکتے ہیں اور اس کی طرف نسبت کرتے ہیں کہ اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تعلیم دی ہے:

{أَعْجَمِيٌّ وَهَذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُبِينٌ} [النحل: 103]

اس کی زبان عجمی ہے اور یہ صاف عربی زبان ہے۔

اسی طرح بعض لوگوں نے قرآن کے بارے میں کہا:

{إِنْ هَذَا إِلَّا إِفْكٌ افْتَرَاهُ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ} [الفرقان: 4]

یہ تو محض جھوٹ ہے جسے اس نے بنالیا ہے اور دوسرے لوگوں نے اس میں اس کی مدد کی ہے، پس وہ بڑے ظلم اور جھوٹ پر اتر آئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{فَقَدْ جَاءُوا ظُلْمًا وَزُورًا وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا – قُلْ أَنْزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا} [الفرقان: 4 – 6]

پس وہ بڑے ظلم اور جھوٹ پر اتر آئے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ پہلوں کی کہانیاں ہیں جنہیں اس نے لکھ رکھا ہے پس وہی اس پر صبح اور شام پڑھی جاتی ہیں۔ کہہ دو کہ اسے تو اس نے نازل کیا ہے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتیں جانتا ہے، بے شک وہ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔

پس اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ یہ قول ایک ظاہر اور کھلا جھوٹ ہے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو بھی معلوم ہے، چہ جائیکہ آپ کے دوستوں پر۔ کیونکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ آپ کے پاس کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو اس کام میں آپ کی مدد کرے۔

اور نہ ہی آپ کی قوم میں، اور نہ ہی آپ کے شہر میں کوئی ایسا شخص تھا جو اس درجے کا کلام کر سکے کہ اس کام میں آپ کی مدد کرے۔ پس اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{فَقَدْ جَاءُوا ظُلْمًا وَزُورًا} [الفرقان: 4]

پس وہ بڑے ظلم اور جھوٹ پر اتر آئے ہیں۔

پس اس کے شہر اور قوم کے تمام لوگ، جو اس کے دشمن تھے، خوب جانتے تھے کہ یہ اس پر ظلم ہے اور صریح جھوٹ ہے، اسی وجہ سے ان کے عقل مند اور معروف لوگوں میں سے کسی نے یہ بات نہیں کہی، اسی

طرح ان کا یہ قول: یہ تو اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں، جنہیں اس نے لکھوالیا ہے، پس وہ صبح وشام اس پر پڑھ کر سنائی جاتی ہیں، پس آپ کی قوم کے وہ لوگ جو آپ کو جھٹلاتے تھے، خوب جانتے تھے کہ آپ کے پاس کوئی ایسا شخص نہیں ہے جو آپ پر کوئی کتاب پڑھ کر سنائے، اللہ تعالیٰ نے ان کے جھوٹ کو ظاہر کرنے کے لیے یہ بیان فرمایا:

{قُلْ أَنْزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ} [الفرقان: 6]

کہہ دو کہ اسے تو اس نے نازل کیا ہے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتیں جانتا ہے، بے شک وہ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔

بیشک قرآن میں ایسے اسرار ہیں جنہیں کوئی بشر نہیں جان سکتا، سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ خود اسے آگاہ کرے، بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کے تمام راز جانتا ہے، پس جب اللہ تعالیٰ نے ان کی نبوت میں قدح کرنے والی بات کو ذکر کیا، چنانچہ فرمایا: انہوں نے کہا

{مَالِ هَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِي فِي الْأَسْوَاقِ لَوْلَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونَ مَعَهُ نَذِيرًا – أَوْ يُلْقَى إِلَيْهِ كَنْزٌ أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا وَقَالَ الظَّالِمُونَ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَسْحُورًا} [الفرقان: 7 – 8]

اور کہتے ہیں اس رسول کو کیا ہو گیا کہ کھانا کھاتا اور بازاروں میں پھرتا ہے، اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا کہ اس کے ساتھ وہ بھی ڈرانے والا ہوتا۔ یا اس کے پاس کوئی خزانہ آجاتا یا اس کے لیے باغ ہوتا جس میں سے کھاتا، اور بے انصافوں نے کہا کہ تم تو بس ایک ایسے شخص کے تابع ہو گئے جس پر جادو کیا گیا ہے۔

یہ توان مخالفین کا کلام ہے، جنہوں نے اس پر اعتراض کیا کہ وہ کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے، جہاں کھانے پینے اور پہننے کے سامان بیچے جاتے ہیں، انہوں نے کہا: کیوں نہ اس پر کوئی فرشتہ اتارا گیا، تاکہ وہ اس کے ساتھ مل کر ڈرانے والا ہو، یا پھر وہ اس بات سے بے نیاز ہو جائے کہ اس پر کوئی فرشتہ نازل ہو، بلکہ اس کے پاس کوئی خزانہ ہو جس سے وہ خرچ کرے، یا کوئی باغ ہو جس سے وہ کھائے۔ اور ظالموں نے کہا: تم تو محض ایک ایسے شخص کی پیروی کر رہے ہو جو جادو زدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{انْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا} [الإسراء: 48]

دیکھ تیرے لیے کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں سو گمراہ ہو گئے پھر وہ راستہ نہیں پا سکتے۔

وہ تمہیں جھوٹا، جادو زدہ اور دوسروں سے نقل کرنے والا قرار دیتے ہیں، ان میں سے ہر ایک قول کا جھوٹ ہر اس شخص پر ظاہر ہے جو آپ کو جانتا ہے، **{فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا}** [الإسراء: 48] سو گمراہ ہو گئے پھر وہ راستہ نہیں پا سکتے، اور ضالّ: وہ ہے جو جاہل ہو اور راستے سے ہٹ جانے والا ہو، پس وہ اس راستے پر چلنے کی طاقت نہیں رکھتا جو مقصود تک پہنچا دے، بلکہ ان کی عاجزی اور مناظرے میں بے بسی بالکل ظاہر ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَقَالُوا لَوْلَا يَأْتِينَا بِآيَةٍ مِنْ رَبِّهِ أَوَلَمْ تَأْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْأُولَى} [طه: 133]

اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ ہمارے پاس اپنے رب سے کوئی نشانی کیوں نہیں لے آتا، کیا ان کے پاس پہلی کتابوں کی شہادت نہیں پہنچی۔

بیشک وہ ان کے پاس پہلی صحیفوں میں جو کچھ تھا، اس کی واضح حقیقت لے کر آیا، جیسے تورات اور انجیل، حالانکہ وہ خوب جانتے ہیں کہ اس نے اہلِ کتاب سے کچھ بھی نہیں لیا، پس جب وہ انہیں ان غیبی باتوں کی خبر دیتا ہے جنہیں کوئی نہیں جان سکتا سوائے نبی کے، یا اس کے جسے نبی نے خبر دی ہو، اور یہ حقیقت باقی امتوں پر بھی بالکل واضح ہو گئی ہے، پس جب اس حال میں کہ اس کی اپنی قوم کے دشمن بھی اور غیر دشمن بھی اس بات کے معترف ہیں کہ وہ کسی ایسے شخص سے نہیں ملا جس نے اسے یہ سب کچھ سکھایا ہو، پس یہ بات تواتر کے ساتھ منقول ہو گئی ہے، یہ ان باتوں میں سے ہے جن کا اعتراف اس کے مخالفین نے بھی کیا، حالانکہ وہ اس پر طعن کرنے کے لیے پوری کوشش کرتے اگر انہیں کوئی موقع ملتا۔

پس یہ غیب کی خبریں جو پہلے ہی بیان کر دی گئی تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے آپ کی قوم پر حجت قائم ہو گئی، اور ہر اس شخص پر بھی جس تک یہ خبر پہنچی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ پیش آنے والے غیبی امور کی بھی خبر دی، اور انہی خبروں کے ذریعے حجت قائم ہوتی ہے ہر اس شخص پر جو ان خبروں کی تصدیق کو جان لے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

{غُلِبَتِ الرُّومُ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ} [الروم: 2]

روم مغلوب ہو گئے۔

پھر فرمایا:

{الم – غُلِبَتِ الرُّومُ – فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ – فِي بِضْعِ سِنِينَ لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ – بِنَصْرِ اللَّهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ} [الروم: 1 – 5]

ال مٓ۔ روم مغلوب ہو گئے۔ نزدیک کے ملک میں اور وہ مغلوب ہونے کے بعد عنقریب غالب آ جائیں گے۔ چند ہی سال میں، پہلے اور پچھلے سب کام اللہ کے ہاتھ میں ہیں، اور اس دن مسلمان خوش ہوں گے۔ اللہ کی مدد سے، مدد کرتا ہے جس کی چاہتا ہے، اور وہ غالب رحم والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ – فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا} [البقرة: 23 – 24]

اور اگر تمہیں اس چیز میں شک ہے جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے تو ایک سورت اس جیسی لے آؤ، اور اللہ کے سوا جس قدر تمہارے حمایتی ہوں بلا لو اگر تم سچے ہو۔ بھلا اگر ایسا نہ کر سکو، اور ہر گز نہ کر سکو گے۔

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ وہ لوگ آئندہ ایسا ہر گز نہ کریں گے، اور معاملہ بالکل ویسا ہی ہوا جیسا کہ آپ نے خبر دی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا} [الإسراء: 88]

کہہ دو اگر سب آدمی اور سب جن مل کر بھی ایسا قرآن لانا چاہیں تو ایسا نہیں لا سکتے اگرچہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا مددگار کیوں نہ ہو۔

پس آپ نے خبر دی کہ انسان اور جن قیامت کے دن تک اس بات پر قادر نہ ہوں گے کہ اس قرآن جیسی کوئی چیز لے آئیں، اس خبر کو گزرے ہوئے اب سات سو برس سے بھی زیادہ ہو چکے ہیں، اور انسانوں اور

جنوں میں سے کوئی بھی اس بات پر قادر نہ ہو سکا کہ اس قرآن جیسی کوئی چیز لے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کے بارے میں فرمایا، جب آپ مکہ مکرمہ میں تھے:

{سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ} [القمر: 45]

عنقریب یہ جماعت بھی شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔

اس خبر کی تصدیق بدر کے دن اور دیگر مواقع پر ظاہر ہو گئی، اور اس کے بعد بھی بہت سے برسوں تک یہی حقیقت نمایاں رہی۔

{وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا} [النور: 55]

اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کیے کہ انہیں ضرور ملک کی حکومت عطا کرے گا جیسا کہ ان سے پہلوں کو عطا کی تھی، اور ان کے لیے جس دین کو پسند کیا ہے اسے ضرور مستحکم کر دے گا اور البتہ ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا، بشرطیکہ میری عبادت کرتے رہیں اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں، اور جو اس کے بعد ناشکری کرے وہی فاسق ہوں گے۔

معاملہ بالکل ویسا ہی ہوا جیسا اس نے وعدہ فرمایا تھا، اور اس خبر کی تصدیق کئی برسوں بعد ظاہر ہو گئی، اور اسی طرح اس کا فرمان ہے:

{هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا} [الفتح: 28]

وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تا کہ اسے ہر ایک دین پر غالب کرے، اور اللہ کی شہادت کافی ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے وہی چیز ظاہر فرما دی جس کے ساتھ اپنے رسول کو بھیجا تھا، نشانیوں، دلائل، قوتِ دست اور نیزے کے ذریعے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُغْلَبُونَ وَتُحْشَرُونَ إِلَى جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ} [آل عمران: 12]

کافروں کو کہہ دے کہ اب تم مغلوب ہو گئے اور دوزخ کی طرف اکھٹے کیے جاؤ گے، اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

پس معاملہ بالکل ویسا ہی ہوا جیسا انہیں خبر دی گئی تھی؛ وہ دنیا میں مغلوب ہوئے، جیسا کہ لوگوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا، یہ بات اس آخری خبر کی تصدیق کرتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ وہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے، اور وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

اللہ نے انہیں ایسی تائید و نصرت عطا فرمائی جو عام انسانوں کو نہیں ملتی، بلکہ صرف انبیاء ہی کو حاصل ہوتی ہے، بلکہ کسی نبی کو بھی وہ تائید نصیب نہیں ہوئی جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی، اسی طرح انہیں سب سے بہترین کتاب کے ساتھ، سب سے بہترین امت کی طرف، سب سے بہترین شریعت کے ساتھ مبعوث کیا گیا، اللہ نے انہیں آدم کی اولاد کا سردار بنایا صلی اللہ علیہ وسلم۔ پس کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی شخص جھوٹی نبوت کا دعویٰ کرے اور اللہ اس کی جڑ کاٹ نہ دے، اسے ذلیل نہ کرے، اس کے جھوٹ و فسق کو ظاہر نہ کر دے۔

جس کسی کو اللہ نے نبوت کے دعوے میں تائید عطا فرمائی، وہ کبھی جھوٹا نہ نکلا بلکہ وہی سچا نبی تھا، جیسا کہ اللہ نے نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ، داؤد اور سلیمان علیہم السلام کو تائید بخشی، بلکہ اللہ نے شعیب، ہود اور صالح علیہم السلام کو بھی تائید عطا فرمائی، یقیناً اللہ کی سنت یہ ہے کہ وہ اپنے رسولوں اور ایمان والوں کی مدد کرتا ہے، دنیا کی زندگی میں بھی اور اس دن بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے، اور حقیقتِ حال بھی یہی ہے، پس جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ اللہ کے افعال صرف عادت کے مطابق ہوتے ہیں، تو یہ اللہ کی عادت اور سنت ہے جس کے ذریعے اس کے کام پہچانے جاتے ہیں، جو شخص یہ جانتا ہے کہ اللہ کے افعال اس کی حکمت کے تقاضے کے مطابق ہوتے ہیں، تو وہ خوب سمجھتا ہے کہ کوئی جھوٹا مدعیِ نبوت ایسی تائید نہیں پا سکتا جس کا مقابلہ کسی کے لیے ممکن نہ ہو، اور اسی طرح انبیاء نے ان سے پہلے خبر دی تھی کہ جھوٹا مدعیِ نبوت کا معاملہ اللہ کبھی پورا نہیں کرتا، نہ اسے نصرت دیتا ہے اور نہ اس کی تائید کرتا ہے۔ پس یہ بات ان سب پہلوؤں سے معلوم ہو گئی ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ہم پچھلی امتوں کے ساتھ اس کے کیے ہوئے واقعات سے عبرت حاصل کریں، کہ اس نے انجام ہمیشہ انبیاء اور ان کے پیروکاروں کے لیے بنایا ہے، اس نے ان لوگوں سے انتقام لیا جنہوں نے انبیاء کو جھٹلایا اور ان کی نافرمانی کی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ} [غافر: 51]

ہم اپنے رسولوں اور ایمانداروں کے دنیا کی زندگی میں بھی مددگار ہیں اور اس دن جب کہ گواہ کھڑے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ – إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ – وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ}

[الصافات: 171 – 173]

اور ہمارا حکم ہمارے بندوں کے حق میں جو رسول ہیں پہلے سے ہو چکا ہے۔ بے شک وہی مدد دیے جائیں گے۔ اور بے شک ہمارا لشکر ہی غالب رہے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَالْأَحْزَابُ مِنْ بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوهُ وَجَادَلُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ فَأَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ} [غافر: 5]

ان سے پہلے قوم نوح اور ان کے بعد اور فرقے بھی جھٹلا چکے ہیں، اور ہر ایک امت نے اپنے رسول کو پکڑنے کا ارادہ کیا، اور غلط باتوں کے ساتھ بحث کرتے رہے تاکہ اس سے دین حق کو مٹا دیں، پھر ہم نے انھیں پکڑ لیا پھر کیسی سزا ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ – الَّذِينَ إِنْ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلَّهِ عَاقِبَةُ الْأُمُورِ – وَإِنْ يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَثَمُودُ وَقَوْمُ إِبْرَاهِيمَ وَقَوْمُ لُوطٍ وَأَصْحَابُ مَدْيَنَ وَكُذِّبَ مُوسَى فَأَمْلَيْتُ لِلْكَافِرِينَ ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ – فَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَى عُرُوشِهَا وَبِئْرٍ مُعَطَّلَةٍ وَقَصْرٍ مَشِيدٍ – أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَعْقِلُونَ بِهَا أَوْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ} [الحج: 40 – 46]

وہ لوگ جنہیں ناحق ان کے گھروں سے نکال دیا گیا ہے صرف یہ کہنے پر کہ ہمارا رب اللہ ہے، اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا تو تکیئے اور مدرسے اور عبادت خانے اور مسجدیں ڈھادی جاتیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے، اور اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اللہ کی مدد کرے گا، بے شک اللہ زبردست غالب ہے۔ وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں دنیا میں حکومت دے دیں تو نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور نیک کام کا حکم کریں اور برے کاموں سے روکیں، اور ہر کام کا انجام تو اللہ کے ہی ہاتھ میں ہے۔ اور اگر تمہیں جھٹلائیں تو ان سے پہلے نوح کی قوم اور عاد اور ثمود۔ اور ابراہیم کی قوم اور لوط کی قوم۔ اور مدین والے اپنے اپنے نبی کو جھٹلا چکے ہیں، اور موسیٰ کو بھی جھٹلایا گیا پھر میں نے منکروں کو مہلت دی پھر میں نے انہیں پکڑا، پھر میری پکڑ کیسی تھی۔ سو کتنی بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں اور وہ گناہ گار تھیں اب وہ اپنی چھتوں پر گری پڑی ہیں، اور کتنے کنوئیں نکمے اور کتنے پکے محل اجڑے اجڑے پڑے ہیں۔ کیا انہوں نے ملک میں سیر نہیں کی پھر ان کے ایسے دل ہو جاتے جن سے سمجھتے یا ایسے کان ہو جاتے جن سے سنتے، پس تحقیق بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں اندھے ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَأَثَارُوا الْأَرْضَ وَعَمَرُوهَا أَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوهَا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ} [الروم: 9] ثُمَّ {كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِينَ أَسَاءُوا السُّوءَى أَنْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَكَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِئُونَ} [الروم: 10]

کیاانہوں نے ملک میں پھر کر نہیں دیکھا کہ ان سے پہلوں کا کیسا انجام ہوا، وہ ان سے بھی بڑھ کر قوت والے تھے اور انہوں نے زمین کو جوتا تھا اور ان لوگوں سے بہت زیادہ آباد کیا تھا اور ان کے پاس ان کے رسول معجزات لے کر بھی آئے تھے، پھر اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا بلکہ وہی اپنے نفسوں پر ظلم کرتے تھے۔ پھر برا کرنے والوں کا انجام بھی براہی ہوا اس لیے کہ انہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا اور ان کی ہنسی اڑاتے رہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{مَا يُجَادِلُ فِي آيَاتِ اللَّهِ إِلَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ – كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَالْأَحْزَابُ مِنْ بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوهُ وَجَادَلُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ فَأَخَذْتُهُمْ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ} [غافر: 4 – 5]

اللہ کی آیتوں میں نہیں جھگڑتے مگر وہ لوگ جو کافر ہیں پس ان کا شہروں میں چلنا پھرنا آپ کو دھوکا نہ دے۔ ان سے پہلے قوم نوح اور ان کے بعد اور فرقے بھی جھٹلا چکے ہیں، اور ہر ایک امت نے اپنے رسول کو پکڑنے کا ارادہ کیا، اور غلط باتوں کے ساتھ بحث کرتے رہے تاکہ اس سے دین حق کو مٹادیں، پھر ہم نے انھیں پکڑ لیا پھر کیسی سزا ہوئی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَاقٍ – ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانَتْ تَأْتِيهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَكَفَرُوا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ إِنَّهُ قَوِيٌّ شَدِيدُ الْعِقَابِ} [غافر: 21 – 22]

کیاانہوں نے زمین میں سیر نہیں کی کہ وہ دیکھتے ان لوگوں کاانجام کیسا تھاجو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں، وہ قوت میں ان سے بڑھ کر تھے اور زمین میں آثار کے اعتبار سے بھی پھر اللہ نے انہیں ان کے گناہوں کے سبب سے پکڑ لیا، اور ان کے لیے اللہ سے کوئی بچانے والا نہ تھا۔ یہ اس لیے کہ ان کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لے کر آتے تھے تو وہ انکار کرتے تھے پس انہیں اللہ نے پکڑ لیا، بے شک وہ بڑا قوت والا سخت عذاب دینے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْهُمْ وَأَشَدَّ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَمَا أَغْنَى عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ – فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحْدَهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ – فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكَافِرُونَ} [غافر: 82 – 85]

پس کیاانہوں نے ملک میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ جولوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا کیاانجام ہوا، وہ لوگ ان سے زیادہ تھے اور قوت اور نشانوں میں (بھی) جو کہ زمین پر چھوڑ گئے ہیں بڑھے ہوئے تھے پس ان کے نہ کام آیا جو کچھ وہ کماتے تھے۔ پس جب ان کے رسول ان کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو وہ اپنے علم و دانش پر اترانے لگے اور جس پر وہ ہنسی کرتے تھے وہ ان پر الٹ پڑا۔ پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب آتے دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے جو ایک ہے اور ہم نے ان چیزوں کا انکار کیا جنہیں ہم اس کا شریک

ٹھہراتے تھے۔ پس انہیں ان کے ایمان نے نفع نہ دیا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا، یہ سنت الٰہی ہے جو اس کے بندوں میں گزر چکی ہے، اور اس وقت کافر خسارہ میں رہ گئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَفِرْعَوْنُ ذُو الْأَوْتَادِ وَثَمُودُ وَقَوْمُ لُوطٍ وَأَصْحَابُ الْأَيْكَةِ أُولَئِكَ الْأَحْزَابُ إِنْ كُلٌّ إِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ} [ص: 12]

ان سے پہلے قوم نوح اور عاد اور میخوں والا فرعون۔ اور ثمود اور لوط کی قوم اور بن والے بھی جھٹلا چکے ہیں، یہی وہ لشکر ہیں۔ ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا تھا پس میرا عذاب آموجود ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِنَ الرَّحْمَنِ مُحْدَثٍ إِلَّا كَانُوا عَنْهُ مُعْرِضِينَ فَقَدْ كَذَّبُوا فَسَيَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ} [الشعراء: 5]

اور ان کے پاس رحمان کی طرف سے کوئی نئی بات نصیحت کی ایسی نہیں آئی کہ وہ اس سے منہ نہ موڑ لیتے ہوں۔ سو یہ جھٹلا تو چکے اب ان کے پاس اس چیز کی حقیقت آئے گی جس پر ٹھٹھا کیا کرتے تھے۔

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی کہ جن لوگوں نے آپ کی تکذیب کی اور قرآنِ مجید کا تمسخر اُڑایا، عنقریب مستقبل میں اُن پر اسی قرآن کی خبریں ظاہر ہو کر رہیں گی۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی واضح فرمادیا کہ جو کچھ آپ انہیں بتا رہے ہیں وہ سراسر حق ہے، اس کی سچائی کا ثبوت خود اس طرح ظاہر ہوگا کہ واقعہ عین اسی کے مطابق رونما ہوگا جس طرح اس کی خبر دی گئی ہے۔ چنانچہ معاملہ فی الواقع ایسا ہی پیش آیا:

{سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ} [فصلت: 53]

عنقریب ہم اپنی نشانیاں انہیں کائنات میں دکھائیں گے اور خود ان کے نفس میں یہاں تک کہ ان پر واضح ہو جائے گا کہ وہی حق ہے، کیاان کے رب کی یہ بات کافی نہیں کہ وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی کہ اللہ تعالیٰ اُنہیں عنقریب خود اُن کے اپنے وجود میں اور آفاقِ عالم میں ایسی نشانیاں دکھائے گا جو اس امر کو بالکل واضح کردیں گی کہ قرآن حق ہے؛ اس طرح کہ وہ اپنی آنکھوں سے اُن امور کو اسی طرح واقع ہوتا دیکھ لیں گے جس طرح قرآن نے اُن کی خبر دی تھی، پھر فرمایا:

{أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ} [فصلت: 53]

کیاان کے رب کی یہ بات کافی نہیں کہ وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔

پس بے شک قرآن کے حق ہونے پر روشن نشانیوں اور واضح دلائل کے ذریعے بھی گواہی قائم ہو سکتی ہے؛ وہ دلائل جو اس کی صداقت پر صریح دلالت کرتے ہیں، اور جن کی حقیقت اس طرح منکشف ہوتی ہے کہ خود ربِّ تعالیٰ اس کے حق ہونے کی شہادت دیتا ہے۔ پس جب یہ حاضر و موجود شہادت میسر ہو تو آئندہ ظاہر ہونے والی نشانیوں کے انتظار کی کوئی حاجت باقی نہیں رہتی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ – وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُسْتَمِرٌّ – وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ وَكُلُّ أَمْرٍ مُسْتَقِرٌّ – وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنَ الْأَنْبَاءِ مَا فِيهِ مُزْدَجَرٌ – حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ} [القمر: 1 – 5]

قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔اور اگر وہ کوئی معجزہ دیکھ لیں تو اس سے منہ موڑ لیں اور کہیں یہ تو ہمیشہ سے چلا آتا جادو ہے۔اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی، اور ہر بات کے لیے ایک وقت مقرر ہے۔اور ان کے پاس وہ خبریں آچکی ہیں جن میں کافی تنبیہ ہے۔اور پوری دانائی بھی ہے پر ان کو ڈرانے والوں سے فائدہ نہیں پہنچا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے قریب آجانے اور چاند کے شق ہو جانے کی خبر دی، اور چاند کا شق ہو جانا ایسا واقعہ تھا جسے لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور براہِ راست مشاہدہ کیا، اور اس کے بارے میں خبریں اس کثرت سے منقول ہوئیں کہ وہ درجۂ تواتر کو پہنچ گئیں، نبیِّ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بڑے اجتماعات میں، جیسے جمعہ اور عیدین کے مواقع پر، اس سورت کی تلاوت فرمایا کرتے تھے؛ تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اس سورت میں مذکور آیاتِ نبوت، اُن کے دلائل اور سامانِ عبرت سنادیں، تمام لوگ اس بات کو تسلیم کرتے تھے اور کوئی اسے نہیں جھٹلاتا تھا، لہٰذا معلوم ہوا کہ چاند کے شق ہو جانے کا واقعہ عام لوگوں کے نزدیک معروف تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء اور اُن کے تکذیب کرنے والوں کے حالات بیان کیے، اور فرمایا:

{كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَازْدُجِرَ – فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ – فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ – وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَى أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ – وَحَمَلْنَاهُ عَلَى ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَدُسُرٍ – تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا جَزَاءً لِمَنْ كَانَ كُفِرَ – وَلَقَدْ تَرَكْنَاهَا آيَةً فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ} [القمر: 9 – 15]

ان سے پہلے قوم نوح نے بھی جھٹلایا تھا پس انہوں نے ہمارے بندے کو جھٹلایا اور کہا دیوانہ ہے اور اسے جھڑک دیا گیا۔ پھر نوح نے اپنے رب کو پکارا کہ میں تو مغلوب ہو گیا تو میری مدد کر۔ پھر ہم نے موسلا دھار پانی سے آسمان کے دروازے کھول دیے۔ اور ہم نے زمین سے چشمے جاری کر دیے پھر جہاں تک پانی کا چڑھاؤ چڑھنا ٹھہر چکا تھا چڑھ آیا۔ اور ہم نے نوح کو تختوں اور کیلوں والی کشتی پر سوار کیا۔ جو ہماری عنایت سے چلتی تھی، یہ اس کا بدلہ تھا جس کا انکار کیا گیا تھا۔ اور ہم نے اس کو ایک نشان بنا کر چھوڑ دیا پس کیا کوئی نصیحت پکڑنے والا ہے۔

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور نبی نوح کے ساتھ ان کے قوم کے حالات کی نشان دہی کے لیے کشتیوں کو معجزہ کے طور پر باقی رکھا گیا، پھر فرمایا: تو پھر میرا عذاب کیسا ہوا ان لوگوں کے لیے جنہوں نے میری تکذیب کی اور میری نصیحتوں کو جھٹلایا؟ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاد، ثمود، لوط اور دیگر انبیاء کے قصے بیان کیے، آپ ہر قصے کے بعد یوں فرماتے ہیں: تو پھر میرا عذاب اور میری تنبیہ کیسی تھی؟ اور میری یہ تنبیہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے ذریعے لوگوں تک پہنچائی، تا کہ وہ خبردار ہوں، اور دیکھو کہ جو لوگ تنبیہ کے باوجود حق کو نہ مانے، ان کے لیے سزا کیسی واقع ہوئی۔

انذار: سے مراد وہ ہے جو خوف سے آگاہ کرے، پس اسبات سے واضح ہو گیا کہ جو خبر رسولوں نے انذار کے بارے میں دی تھی، وہ بالکل سچ تھی، اور ان کے جھٹلانے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا عذاب کتنا شدید تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرعون کا قصہ بیان کیا، اور فرمایا:

{وَلَقَدْ جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ – كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كُلِّهَا فَأَخَذْنَاهُمْ أَخْذَ عَزِيزٍ مُقْتَدِرٍ – أَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِنْ أُولَئِكُمْ أَمْ لَكُمْ بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ – أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُنْتَصِرٌ – سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ} [القمر: 41 – 45]

اور البتہ فرعون کے خاندان کے پاس بھی ڈرانے والے آئے تھے۔ انہوں نے ہماری سب نشانیوں کو جھٹلایا پھر ہم نے انہیں بڑی زبردست پکڑ سے پکڑا۔ کیا تمہارے منکر ان لوگوں سے اچھے ہیں یا تمہارے لیے کتابوں میں نجات لکھی ہے۔ کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم زبردست جماعت ہیں۔ عنقریب یہ جماعت بھی شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قصے میں لوگوں کے ساتھ پیش آنے والے اس طرح کے مختلف واقعات کا ذکر کیا، اور فرمایا:

{قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَى كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُمْ مِثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَنْ يَشَاءُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَعِبْرَةً لِأُولِي الْأَبْصَارِ} [آل عمران: 13]

تمہارے سامنے ابھی ایک نمونہ دو فوجوں کا گزر چکا ہے جو آپس میں ملیں، ایک فوج اللہ کی راہ میں لڑتی ہے اور دوسری فوج کافروں کی ہے وہ کافر مسلمانوں کو اپنے سے دوگنا دیکھ رہے تھے، آنکھوں کے دیکھنے سے اور اللہ جسے چاہے اپنی مدد سے قوت دیتا ہے، اس واقعہ میں دیکھنے والوں کے لیے عبرت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{هُوَ الَّذِي أَخْرَجَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِأَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ أَنْ يَخْرُجُوا وَظَنُّوا أَنَّهُمْ مَانِعَتُهُمْ حُصُونُهُمْ مِنَ اللَّهِ فَأَتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوا وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُونَ بُيُوتَهُمْ بِأَيْدِيهِمْ وَأَيْدِي الْمُؤْمِنِينَ فَاعْتَبِرُوا يَاأُولِي الْأَبْصَارِ – وَلَوْلَا أَنْ

كَتَبَ اللَّهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَاءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَمَنْ يُشَاقِّ اللَّهَ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ} [الحشر: 2 – 3]

وہی ہے جس نے اہلِ کتاب کے کافروں کو ان کے گھروں سے پہلا لشکر جمع کرنے کے وقت نکال دیا، حالانکہ تمہیں ان کے نکلنے کا گمان بھی نہ تھا، اور وہ یہی سمجھ رہے تھے کہ ان کے قلعے انہیں اللہ سے بچا لیں گے پھر اللہ کا عذاب ان پر وہاں سے آیا کہ جہاں کا ان کو گمان بھی نہ تھا، اور ان کے دلوں میں ہیبت ڈال دی، کہ اپنے گھروں کو خود اپنے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے اجاڑنے لگے، پس اے آنکھوں والو عبرت حاصل کرو۔ اور اگر اللہ نے ان کے لیے دیس نکالا (جلاوطنی) نہ لکھ دیا ہوتا تو انہیں دنیا ہی میں سزا دیتا، اور آخرت میں تو ان کے لیے آگ کا عذاب ہے۔ یہ اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، اور جو اللہ کی مخالفت کرے تو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔

اور اسی نوع کے مضامین قرآنِ مجید میں بکثرت موجود ہیں، جہاں دلائلِ نبوت اور نشان ہائے رسالت کا ذکر مختلف اسالیب سے کیا گیا ہے؛ لیکن یہ مقام اُن کی مفصل توضیح و تفصیل کا نہیں، یہاں مقصود صرف اس نوع کے امور کی جانب توجہ دلانا ہے، بعض اہلِ کتاب یا دوسرے لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون، نمرود، سنحاریب، چنگیز خان اور دیگر کافر بادشاہوں کو اقتدار اور غلبہ عطا کیا تھا، کیونکہ ان میں سے کسی ایک نے بھی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا، اور (یہ بھی واضح ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو اللہ کی عبادت اور اُس کی اطاعت کی طرف دعوت دیں، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا، اور جو نبیِّ اکرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے گا وہ جہنم میں داخل ہوگا، برخلاف اس کے جو دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اسی مقصد کے لیے بھیجا ہے؛ کیونکہ وہ

صرف ایک سچا رسول ہو سکتا ہے جس کی اللہ تعالیٰ مدد فرمائے، اسے تقویت عطا کرے، اور اس کے پیروکاروں کی نصرت فرمائے گا، اللہ تعالیٰ انجامِ کار کو ان کے حق میں قرار دیتا ہے، یا پھر وہ جھوٹا ہو، تو اللہ اس سے انتقام لے گا، اور اللہ اس کی جڑ کاٹ دے گا، اور یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ جو کچھ وہ لے کر آیا ہے، وہ ان نشانیوں اور دلائل میں سے نہیں ہے جو کسی معارضہ کو قبول نہیں کرتے ہیں، بلکہ وہ تو جادوگروں، کاہنوں اور جھوٹوں کی شعبدہ بازیوں کی جنس سے ہیں، جو معارضہ کو قبول کر لیتی ہیں، کیونکہ انبیاء کے معجزات کی خاص بات یہی ہے کہ کوئی بھی شخص ان کے مقابلے میں نہیں آسکتا اور ان کے مانند کچھ پیش نہیں کر سکتا، برخلاف دیگر چیزوں کے، کیونکہ ان کا مقابلہ ممکن ہے اور اس سے ان کی دلیل کی افادیت ختم ہو جاتی ہے۔

مسیح الدجّال: یہ شخص خدائی کا دعویٰ کرے گا اور اپنے آپ کو الوہیت کا حامل ظاہر کرے گا، اور بعض خارقِ عادت مظاہر دکھائے گا، لیکن بذاتِ خود اس کا دعویٰ الوہیت محال اور بالکل باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم کو بھیجیں گے تاکہ وہ مسیح الدجّال کو قتل کریں اور اس کے جھوٹ کو آشکار کریں، اور اس کے ساتھ ایسے واضح نشانات اور پہلو بھی ہوں جو اس کے دعویٰ کی جھوٹا ہونے کو قطعی طور پر بے نقاب کریں گے:

۱. کہ اس کے آنکھوں کے سامنے لکھا ہوگا: ''کافر''، تاکہ اس کی حقیقت ہر نظر کے لیے واضح ہو جائے اور اس کے جھوٹ کا انکشاف ہو۔

۲. کہ وہ ایک آنکھ والا ہوگا، جبکہ اللہ تعالیٰ کبھی بھی آنکھ والا نہیں ہوتا، یعنی اس کی جسمانی حالت بھی اس کے باطنی باطل دعوے کی نشانی ہے۔

۳. کہ کوئی شخص اپنے ربّ کو نہیں دیکھے گا یہاں تک کہ مر جائے، مسیح الدجّال چاہے گا کہ پہلے اس شخصیت کو قتل کرے جس نے اسے مارنے کی کوشش کی، لیکن وہ اس میں عاجز ہو جائے گا، یعنی اس کی طاقت بھی محدود اور بے اثر ہو گی۔

پس اس کے ساتھ ایسی واضح دلیلیں اور نشانیاں بھی ہوں گی جو اس کے جھوٹ کو ظاہر کر دیں گی، اور یہ بات کھول کر بیان کر دیں گی کہ جو کچھ اس کے پاس ہو گا وہ اس کی سچائی کی کوئی دلیل یا نشانی نہیں ہو گا، یہ سب کچھ انبیائے کرام علیہم السلام کے معجزات کے بر عکس ہو گا، کیونکہ ان معجزات کی نظیر لانا کسی انسان یا جنّ کے بس کی بات نہیں، اور نہ ہی کوئی انہیں باطل یا بے اثر کر سکتا ہے؛ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے لاٹھی کا اژدہا بن جانا، اور حضرت صالح علیہ السلام کے لیے زمین سے اونٹنی کا بر آمد ہونا، مسیح علیہ السلام کے ہاتھوں مردوں کا زندہ کیا جانا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چاند کا شق ہو جانا، قرآنِ مجید کا نازل کیا جانا، اور اس کے علاوہ دیگر معجزات کا ظاہر ہونا، کیونکہ جب مشرکین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نشانی کا مطالبہ کیا اور خاص طور پر چاند کے شق ہونے کی تجویز پیش کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ منظر دکھادیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس واقعے کا ذکر قرآنِ مجید میں بھی فرمایا ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

{اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ – وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُسْتَمِرٌّ – وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ وَكُلُّ أَمْرٍ مُسْتَقِرٌّ – وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مِنَ الْأَنْبَاءِ مَا فِيهِ مُزْدَجَرٌ – حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ – فَتَوَلَّ عَنْهُمْ يَوْمَ يَدْعُو الدَّاعِي إِلَى شَيْءٍ نُكُرٍ – خُشَّعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُنْتَشِرٌ} [القمر: 1 – 7]

قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔اور اگر وہ کوئی معجزہ دیکھ لیں تو اس سے منہ موڑ لیں اور کہیں یہ تو ہمیشہ سے چلا آتا جادو ہے۔ اور انہوں نے جھٹلایا اور اپنی خواہشوں کی پیروی کی، اور ہر بات کے لیے ایک وقت مقرر ہے۔اور ان کے پاس وہ خبریں آچکی ہیں جن میں کافی تنبیہ ہے۔اور پوری دانائی بھی ہے پر ان کو ڈرانے والوں سے فائدہ نہیں پہنچا۔ پس ان سے منہ موڑ لے، جس دن پکارنے والا ایک ناپسند چیز کے لیے پکارے گا۔اپنی آنکھیں نیچے کیے ہوئے قبروں سے نکل پڑیں گے جیسے ٹڈیاں پھیل پڑی ہوں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اُن مکذّبین کے حالات بیان فرمائے جو اس سے پہلے گزر چکے تھے؛ چنانچہ قومِ نوح، قومِ ہود، قومِ صالح اور قومِ لوط کا ذکر فرمایا،اور اس کے بعد فرعون کا تذکرہ کیا، یہ وہ سورت ہے جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پاس لوگوں کے سب سے بڑے اجتماعات میں تلاوت فرمایا کرتے تھے، یہ سورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم بڑے بڑے اجتماعات میں پڑھا کرتے تھے، اور وہ اجتماعات عیدین کے مواقع پر ہوتے تھے، تمام لوگ چاند کے شق ہونے کے واقعے کے بارے میں سنتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیا بیان فرمارہے ہیں، مشرکین نے کہا کہ یہ جادو ہے، لیکن تمام لوگ —— چاہے ایمان والے ہوں، منافق ہوں یا کافر —— اس بات پر متفق ہیں۔ان میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ چاند کا شق ہونا واقع نہیں ہوا، اور نہ ہی کسی نے اسے جھٹلایا۔ یہ معجزہ اتنا واضح اور مشاہدہ شدہ تھا کہ ہر شخص اس کی حقیقت کو تسلیم کرتا تھا، خواہ اس کے عقائد کچھ بھی ہوں۔

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو واقد لیثی سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عیدِ قربان اور عیدِ فطر کے دن کس سورۃ کی تلاوت فرماتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب

دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دنوں میں سورۃ ق، والقرآن المجید [ق: 1] اور سورۃ اقتربت الساعۃ وانشق القمر [القمر: 1] کی تلاوت فرماتے تھے۔

یہ بات ضروری طور پر معلوم ہے، اور یہ ہر عام معمول میں ظاہر ہوتی ہے، کہ اگر چاند شق نہ ہوتا تو یقیناً لوگ، خاص طور پر ایمان والے، جلدی سے اس واقعے کو جھٹلانے لگتے، اور اس کے ساتھ ساتھ اس کے دشمن — کافر اور منافق — تو اور بھی زیادہ مخالفت کرتے، اور خاص طور پر اس کی ضرورت تھی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنے سب سے بڑے اجتماعات میں لوگوں کے سامنے پڑھتے تھے۔

یہ بات بھی بدیہی اور مسلم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوق میں سب سے زیادہ اس امر کے حریص تھے کہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کریں اور لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کریں، حالانکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق کی سیاست وتدبیر کے باب میں سب لوگوں سے زیادہ باخبر تھے، پس اگر چاند شق نہ ہوا ہوتا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس واقعے کی خبر ہرگز نہ دیتے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس واقعے کو تمام لوگوں کے سامنے پڑھ کر سناتے تھے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسی واقعے کو بطورِ دلیل پیش کرتے تھے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس واقعے کو اپنی نشانی قرار دیتے تھے۔ پس جو شخص سیاست وتدبیر کے باب میں سب سے کم درجے کی خبر رکھنے والا بھی ہو، وہ بھی اس امر کا قصد نہیں کرتا کہ ایسی بات کو— جس کے متعلق تمام لوگ جانتے ہوں کہ وہ جھوٹ ہے – اپنی سب سے بڑی نشانیوں میں سے ایک بنا کر اپنی صداقت کی دلیل ٹھہرائے، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کو لوگوں کے سامنے بڑے بڑے اجتماعات میں پڑھ کر سناتے تھے۔

اورفرمایا: {اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ} [القمر: 1] ماضی کے صیغے کے ساتھ بیان فرمایا، اور یہ نہیں فرمایا کہ قیامت قائم ہوگئی ہے، نہ یہ فرمایا کہ قیامت قائم ہوگی، بلکہ یوں فرمایا: {اقْتَرَبَتِ} [القمر: 1] یعنی قیامت قریب آگئی اور نزدیک ہوگئی، اور چاند پھٹ گیا [سورۃ القمر: 1]، جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دلیل ہے اور اس بات کی بھی نشانی ہے کہ فلک کے اجزاء جل سکتے ہیں، یعنی قیامت قائم ہوسکتی ہے، ذاتِ باری تعالیٰ سبحانہٗ نے اپنے حکم سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قیامت کے قریب آنے کی خبر اور چاند کے پھٹنے کی خبر کو آپس میں جوڑ دیا، کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مبعوث ہونا قیامت کی نشانوں میں سے ہے، اور یہ قیامت کے قریب ہونے کی دلیل بھی ہے، جیسا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا: ''میں اور قیامت ایسے مبعوث ہوئے ہیں جیسے یہ دونوں ہیں''، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سبّابہ (انگوٹھے کے ساتھ نزدیک) اور وسطی انگلی کو جوڑ کر دکھایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا} [محمد: 18]

پھر کیا وہ اس گھڑی کا انتظار کرتے ہیں کہ ان پر ناگہان آئے، پس تحقیق اس کی علامتیں تو ظاہر ہوچکیں ہیں۔

قیامت کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنی تمام مخلوق سے چھپا رکھا ہے، جیسا کہ یہ بات مسیح علیہ السلام کے بارے میں بھی انجیل میں ذکر کی گئی ہے، کہ جب ان سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: کہ اس کا علم کسی انسان کو نہیں ہے، نہ فرشتوں کو، اور نہ بیٹے (عیسیٰ علیہ السلام) کو، اس کا علم صرف اللہ باپ (اللہ تعالیٰ) کو ہی حاصل ہے۔ اور یہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ (عیسیٰ علیہ السلام) کائنات کا رب نہیں ہے، اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کا ذکر فرمایا، جب ان سے اس بارے میں سوال کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا – قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ} [الأعراف: 187]

قیامت کے متعلق تجھ سے پوچھتے ہیں کہ اس کی آمد کا کونسا وقت ہے، کہہ دو اس کی خبر تو میرے رب ہی کے پاس ہے، وہی اسے اس کے وقت پر ظاہر کر دکھائے گا، وہ آسمانوں اور زمین میں بھاری بات ہے۔

یعنی یہ کہ قیامت کا علم آسمانوں اور زمین کے تمام باشندوں سے مخفی رکھا گیا ہے:

{لَا تَأْتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ} [الأعراف: 187]

وہ تم پر محض اچانک آجائے گی، تجھ سے پوچھتے ہیں گویا کہ تو اس کی تلاش میں لگا ہوا ہے، کہہ دو اس کی خبر خاص اللہ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔

صحیح حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم مجھ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہو، اور اس کا علم محض اللہ تعالی کے پاس ہے۔''، پس چاند کا پھٹ جانا دو باتوں کی نشانی اور دلیل تھا: یعنی: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی دلیل کے طور پر، اور قیامت کے آنے کی حقیقت اور فلک کے پھٹنے کے امکان کی نشانی کے طور پر؛ پس جو لوگ قیامتِ عظمیٰ، یعنی تمام انسانوں کا اپنے رب العالمین کے حضور قبروں سے اٹھنا، سے انکار کرتے ہیں، اور آسمانوں کا پھٹ جانا اور ٹوٹ پھوٹ جانا اس بات کے برابر ہے، چاہے وہ قیامتِ صغریٰ کو تسلیم کریں یا نہ کریں، اور یہ کہ روحیں موت کے بعد یا تو نعمت پاتی ہیں یا عذاب میں مبتلا ہوتی ہیں، جیسا کہ یہ بات اُن فلسفیوں کا قول ہے جو خدا کے منکر ہیں، یا پھر انہوں نے سراسر آخرت کے وجود ہی کا انکار کر دیا، جیسا کہ اس حقیقت کا انکار اُن لوگوں نے کیا جو عرب کے مشرکین میں سے تھے

اور اُن فلسفیوں میں سے جو فطرت پرست تھے، ان کے علاوہ کچھ لوگ آسمانوں کے پھٹنے کا انکار کرتے ہیں، اور یہ دہریہ دعویٰ کرتے ہیں کہ فلک پر انشقاق (پھٹنا) واقع ہونا ممکن ہی نہیں، جیسا کہ ارسطو اور اس کے پیروکاروں نے کہا، اور ان کا گمان یہ تھا کہ آسمان کے پھٹنے کے لیے سیدھی حرکت لازم آتی ہے، جبکہ ان کے نزدیک فلکِ محدد (سب سے بیرونی کرّہ) میں یہ حرکت ناممکن ہے، کیونکہ ان کے عقیدے کے مطابق اس کے پیچھے کوئی خلا موجود نہیں، اور اگر یہ دلیل کسی چیز پر دلالت کرتی ہے تو وہ صرف سب سے بیرونی فلک (فلکِ اطلس) کے بارے میں ہے، نہ کہ اس سے نیچے والے فلکوں کے بارے میں، پھر یہ کیسے درست ہو سکتا ہے، حالانکہ یہ سراسر باطل ہے؟ کیونکہ وہاں سیدھی حرکت کا تصور ایسا ہے گویا افلاک کو ابتداءً انہی مقامات میں رکھا گیا ہو جن میں وہ موجود ہیں – خواہ اسے خلا کہا جائے یا نہ کہا جائے – جیسا کہ یہ بات دیگر مقامات پر بھی ذکر کی گئی ہے۔

یہاں مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ قیامت کے قریب چاند پھٹ جائے گا، کیونکہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ افلاک کے پھٹنے کا امکان موجود ہے، اور آسمانوں کا پھٹ جانا وہ عظیم قیامت ہے جو برپا ہو گی، یہ (واقعہ) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی نشانی ہے، جو قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہے، اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں قیامتِ کبریٰ اور قیامتِ صغریٰ دونوں کا ذکر جمع کرتا ہے، جیسا کہ سورۃ الواقعہ کے آغاز میں قیامتِ کبریٰ کا ذکر کیا گیا ہے، اور اس کے آخر میں قیامتِ صغریٰ کا ذکر ہے، یہ بات قرآن کی بہت سی سورتوں میں آئی ہے، جیسے سورۃ ق، اور اسی طرح سورۃ القیامہ، سورۃ التکاثر، سورۃ الفجر اور دیگر سورتوں میں بھی یہی انداز پایا جاتا ہے۔

احادیثِ نبویہ میں واقعۂ انشقاقِ قمر (چاند کے پھٹنے) کا ذکر بکثرت آیا ہے، اور یہ صحیحین (بخاری و مسلم) میں بھی موجود ہے، یہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں چاند دو حصوں میں پھٹ گیا: ایک حصہ پہاڑ کے اوپر تھا اور دوسرا حصہ پہاڑ کے نیچے تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گواہ رہو: اور ہم اس وقت آپ کے ساتھ منیٰ میں تھے، کفارِ قریش نے کہا: ابنِ ابی کبشہ نے تم پر جادو کر دیا ہے، تو ان میں سے ایک شخص نے کہا: اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کو جادو سے پھاڑ دیا ہے، تو وہ اپنے جادو کے زور سے ساری زمین کو تو نہیں جادو کر سکتا، تو انہوں نے کہا: ان لوگوں سے پوچھو جو کسی اور شہر سے آتے ہیں، کیا انہوں نے بھی یہ منظر دیکھا ہے؟ پھر جب وہ لوگ آئے تو انہوں نے ان سے پوچھا، اور انہوں نے خبر دی کہ انہوں نے بھی یہی منظر دیکھا تھا۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: اہلِ مکہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نشانی دکھانے کا مطالبہ کیا، تو آپ نے انہیں چاند کے دو حصوں میں پھٹنے کا منظر دکھایا، یہاں تک کہ انہوں نے دونوں حصوں کے درمیان پہاڑِ حراء کو دیکھا، پھر یہ آیت نازل ہوئی:

{اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَإِنْ يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُسْتَمِرٌّ} [القمر: 1]

قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا۔ اور اگر وہ کوئی معجزہ دیکھ لیں تو اس سے منہ موڑ لیں اور کہیں یہ تو ہمیشہ سے چلا آتا جادو ہے۔

یہ حدیث صحیح اور بکثرت روایت شدہ ہے، اسے ابن مسعود، انس بن مالک اور ابن عباس رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے، اور یہ (واقعہ) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی معروف ہے، ابو الفرج ابن جوزی نے

کہا: صحیح احادیث میں انشقاقِ قمر کی روایت ابن عمر، ابن مسعود، ابن عباس اور انس رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں۔

اور جب انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ قرآن تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود گھڑ لیا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُ بَلْ لَا يُؤْمِنُونَ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِثْلِهِ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ} [الطور: 33]

یا وہ کہتے ہیں کہ اس نے اسے خود بنالیا ہے، بلکہ وہ ایمان ہی نہیں لاتے۔ پس کوئی کلام اس جیسا لے آئیں اگر وہ سچے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں دس سورتوں کے ساتھ چیلنج دیا اور فرمایا:

{أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ – فَإِنْ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا أُنْزِلَ بِعِلْمِ اللَّهِ وَأَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ} [هود: 13 – 14]

کیا کہتے ہیں کہ تو نے قرآن خود بنالیا ہے، کہہ دو تم بھی ایسی دس سورتیں بنالاؤ اور اللہ کے سوا جس کو بلا سکو بلا لو اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر تمہارا کہنا پورا نہ کریں تو جان لو کہ قرآن اللہ کے علم سے نازل کیا گیا ہے اور یہ بھی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، پس کیا تم فرمانبرداری کرنے والے ہو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک ہی سورت کے ساتھ چیلنج دیا اور فرمایا:

{وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِمَّا نَزَّلْنَا عَلَى عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِنْ مِثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا وَلَنْ تَفْعَلُوا} [البقرة: 23]

اور اگر تمہیں اس چیز میں شک ہے جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے تو ایک سورت اس جیسی لے آؤ، اور اللہ کے سوا جس قدر تمہارے حمایتی ہوں بلا لو اگر تم سچے ہو۔ بھلا اگر ایسا نہ کر سکو، اور ہرگز نہ کر سکو گے۔

اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا:

{أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ} [يونس: 38]

کیا یہ لوگ کہتے ہیں اس نے اسے خود بنایا ہے، کہہ دو تم ایک ہی ایسی سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا جسے بلا سکو بلا لو اگر تم سچے ہو۔

پس تمام مخلوق اس بات سے عاجز ہو گئی کہ وہ اس (قرآن) کا معارضہ کر سکیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے، پھر اللہ تعالیٰ نے قیامت تک تمام مخلوق کے اس عجز کو ثابت کر دیا اپنے اس قول کے ذریعے:

{قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى أَنْ يَأْتُوا بِمِثْلِ هَذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا} [الإسراء: 88]

کہہ دو اگر سب آدمی اور سب جن مل کر بھی ایسا قرآن لانا چاہیں تو ایسا نہیں لا سکتے اگرچہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا مددگار کیوں نہ ہو۔

پس اسی زمانے سے یہ خبر دے دی گئی کہ اگر انسان اور جن سب مل کر جمع ہو جائیں، تو بھی وہ قرآن کی مثل لانے پر قادر نہیں ہوں گے، پس اس کے الفاظ، اس کے معانی، اس کے معارف اور اس کے علوم سب نے مل کر اسے کامل ترین معجزہ اور سب سے عظیم شان والا بنا دیا، حقیقت یہی ہے کہ نہ عرب اور نہ ہی غیر عرب، باوجود اپنی شدید دشمنی کے، باوجود اس بات کے کہ وہ ہر طریقے سے اس (قرآن) کے معاملے کو باطل کرنا چاہتے تھے، اور باوجود اس کے کہ وہ مختلف اقسام کے کلام پر قدرت رکھتے تھے، قرآن کی مثل لانے پر قادر نہ ہو سکے، اسی وقت اللہ تعالیٰ نے ایسی آیات نازل فرمائیں جن میں یہ واضح کر دیا گیا کہ وہ (محمد

صلی اللہ علیہ وسلم) انہی کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں، ان آیات میں یہ ذکر نہیں کیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوسروں کی طرف نہیں بھیجے گئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے سورۃ القصص میں فرمایا:

{وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِ مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأُولَى بَصَائِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةً لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ – وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلَى مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ – وَلَكِنَّا أَنْشَأْنَا قُرُونًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا وَلَكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ – وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا وَلَكِنْ رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَا أَتَاهُمْ مِنْ نَذِيرٍ مِنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ – وَلَوْلَا أَنْ تُصِيبَهُمْ مُصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ فَيَقُولُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ} [القصص: 43 – 47]

اور ہم نے موسیٰ کو پہلی امتوں کے ہلاک کرنے کے بعد کتاب دی تھی جو لوگوں کے لیے بینائی اور ہدایت اور رحمت تھی تاکہ وہ سمجھیں۔ اور تم غربی جانب نہیں تھے جب ہم نے موسیٰ کی طرف حکم بھیجا اور نہ اس واقعہ کو دیکھنے والے تھے۔ لیکن ہم نے بہت سی نسلیں پیدا کیں پھر ان پر مدت دراز گزاری، اور تو مدین والوں میں نہیں رہتا تھا کہ انہیں ہماری آیتیں سناتا، لیکن ہم رسول بھیجتے رہے۔ اور تو طور کے کنارے پر نہ تھا جب ہم نے آواز دی لیکن تیرے رب کا یہ انعام ہے تاکہ ان لوگوں کو ڈرائے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔ اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان کے اپنے ہی اعمال کے سبب سے ان پر مصیبت نازل ہو جائے پھر کہتے اے ہمارے رب! تو نے ہمارے پاس رسول کیوں نہ بھیجا تاکہ ہم تیرے حکموں کی تابعداری کرتے اور ایمان والوں میں ہوتے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ السجدہ میں فرمایا:

{أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَا أَتَاهُمْ مِنْ نَذِيرٍ مِنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ} [السجدة: 3]

کیا وہ کہتے ہیں کہ اس نے خود بنائی ہے، بلکہ یہ سچی کتاب تیرے رب کی طرف سے ہے تاکہ تو اس قوم کو ڈرائے جن کے پاس تجھ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ راہ پر آئیں۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ یٰس میں فرمایا:

{يس - وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ - إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ - عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ - تَنْزِيلَ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ - لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَا أُنْذِرَ آبَاؤُهُمْ فَهُمْ غَافِلُونَ} [يس: 1 - 6]

ی س۔ حکمت والے قرآن کی قسم ہے۔ بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں۔ سیدھے راستے پر۔ غالب رحمت والے کا اتارا ہوا ہے۔ تاکہ آپ اس قوم کو ڈرائیں جن کے باپ دادا نہیں ڈرائے گئے سو وہ غافل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان تینوں آیات میں اپنی نعمت کا ذکر فرمایا جو اس نے ان لوگوں پر کی، ان پر اس کے رسول بنا کر بھیجنے کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی حجت قائم ہو گئی، اللہ تعالیٰ نے اس کے رسول بنا کر بھیجنے میں اپنی بعض حکمتوں کا ذکر فرمایا، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ صرف اسی مقصد کے لیے بھیجے گئے تھے، بلکہ اس طرح کی مثالیں عربوں اور دیگر اقوام کی زبان میں بکثرت معروف اور رائج ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُونَ} [النحل: 8]

اور گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کیے کہ ان پر سوار ہو اور زینت کے لیے، اور وہ چیزیں پیدا کرتا ہے جو تم نہیں جانتے۔

یہ بات معلوم ہے کہ ان چوپایوں میں سواری کے علاوہ بھی بہت سے فوائد ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ يَوْمَ هُمْ بَارِزُونَ} [غافر: 15]

اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس کے پاس چاہتا ہے وحی بھیجتا ہے تاکہ وہ ملاقات (قیامت) کے دن سے ڈرائے۔ جس دن وہ سب نکل کھڑے ہوں گے۔

پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ وہ فرشتوں کو وحی کے ساتھ انبیاء پر نازل کرتا ہے، تاکہ وہ لوگوں کو قیامت کے دن سے خبردار کریں، اور یہ بات مانع نہیں کہ وہ (فرشتے) مومنوں کے لیے خوشخبری لے کر نازل ہوئے ہوں، اور شریعت کے احکام وممانعت (امر ونہی) کے ساتھ بھی آئے ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا} [الطلاق: 12]

اللہ ہی ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمینیں بھی اتنی ہی، ان میں حکم نازل ہوا کرتا ہے تاکہ تم جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، اور اللہ نے ہر چیز کو علم سے احاطہ کر رکھا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ اس نے آسمانی دنیا اور زمینی دنیا کو پیدا کیا ہے؛ تاکہ بندے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے علم کو پہچان سکیں، اس کے ساتھ ساتھ ان جہانوں کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی اور بھی کئی حکمتیں ہیں، جو بندوں کے علم وادراک سے بالاتر ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے:

{جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ ذَلِكَ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ} [المائدة: 97]

اللہ نے کعبہ کو جو کہ بزرگی والا گھر ہے لوگوں کے لیے قیام کا باعث کر دیا ہے اور عزت والے مہینے کو بھی اور حرم میں قربانی والے جانور کو بھی اور وہ جن کے گلے میں پٹہ ڈال کر کعبہ کو لے جائیں، یہ اس لیے ہے تاکہ تم جان لو کہ بے شک اللہ کو معلوم ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور بے شک اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ کعبہ کو لوگوں کے لیے قیام (یعنی دین و دنیا کا سہارا) بنانے میں، اور قربانی کے جانوروں اور نشانی کے ہاروں میں، اللہ تعالیٰ کی اور بھی کئی حکمتیں اور فوائد ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ أَسَاءُوا بِمَا عَمِلُوا وَيَجْزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَى} [النجم: 31]

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے تاکہ برا کرنے والوں کو ان کا بدلہ دے اور نیکی کرنے والوں کو نیک بدلہ دے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ اللہ کی سلطنت میں جزاو سزا کے علاوہ بھی بہت سی حکمتیں ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے:

{وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ} [الجاثية: 22]

اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو جیسے چاہیے بنایا ہے اور تاکہ ہر نفس کو اس کا بدلہ دیا جائے جو اس نے کمایا ہے اور ان پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا : {إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ}ہم نے تیری طرف وحی بھیجی جیسے ہم نے وحی بھیجی نوح پر[النساء: 163]۔ یہاں تک کہ اس کے فرمان تک: {رُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ} (ہم نے بھیجے)پیغمبر خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے تاکہ ان لوگوں کا اللہ پر پیغمبروں کے بعد الزام نہ رہے۔[النساء: 165]

اور یہ بات بھی معلوم و مسلم ہے کہ رسولوں کو بھیجنے میں اُن لوگوں کی سعادت مضمر ہے جو اُن رسولوں پر ایمان لاتے ہیں، اور اس کے علاوہ بھی متعدد حکمتیں ہیں، محض اس بات کے علاوہ کہ مخلوق کی حجت اللہ تعالیٰ پر باقی نہ رہے۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے:

{كَذَلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ} [الحج: 37]

اسی طرح انہیں تمہارے تابع کر دیا تاکہ تم اللہ کی بزرگی بیان کرو اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت کی۔

یہ بات معلوم ہے کہ اُن چیزوں کو مسخر کرنے میں تکبیر کے علاوہ بھی بہت سی حکمتیں اور فائدے ہیں۔ اور اس کا یہ فرمان:

{وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَى مَا هَدَاكُمْ} [البقرة: 185]

اور تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت دی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَآتَاكُمْ مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ} [إبراهيم:34-32]

اور کشتیاں تمہارے تابع کر دیں تاکہ دریا میں اس کے حکم سے چلتی رہیں، اور نہریں تمہارے تابع کر دیں۔اور سورج اور چاند کو تمہارے تابع کر دیا جو ہمیشہ چلنے والے ہیں اور تمہارے لیے رات اور دن کو تابع کیا۔اور جو چیز تم نے اس سے مانگی اس نے تمہیں دی،اور اگر اللہ کی نعمتیں شمار کرنے لگو تو انہیں شمار نہ کر سکو گے،بے شک انسان بڑا بے انصاف اور ناشکرا ہے۔

یہ بات معلوم ہے کہ اللہ تعالی کے لیے سورج اور چاند کی تخلیق میں،اور رات اور دن کے پیدا کرنے میں،بنی آدم کے فائدے کے علاوہ بھی حکمتیں ہیں۔اور اسی طرح اس کا یہ فرمان:

{هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ} [يونس: 67]

وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے رات بنائی تاکہ اس میں آرام کرو۔

اس کا یہ فرمان ہے:

{وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِمَنْ أَرَادَ أَنْ يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا} [الفرقان: 62]

اور وہی ہے جس نے رات اور دن یکے بعد دیگرے آنے والے بنائے، یہ اس کے لیے ہے جو سمجھنا چاہے یا شکر کرنا چاہے۔

اور اس میں دیگر حکمتیں بھی ہیں۔

فرمایا:

{وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ} [البقرة: 213]

اور ان کے ساتھ سچی کتاب نازل کی تاکہ لوگوں میں اس بات میں فیصلہ کرے جس میں اختلاف کرتے تھے۔

کتاب نازل کرنے میں، اُس شخص کی ہدایت جواس کے ذریعے ہدایت پائے، اُس کا نصیحت حاصل کرنا، اور اس کے علاوہ بھی ایسے مقاصد ہیں جو لوگوں کے درمیان اُن امور میں فیصلہ کرنے کے علاوہ ہیں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللَّهُ مَنْ يَمُوتُ بَلَى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ – لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي يَخْتَلِفُونَ فِيهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ كَانُوا كَاذِبِينَ} [النحل: 38 – 39]

اور اللہ کی سخت قسمیں کھا کر کہتے ہیں کہ اللہ نہیں اٹھائے گا اس شخص کو جو مر جائے گا، ہاں اس نے اپنے ذمہ پکا وعدہ کر لیا ہے لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے۔ تاکہ ان پر ظاہر کر دے وہ بات جس میں یہ جھگڑتے ہیں اور تاکہ کافر معلوم کر لیں کہ وہ جھوٹے تھے۔

یہ بات معلوم ہے کہ قیامت کے دن مخلوق کو دوبارہ اٹھانے میں بھی ایسے مقاصد ہیں جو ان لوگوں کے علم میں اختلاف کی محض وضاحت کرنے کے علاوہ ہیں، اور اس بات کو واضح کرنے والی باتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اُس آیت میں – جس سے اُنہوں نے استدلال کیا – فرمایا:

{لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَا أُنْذِرَ آبَاؤُهُمْ} [يس: 6]

تاکہ آپ اس قوم کو ڈرائیں جن کے باپ دادا نہیں ڈرائے گئے۔

یہ بات معلوم ہے کہ رسول محض ڈرانے کے لیے مبعوث نہیں کیے گئے تھے، بلکہ اس لیے بھی کہ جو اُن پر ایمان لائے، اُسے خوش خبری دیں، اور اس لیے کہ وہ لوگوں کو نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں، پاکیزہ

چیزوں کو حلال قرار دینے، ناپاک چیزوں کو حرام ٹھہرانے، اور اس کے علاوہ بھی رسولوں کے دیگر مقاصد کے لیے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{رُسُلًا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ} [النساء: 165]

(ہم نے بھیجے) پیغمبر خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے۔

اس کا فرمان ہے: **{وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ} [الانعام: 48]** اور ہم پیغمبروں کو صرف اس لیے بھیجا کرتے ہیں کہ وہ بشارت دیں اور ڈرائیں۔ یہ بات اس حقیقت کے منافی نہیں کہ کسی دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو صرف "ڈرانے والا" ہی قرار دیا ہو؛ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهُ عِوَجَا – قَيِّمًا لِيُنْذِرَ بَأْسًا شَدِيدًا مِنْ لَدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا حَسَنًا – مَاكِثِينَ فِيهِ أَبَدًا – وَيُنْذِرَ الَّذِينَ قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا – مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ وَلَا لِآبَائِهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا} [الكهف: 1 – 5]

سب تعریف اللہ کے لیے جس نے اپنے بندہ پر کتاب اتاری اور اس میں ذرا بھی کجی نہیں رکھی۔ ٹھیک اتاری تاکہ اس سخت عذاب سے ڈرائے جو اس کے ہاں ہے اور ایمان داروں کو خوشخبری دے جو اچھے کام کرتے ہیں کہ ان کے لیے اچھا بدلہ ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور انہیں بھی ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے۔ ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے اور نہ ان کے باپ دادا کے پاس تھی، کیسی سخت بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے، وہ لوگ بالکل جھوٹ کہتے ہیں۔

مسلمانوں نے ایک دفعہ عید کی نماز پڑھی جب نصاریٰ کے محاصرے کی حالت تھی، تو ان کا خطیب کھڑا ہوا اور اس آیت کی تلاوت کی، اور جب اس نے یہ فرمایا:

{وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ} [الإسراء: 9]

اور ایمان والوں کو جو نیک کام کرتے ہیں اس بات کی خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لیے بڑا ثواب ہے۔ اس نے اس کے ذریعے ایمان کے لشکر کی طرف اشارہ کیا۔

اور جب اُس نے یہ قول پڑھا:

{وَيُنْذِرَ الَّذِينَ قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا} [الكهف: 4]

اور انہیں بھی ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے۔ اُس نے صلیبوں کے لشکر کی طرف اشارہ کیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ} [الحديد: 25]

البتہ ہم نے اپنے رسولوں کو نشانیاں دے کر بھیجا اور ان کے ہمراہ ہم نے کتاب اور ترازوئے (عدل) بھی بھیجی تاکہ لوگ انصاف کو قائم رکھیں۔

اور کتاب اور میزان (عدل وانصاف کے ترازو) کو نازل کرنے میں بھی بشارت، انذار اور دیگر حکمتیں شامل ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{ثُمَّ بَعَثْنَاهُمْ لِنَعْلَمَ أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصَى لِمَا لَبِثُوا أَمَدًا} [الكهف: 12]

پھر ہم نے انہیں اٹھایا تاکہ معلوم کریں کہ دونوں جماعتوں میں سے کس نے یاد رکھی ہے جتنی مدت وہ رہے۔

ان کی بعثت میں بھی دیگر حکمتیں ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان سے ظاہر ہوتا ہے:

{وَكَذَلِكَ أَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوا أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَأَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيهَا} [الكهف: 21]

اور اسی طرح ہم نے ان کی خبر ظاہر کر دی تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں۔

یہ بات معلوم ہے کہ اس میں انسانوں کی ہدایت کے علاوہ بھی دیگر مقاصد شامل ہیں، ان لوگوں پر حجت قائم کرنے کے علاوہ جو ان تک پہنچ چکی، اور دیگر مقاصد کے لیے بھی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ} [ص: 29]

ایک کتاب ہے جو ہم نے آپ کی طرف نازل کی بڑی برکت والی تاکہ وہ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ عقلمند نصیحت حاصل کریں۔

اس میں بھی دیگر حکمتیں ہیں، جیسے کہ لوگوں پر حجت قائم کرنے اور جو لوگ اس کے ذریعے گمراہ ہوئے، اُن کی گمراہی کی نشاندہی کرنے کے لیے۔ اور اس کے مانند اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے:

{هَذَا بَلَاغٌ لِلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوا بِهِ وَلِيَعْلَمُوا أَنَّمَا هُوَ إِلَهٌ وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ} [إبراهيم: 52]

یہ قرآن لوگوں کے لیے اعلان ہے اور تاکہ اس کے ذریعے سے لوگوں کو ڈرایا جائے اور تاکہ وہ معلوم کر لیں کہ وہی ایک معبود ہے اور تاکہ عقلمند نصیحت حاصل کریں۔

یہ بات معلوم ہے کہ اس میں بشارت، حکم و نھی اور دیگر امور کے علاوہ بھی متعدد مقاصد شامل ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ – لِئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَلَّا يَقْدِرُونَ عَلَى شَيْءٍ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَأَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللَّهِ} [الحديد: 28 – 29]

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ وہ تمہیں اپنی رحمت سے دوہرا حصہ دے گا اور تمہیں ایسا نور عطا کرے گا تم اس کے ذریعہ سے چلو اور تمہیں معاف کر دے گا، اور اللہ بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔ تاکہ اہلِ کتاب یہ نہ سمجھیں کہ (مسلمان) اللہ کے فضل میں سے کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے، اور یہ کہ فضل تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہے دے، اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔

یہ بات معلوم ہے کہ مومنین کی جزا میں بھی ایسے مقاصد ہیں جو اہلِ کتاب اور جو کچھ ان کے پاس ہے، اس کے علم کے علاوہ ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ مُصَدِّقُ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ أُمَّ الْقُرَى وَمَنْ حَوْلَهَا} [الأنعام: 92]

اور یہ کتاب جسے ہم نے اتارا ہے برکت والی ہے ان (کتابوں) کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے تھیں اور تاکہ تو ڈرائے مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس والوں کو۔

یہ بات معلوم ہے کہ اس میں دیگر حکمتیں بھی شامل ہیں، جیسا کہ ایمان لانے والوں کو خوش خبری دینا، حکم و نھی کرنا، اور عرب کے ان لوگوں کو ڈرانا جو ایمان نہ لائیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ مُبِينٌ – لِيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ} [يس: 69 – 70]

یہ تو صرف نصیحت اور واضح قرآن ہے۔ تاکہ جو زندہ ہے اسے ڈرائے اور کافروں پر الزام ثابت ہو جائے۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ اس میں انذار کے علاوہ بھی ایک اور حکمت موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَمِنْ قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَى إِمَامًا وَرَحْمَةً وَهَذَا كِتَابٌ مُصَدِّقٌ لِسَانًا عَرَبِيًّا لِيُنْذِرَ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَبُشْرَى لِلْمُحْسِنِينَ} [الأحقاف: 12]

اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب ہے جو رہنما اور رحمت تھی، اور یہ کتاب ہے جو اسے سچا کرتی ہے عربی زبان میں ظالموں کو ڈرانے کے لیے، اور نیکوں کو خوشخبری دینے کے لیے۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ اس میں تمام مخلوق کو ڈرانے، لوگوں کو نیکی کا حکم دینے، اور برائی سے روکنے کے علاوہ بھی ایک اور حکمت موجود ہے۔ مومنین کو خوش خبری دینے کے لیے بھی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا – لِيَسْأَلَ الصَّادِقِينَ عَنْ صِدْقِهِمْ} [الأحزاب: 7 – 8]

اور جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور آپ سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے بھی، اور ان سے ہم نے پکا عہد لیا تھا۔ تاکہ سچوں سے ان کے سچ کا حال دریافت کرے۔

یہ بات معلوم ہے کہ عہد لینے میں بھی دیگر حکمتیں شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِينًا – لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا} [الفتح: 1 – 2]

بے شک ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح دی۔ تاکہ آپ کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دے اور اپنی نعمت آپ پر تمام کر دے اور تاکہ آپ کو سیدھے راستہ پر چلائے۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

{سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى} [الإسراء: 1]

وہ پاک ہے جس نے راتوں رات اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

{لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا} [الإسراء: 1]

تاکہ ہم اسے اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: {وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ} [الإسراء: 12]۔اور ہم نے رات اور دن کے دو نمونے بنا دیے۔ اُس کے قول کی طرف:{لِتَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ} [الإسراء: 12]تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کر لو۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

{هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ نُورًا وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ} [يونس: 5]

وہی ہے جس نے سورج کو روشن بنایااور چاند کو منور فرمایااور چاند کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کا شمار

اور حساب معلوم کر سکو۔

اور اس سب میں دیگر حکمتیں بھی شامل ہیں، اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

{فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا} [القصص: 8]

پھر اسے فرعون کے گھر والوں نے اٹھالیاتاکہ بالآخر وہ ان کا دشمن اور غم کا باعث بنے۔

اگرچہ یہ نتائج (لام العاقبة) ہیں، مگر اصل نتیجہ صرف انہی تک محدود نہیں ہے، بلکہ اس میں موسیٰ علیہ

السلام کے ساتھ احسان کرنے، اُن کی تربیت دینے، اور اس کے علاوہ بھی دیگر حکمتیں شامل ہیں، اللہ تعالیٰ

کے اسی فرمان کی مانند:

{وَكَذَلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيرٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ قَتْلَ أَوْلَادِهِمْ شُرَكَاؤُهُمْ لِيُرْدُوهُمْ وَلِيَلْبِسُوا عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ} [الأنعام: 137]

اور اسی طرح بہت سے مشرکوں کے خیال میں ان کے شریکوں نے اپنی اولاد کے قتل کرنے کو خوشنما بنادیا

ہے تاکہ انہیں ہلاکت میں مبتلا کردیں اور ان پر ان کے دین کو مشتبہ بنادیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ} [التوبة: 33]

اس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔

ان کی بعثت میں بھی دیگر حکمتیں ہیں، اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

{إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ} [النساء: 105]

بے شک ہم نے تیری طرف سچی کتاب اتاری ہے تاکہ تو لوگوں میں انصاف کرے جیسا کہ تمہیں اللہ نے بتایا ہے۔

اور اس کے نازل کرنے میں خوشخبری، انذار، حکم و نھی، وعدہ و وعید شامل ہیں، اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بارے میں ہے:

{هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِنَّا وَكَانَ أَمْرًا مَقْضِيًّا} [مريم: 21]

وہ مجھ پر آسان ہے، اور تاکہ ہم اسے لوگوں کے لیے نشانی اور اپنی طرف سے رحمت بنائیں، اور یہ بات طے ہو چکی ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

{اللَّهُ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيهِ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ} [الجاثية: 12]

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے سمندر کو تابع کر دیا تاکہ اس میں اس کے حکم سے جہاز چلیں اور تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم اس کا شکر کرو۔

اس میں دیگر حکمتیں بھی شامل ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں فرمایا:

{وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا} [النحل: 14]

اور وہ وہی ہے جس نے دریا کو کام میں لگا دیا کہ اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ اور اسی سے زیور نکالو جسے تم پہنتے ہو۔

اور فرمایا:

{وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ هَذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَائِغٌ شَرَابُهُ وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَمِنْ كُلٍّ تَأْكُلُونَ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُونَ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ فِيهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ} [فاطر: 12]

اور دو سمندر برابر نہیں ہوتے یہ ایک میٹھا پیاس بجھانے والا ہے کہ اس کا پینا خوشگوار ہے اور یہ دوسرا کھاری کڑوا ہے، اور ہر ایک میں سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو اور زیور نکالتے ہو جو تم پہنتے ہو، اور تو جہازوں کو دیکھتا ہے کہ اس میں پانی کو پھاڑتے جاتے ہیں تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ اس کا شکر کرو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ} [الأنعام: 112] اللہ تعالیٰ کے فرمان کی طرف، جو ہے: {وَلِتَصْغَى إِلَيْهِ أَفْئِدَةُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوا مَا هُمْ مُقْتَرِفُونَ} [الأنعام: 113]اور تاکہ ان طمع کی ہوئی باتوں کی طرف ان لوگوں کے دل مائل ہوں جنہیں آخرت پر یقین نہیں اور تاکہ وہ لوگ ان باتوں کو پسند کریں اور تاکہ وہ کریں جو (برے کام) وہ کر رہے ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

{وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا} [البقرة: 143]

اور اسی طرح ہم نے تمہیں برگزیدہ امت بنایا تاکہ تم اور لوگوں پر گواہ ہو اور رسول تم پر گواہ ہو۔

ان کے وسط ہونے میں بھی دیگر حکمتیں موجود ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

{الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا} [الملك: 2]

جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کس کے کام اچھے ہیں۔

ان دونوں میں بھی دیگر حکمتیں ہیں، اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

{تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا} [الفرقان: 1]

وہ بڑی برکت والا ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا تاکہ تمام جہان کے لیے ڈرانے والا ہو۔

اس میں بھی بشارت، حکم و نہی کی علاوہ دیگر حکمتیں شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ} [آل عمران: 140]

اور تاکہ اللہ ایمان والوں کو جان لے اور تم میں سے بعضوں کو شہید کرے۔

اس میں دیگر حکمتیں بھی ہیں، اس جیسے امور اللہ تعالیٰ کے کلام میں بہت زیادہ ہیں، اور غیر اللہ کے کلام میں بھی، اگر کسی عمل کے لیے کسی حکمت کا ذکر کیا جائے تو اس بات کا لازمی نتیجہ یہ نہیں کہ اُس عمل میں اور کوئی حکمت نہ ہو، بلکہ اس کی ضرورت اس لیے ہے کہ اُس مخصوص حکمت کو اُس مقام پر ذکر کرنے کی تخصیص اُس کی مناسبت کی وجہ سے ہوتی ہے، اور یہ اُس کے قول میں موجود مناسبت کی مانند ہے، {لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَا أُنْذِرَ آبَاؤُهُمْ} [يس: 6] . تاکہ آپ اس قوم کو ڈرائیں جن کے باپ دادا نہیں ڈرائے گئے۔ کیونکہ یہ لوگ پہلے ڈرانے والوں میں سے تھے، اور ان پر انذار سب سے زیادہ واجب تھا، پس اُن کا اس طرح ذکر کرنا ایک فائدہ رکھتا ہے، اور یہ اس لیے نہیں کہ کسی اور کے ڈرانے کی ضرورت باقی نہ رہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ – عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ – بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ} [الشعراء: 193 – 195]

اسے امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے۔ تیرے دل پر، تاکہ تو ڈرانے والوں میں سے ہو۔ صاف عربی زبان میں۔

اور یہ بات معلوم ہے کہ یہ آیت اس لیے نازل ہوئی تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خوشخبری دیں، نیکی کا حکم دیں، برائی سے روکیں، پاکیزہ چیزوں کو حلال اور ناپاک چیزوں کو حرام قرار دیں، اور قید وزنجیر کے بوجھ ہلکے کریں۔

فصل: بعض آیات کے ذریعے رسالت کی خصوصیت پر ان کے استدلال کا ردّ

اور جہاں تک اُن لوگوں کا یہ استدلال ہے جو اللہ تعالی کے اس فرمان کو بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں:

{كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولًا مِنْكُمْ يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِنَا} [البقرة: 151]

جیسا کہ ہم نے تم میں ایک رسول تم ہی میں سے بھیجا جو تم پر ہماری آیتیں پڑھتا ہے۔

اور اسی طرح اُن لوگوں کا یہ استدلال جو اللہ تعالی کے ایک اور ارشاد کو بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں:

{لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ} [آل عمران: 164]

اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا ہے جو ان میں انہیں میں سے رسول بھیجا (وہ) ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے۔

پس یہ بھی اللہ تعالی کے اس فرمان ہی کی مانند ہے – یعنی جس آیت کو یہ لوگ بطورِ دلیل پیش کر رہے ہیں:

{لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ} [التوبة: 128]

یہ جو اس آیت کے عموم سے استدلال کیا جارہا ہے، تو خود اس عموم کے ثبوت ہی میں نزاع اور اختلاف پایا جاتا ہے، پس یہ آیت – جس کے عموم سے استدلال کیا جارہا ہے – دو حال سے خالی نہیں: یا تو وہ خطاب تمام انسانوں کے لیے ہو گا، مقصود یہ ہو کہ ہم نے تمہاری طرف ایک ایسا رسول بھیجا جو انسانوں ہی میں سے ہے، کیونکہ تم اس بات کی طاقت نہیں رکھتے تھے کہ کسی فرشتے سے دین کو براہِ راست حاصل کر سکو، پس اللہ تعالیٰ نے تم پر یہ احسان فرمایا کہ تمہاری طرف ایک بشری رسول بھیج دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ وَلَوْ أَنْزَلْنَا مَلَكًا لَقُضِيَ الْأَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُونَ – وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكًا لَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلْبِسُونَ} [الأنعام: 8 – 9]

اور کہتے ہیں اس پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں اتارا گیا، اور اگر ہم فرشتہ اتارتے تو اب تک فیصلہ ہو چکا ہوتا پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی۔ اور اگر ہم کسی فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجتے تو وہ بھی آدمی ہی کی صورت میں ہوتا اور انہیں اسی شبہ میں ڈالے رکھتا جس میں اب مبتلا ہیں۔

یا تو یہ خطاب عربوں کے لیے مخصوص ہو، اور دونوں احتمالات پر غور کرنے کے بعد، جو ذکر اس میں شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخاطبین پر احسان فرمایا کہ ان کی جنس سے تعلق رکھنے والا رسول بھیجا، اور اس میں کوئی بات نہیں جو اس بات کی ممانعت کرے کہ وہ رسول دوسروں کی طرف بھی بھیجا جائے، کیونکہ اگر یہ خطاب تمام انسانوں کے لیے ہو، تو وہ جنات کی طرف بھی رسول ہے، حالانکہ وہ ان کی جنس سے نہیں ہے، تو پھر یہ

کس طرح منع ہوگا، جبکہ یہ خطاب عربوں کے لیے ہو اور اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ احسان فرمایا کہ ان کی جنس سے تعلق رکھنے والا رسول بھیجا؟ کہ وہ دوسروں پر بھی اسی طرح احسان کر چکے ہوں، پس عجم، عرب کے نسبت زیادہ قریب ہیں بنسبت اس کے کہ جن، انسان کے قریب ہوں، اللہ تعالیٰ نے عزّت والے قرآن میں خبر دی ہے کہ جب جنّوں نے قرآن سنا تو وہ ایمان لے آئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا أَنْصِتُوا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَى قَوْمِهِمْ مُنْذِرِينَ – قَالُوا يَاقَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا أُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَى مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَى طَرِيقٍ مُسْتَقِيمٍ – يَاقَوْمَنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِرْ لَكُمْ مِنْ ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ – وَمَنْ لَا يُجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ} [الأحقاف: 29 – 32]

اور جب ہم نے آپ کی طرف چند ایک جنوں کو پھیر دیا جو قرآن سن رہے تھے، پس جب وہ آپ کے پاس حاضر ہوئے تو کہنے لگے چپ رہو، پھر جب ختم ہوا تو اپنی قوم کی طرف واپس لوٹے ایسے حال میں کہ وہ ڈرانے والے تھے۔ کہنے لگے اے ہماری قوم! بے شک ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے، ان کی تصدیق کرنے والی ہے جو اس سے پہلے ہو چکیں، حق کی طرف اور سیدھے راستہ کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ اے ہماری قوم! اللہ کی طرف بلانے والے کو مان لو اور اس پر ایمان لے آؤ وہ تمہارے لیے تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے بچا لے گا۔ اور جو اللہ کی طرف بلانے والے کو نہ

مانے گا تو وہ زمین میں اسے عاجز نہیں کر سکے گا اور اللہ کے سوا اس کا کوئی مددگار نہ ہوگا، یہی لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔

اور فرمایا:

{قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا – يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ وَلَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا – وَأَنَّهُ تَعَالَى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا – وَأَنَّهُ كَانَ يَقُولُ سَفِيهُنَا عَلَى اللَّهِ شَطَطًا – وَأَنَّا ظَنَنَّا أَنْ لَنْ تَقُولَ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا – وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِنَ الْإِنْسِ يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا – وَأَنَّهُمْ ظَنُّوا كَمَا ظَنَنْتُمْ أَنْ لَنْ يَبْعَثَ اللَّهُ أَحَدًا – وَأَنَّا لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيدًا وَشُهُبًا – وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شِهَابًا رَصَدًا – وَأَنَّا لَا نَدْرِي أَشَرٌّ أُرِيدَ بِمَنْ فِي الْأَرْضِ أَمْ أَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا – وَأَنَّا مِنَّا الصَّالِحُونَ وَمِنَّا دُونَ ذَلِكَ كُنَّا طَرَائِقَ قِدَدًا – وَأَنَّا ظَنَنَّا أَنْ لَنْ نُعجِزَ اللَّهَ فِي الْأَرْضِ وَلَنْ نُعْجِزَهُ هَرَبًا – وَأَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدَى آمَنَّا بِهِ فَمَنْ يُؤْمِنْ بِرَبِّهِ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا – وَأَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُونَ وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا – وَأَمَّا الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا – وَأَنْ لَوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنَاهُمْ مَاءً غَدَقًا – لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ وَمَنْ يُعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا – وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا – وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا – قُلْ إِنَّمَا أَدْعُو رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ أَحَدًا – قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا – قُلْ إِنِّي لَنْ يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا – إِلَّا بَلَاغًا مِنَ اللَّهِ وَرِسَالَاتِهِ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا – حَتَّى إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ

فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ أَضْعَفُ نَاصِرًا وَأَقَلُّ عَدَدًا – قُلْ إِنْ أَدْرِي أَقَرِيبٌ مَا تُوعَدُونَ أَمْ يَجْعَلُ لَهُ رَبِّي أَمَدًا – عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَى غَيْبِهِ أَحَدًا – إِلَّا مَنِ ارْتَضَى مِنْ رَسُولٍ فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا – لِيَعْلَمَ أَنْ قَدْ أَبْلَغُوا رِسَالَاتِ رَبِّهِمْ وَأَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَأَحْصَى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا} [الجن: 1 – 28]

کہہ دو کہ مجھے اس بات کی وحی آئی ہے کہ کچھ جن (مجھ سے قرآن پڑھتے ہوئے) سن گئے ہیں، پھر انہوں نے (اپنی قوم سے) جا کر کہہ دیا کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے۔ جو نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے سو ہم اس پر ایمان لائے ہیں، اور ہم اپنے رب کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔ اور ہمارے رب کی شان بلند ہے نہ اس کی کوئی بیوی ہے اور نہ بیٹا۔ اور ہم میں سے بعض بے وقوف ہیں جو اللہ پر جھوٹی باتیں بنایا کرتے تھے۔ اور ہمیں خیال تھا کہ انسان اور جن اللہ پر ہر گز جھوٹ نہ بولیں گے۔ اور کچھ آدمی جنوں کے مردوں سے پناہ لیا کرتے تھے سو انہوں نے ان کی سرکشی اور بڑھادی۔ اور وہ بھی سمجھے ہوئے تھے جیسا کہ تم نے سمجھ رکھا ہے کہ اللہ ہر گز کسی کو (رسول بنا کر) نہ بھیجے گا۔ اور ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو ہم نے اسے سخت پہروں اور شعلوں سے بھرا ہوا پایا۔ اور ہم اس کے ٹھکانوں (آسمانوں) میں سننے کے لیے بیٹھا کرتے تھے، پس جو کوئی اب کان دھرتا ہے تو وہ اپنے لیے ایک انگارہ تاک لگائے ہوئے پاتا ہے۔ اور ہم نہیں جانتے کہ زمین والوں کے ساتھ نقصان کا ارادہ کیا گیا ہے یا ان کی نسبت ان کے رب نے راہ راست پر لانے کا ارادہ کیا ہے۔ اور کچھ تو ہم میں سے نیک ہیں اور کچھ اور طرح کے، ہم بھی مختلف طریقوں پر تھے۔ اور بے شک ہم نے سمجھ لیا ہے کہ ہم اللہ کو زمین میں (جا کر) کبھی عاجز نہ کر سکیں گے اور نہ ہی ہم بھاگ کر عاجز کر سکیں گے۔ اور جب ہم نے ہدایت کی بات سنی تو ہم اس پر ایمان لے آئے، پھر جو اپنے رب پر ایمان لے لایا تو نہ اسے نقصان کا ڈر رہے گا اور نہ ظلم

کا۔اور کچھ تو ہم میں سے فرمانبر دار ہیں اور کچھ نافرمان، پس جو کوئی فرمانبر دار ہو گیا سو ایسے لوگوں نے سیدھا راستہ تلاش کر لیا۔اور لیکن جو ظالم ہیں سو وہ دوزخ کا ایندھن ہوں گے۔اور اگر (مکہ والے) سیدھے راستے پر قائم رہتے تو ہم ان کو باافراط پانی سے سیر اب کرتے۔تاکہ اس (ارزانی) میں ان کا امتحان کریں،اور جس نے اپنے رب کی یاد سے منہ موڑا تو وہ اسے سخت عذاب میں ڈالے گا۔اور بے شک مسجدیں اللہ کے لیے ہیں پس تم اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو۔ اور جب اللہ کا بندہ (نبی)اس کو پکارنے کھڑا ہوتا ہے تو لوگ اس پر جمگھٹا کرنے لگتے ہیں۔ کہہ دو میں تو اپنے رب ہی کو پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کرتا۔ کہہ دو میں نہ تمہارے کسی ضرر کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ کسی بھلائی کا۔ کہہ دو مجھے اللہ سے کوئی نہیں بچا سکے گا اور نہ مجھے اس کے سوا پناہ ملے گی۔ مگر اللہ کا پیغام اور اس کا حکم پہنچانا ہے،اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو اس کے لیے دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ سدا رہے گا۔ یہاں تک کہ جب وہ (عذاب)دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو وہ جان لیں گے کہ کس کے مددگار کمزور اور شمار میں کم ہیں۔ کہہ دو مجھے خبر نہیں جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ قریب ہے یا اس کے لیے میرا رب کوئی مدت ٹھہراتا ہے۔وہ غیب جاننے والا ہے اپنے غائب کی باتوں پر کسی کو واقف نہیں کرتا۔ مگر اپنے پسندیدہ رسول کو (بتاتا ہے) پھر اس کے آگے اور پیچھے محافظ مقرر کر دیتا ہے۔تاکہ وہ بظاہر جان لے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغامات پہنچادیے اور اللہ نے تمام کاموں کو اپنے قبضے میں کر رکھا ہے اور اس نے ہر چیز کی گنتی شمار کر رکھی ہے۔

اسی کے مانند اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے:

{وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَكَ وَلِقَوْمِكَ وَسَوْفَ تُسْأَلُونَ} [الزخرف: 44]

اور بے شک وہ (قرآن) آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے ایک نصیحت ہے، اور تم سب سے اس کی باز پرس ہو گی۔

آپ کی قوم قریش ہے، لیکن اس سے یہ بات مانع نہیں کہ یہ ذکر تمام عرب کے لیے ہو، بلکہ تمام انسانوں کے لیے ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَإِنْ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَيُزْلِقُونَكَ بِأَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُولُونَ إِنَّهُ لَمَجْنُونٌ – وَمَا هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ} [القلم: 51 – 52]

اور بالکل قریب تھا کہ کافر آپ کو اپنی تیز نگاہوں سے پھسلا دیں جب کہ انہوں نے قرآن سنا اور کہتے ہیں کہ یہ تو دیوانہ ہے۔ اور حالانکہ یہ قرآن تمام دنیا کے لیے صرف نصیحت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَى عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا} [الفرقان: 1]

وہ بڑی برکت والا ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا تاکہ تمام جہان کے لیے ڈرانے والا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ – إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ – وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِينٍ} [ص: 86 – 88]

کہہ دو میں اس پر تم سے کوئی مزدوری نہیں مانگتا اور نہ میں تکلف کرنے والوں میں ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ – ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ – مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ – وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُونٍ – وَلَقَدْ رَآهُ بِالْأُفُقِ الْمُبِينِ – وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ – وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطَانٍ

رَجِيمٍ – فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ – إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ – لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ – وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ} [التكوير: 19 – 29]

بے شک یہ قرآن ایک معزز رسول کا لایا ہوا ہے۔ جو بڑا طاقتور ہے عرش کے مالک کے نزدیک بڑے رتبہ والا ہے۔ وہاں کا سردار امانت دار ہے۔ اور تمہارا رفیق (رسول) کوئی دیوانہ نہیں ہے۔ اور اس نے اس (فرشتہ) کو (آسمان کے) کھلے کنارے پر دیکھا بھی ہے۔ اور وہ غیب کی باتوں پر بخیل نہیں ہے۔ اور وہ کسی شیطان مردود کا قول نہیں ہے۔ پس تم کہاں چلے جا رہے ہو۔ یہ تو جہان بھر کے لیے نصیحت ہی نصیحت ہے۔ اس کے لیے جو تم میں سے سیدھا چلنا چاہے۔ اور تم تو تب ہی چاہو گے کہ جب اللہ چاہے گا، جو تمام جہان کا رب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُولًا وَكَفَى بِاللَّهِ شَهِيدًا} [النساء: 79]

(اے رسول) ہم نے تجھے لوگوں کو پیغام پہنچانے والا بنا کر بھیجا ہے، اور اللہ کی گواہی کافی ہے۔

اور یہ بات دو قولوں میں سے زیادہ صحیح قول کے مطابق ہے، اور اس سے مراد اس کے فرمان میں یہ ہے کہ:

{وَإِنَّهُ لَذِكْرٌ لَكَ وَلِقَوْمِكَ} [الزخرف: 44] اور بے شک وہ (قرآن) آپ کے لیے اور آپ کی قوم کے لیے ایک نصیحت ہے۔ یقیناً یہ ان کے لیے ایک یاد دہانی ہے، جسے وہ یاد کرتے ہیں اور اسی کے ذریعے ہدایت پاتے ہیں۔

اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ ان کے لیے شرف ہے، اور یہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے، پس قرآن ان لوگوں کے لیے شرف ہے جو اس پر ایمان لائے، خواہ وہ آپ کی قوم میں سے ہوں یا دیگر اقوام میں

سے، لیکن یہ شرف آپ کی پوری قوم کے لیے نہیں ہے، بلکہ جو ان میں سے قرآن کو جھٹلاتا ہے، وہی زیادہ قابل مذمت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ} [المسد: 1]

ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ گئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{وَكَذَّبَ بِهِ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ} [الأنعام: 66]

اور تیری قوم نے اسے جھٹلایا ہے حالانکہ وہ حق ہے۔

اس کے برخلاف یہ کہ قرآن محض ایک نصیحت اور یاد دہانی ہو؛ پس قرآن ان کے لیے بھی نصیحت ہے اور دوسروں کے لیے بھی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

{قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرَى لِلْعَالَمِينَ} [الأنعام: 90]

کہہ دو کہ میں تم سے اس پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا، یہ تو جہان والوں کے لیے محض نصیحت ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے تمام جہان والوں کو عام طور پر مخاطب کیا، اور فرمایا:

{وَمَا تَسْأَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ} [يوسف: 104]

اور آپ اس پر ان سے کوئی مزدوری بھی تو نہیں مانگتے، یہ تو صرف تمام جہانوں کے لیے نصیحت ہے۔